فیوضاتِ حسینی
المعروف به
تحفۂ ابراھیمیہ (فارسی)
تالیف
رئیس المفسرین عمدة المحدثین سند الفقہاء الصوفی الصافی قامع البدعة قاطع الشرک
مولانا حسین علی الحنفی النقشبندی المجددی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ و مقدمہ
حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی مدظلہ بانی مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ
www.besturdubooks.net
ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم
گوجرانوالہ ○ پاکستان

فیوضاتِ حسینی

المعروف بہ —

تحفہ ابراہیمیہ (فارسی مترجم)

تالیف

رئیس المفسرین، عمدۃ المحدثین سند الفقہاء الصوفی الصافی
قامع البدعۃ قاطع الشرک مولانا حسین علیؒ الحنفی النقشبندی المجددی
ساکن واں بھچراں ضلع میانوالی

ترجمہ و مقدمہ

از حضرت عبدالحمید سواتی
خادم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ناشر: ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ (مغربی پاکستان)

نام کتاب	تحفہ ابراہیمیہ المعروف بہ فیوضاتِ حسینی (فارسی)
مصنّف	امام المفسرین حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ
مترجم	مفسّرِ قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی مدظلہ
تاریخ طبع دوم مترجم	رجب المرجب ۱۳۸۷ھ
〃 〃 سوم 〃	رجب المرجب ۱۴۱۳ھ بمطابق جنوری ۱۹۹۳ء
مطبع	فائن بکس پرنٹرز لاہور
ناشر	ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ
قیمت	-/۵۱ روپے

ملنے کے پتے

۱۔ ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ
۲۔ مکتبہ دروس القرآن فاروق گنج گوجرانوالہ

پیش لفظ

از: محمد فیاض خان سواتی مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

حامدًا و مصلیًا

ناظرین کرام! آج سے تقریباً چھبیس (۲۶) سال قبل رجب ۱۳۸۷ھ میں والدِ محترم حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان صاحب سواتی مدظلہ العالی فاضل دارالعلوم دیوبند و دارالمبلغین لکھنؤ و نظامیہ طبیہ کالج حیدر آباد دکن بانی مدرسہ نصرۃ العلوم و جامع مسجد نور گوجرانوالہ نے پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت، امام المفسرین حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۶۳ھ) واں بھچراں والوں کی کتاب "تحفہ ابراہیمیہ" کا اردو زبان میں نہایت عمدہ سلیس، عام فہم اور دل نشین ترجمہ بنام "فیوضاتِ حسینی" تحریر فرمایا تھا۔ جسے ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ نے اپنے روایتی مشن (اسلاف کی کتابوں کی نشر و اشاعت) کے مطابق شائع کیا تھا۔ اسکی اشاعت سے عوام میں اور خصوصاً علماء کی صف میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور اس کی اشاعت کو بہت سراہا گیا جس کی وجہ سے اس کا پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گیا۔ لیکن کافی عرصہ سے اس کی دوبارہ اشاعت بعض وجوہ کی بناء پر رکی ہوئی تھی لیکن اس کتاب کی مانگ پاکستان کے علاوہ بیرونِ ممالک یورپ وغیرہ میں بڑھ گئی اور لوگ اس کے لیے تقاضا کرنے لگے اس لیے اس کی افادیت کے پیشِ نظر اسے دوبارہ ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ ہی شائع کرنے کی سعادتِ عظمیٰ حاصل کر رہا ہے۔ اس طبع ثانی کے مقدمہ میں والد صاحب مدظلہ نے بعض ان شکوک و شبہات کی بھی وضاحت کر دی ہے جو اس کتاب کی پہلی مرتبہ اشاعت کے بعد منظرِ عام پر آئے تھے اور مخالفین نے انھیں بہت اچھالا تھا اور اس کتاب میں بعض مقامات پر چند عبارتیں قابلِ اصلاح تھیں ان کو بھی درست کر دیا گیا ہے۔ مزید برآں اس کتاب پر بعض ان جید علماء کرام کی تقریظات بھی درج کر دی گئی ہیں جنھوں نے اس کتاب کے مطالعہ کے بعد دادِ تحسین سے نوازا ہے اور اس کی افادیت کو سراہا

ہے۔ جن میں استاذ العلماء حضرت مولانا علامہ شمس الحق افغانیؒ المتوفی ۱۹۸۳ء سابق مدرس علم حدیث دارالعلوم دیوبند و شیخ التفسیر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، وسابق وزیر معارف ریاست قلات شیخ التفسیر جامعہ اسلامیہ اسلامک یونیورسٹی بہاول پور اس کتاب کے متعلق رقم طراز ہیں :

۵ شوال ۱۳۸۷ھ

۶ جنوری ۱۹۶۷ء محترم المقام جناب مولانا عبد الحمید صاحب سواتی زید مجدہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کی کتاب فیوضاتِ حسینی پہنچی اور تعطیل کی وجہ سے مطالعہ سے بھی گزری ماشاء اللہ کتاب مفید ہے اور اربابِ تشدّد کے لیے داعئ اعتدال اور موجب اصلاح ہے۔ درحقیقت جس طرح اہلِ بدعت کی طرف سے جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب کے وقت سے اب تک بدعات میں کافی اضافے ہوئے اور ہو رہے ہیں جو غلو فی البدعت والاشراک کا نتیجہ ہے اسی طرح ان کے توڑ میں غلو کے تحت حضرت مولانا حسین علی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے دَور سے توحید و سنّت کے نام سے جدید اضافات بھی غیر موزوں ہیں آپ کی کتاب اصل توحید و سنت جو دورِ حسین میں تھی اور اتباع کے اضافاتِ جدیدہ میں فرق کا مظہر ہے غلو وحدت و شدت تبلیغ میں مانع راہِ حق ہے۔ وحدت الوجود میں آپ نے شاہ علیم اللہ صاحب اور شاہ رفیع الدین اور شاہ ولی اللہ صاحب کے حوالوں سے جو کچھ لکھا وہ اپنی جگہ صحیح ہے لیکن تنقیح مسئلہ کے لیے کافی نہیں۔ وحدت الوجود کے دو مقام ہیں ایک مقام ہے ربط الحادث بالقدیم اور دوسرا مقام ہے وجود منبسط کا مقام کشفی جو اربابِ سلوک پر بطور کیفیت قلبی منکشف ہوتا ہے۔ اوّل الذّکر کے لیے بہترین توجیہ مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے جو آپ نے بسلسلہ وحدت الوجود کلماتِ طیبات میں ارقام فرمائی ہے حضرت مظہر احقر کے چار واسطوں سے شیخ ہیں بسلسلہ نقشبندیہ میں جیسے علماء ربّانی کے شجرے میں درج ہے اور مؤخر الذّکر کی بہتر تشریح حضرت شاہ ولی اللہ نے مکتوب مدنی میں کی ہے جو کلماتِ طیبات میں درج ہے یہ دونوں تحریریں مولانا عبد الرحمٰن لکھنوی کے کلمۃ الحق کے غلو فی وحدت الوجود کا صحیح جواب ہے۔ فقط والسّلام

علامہ حضرت مولانا فضل محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فاضل دارالعلوم دیوبند و مہتمم مدرسہ عربیہ قاسم العلوم فقیر والی ضلع بہاول نگر رقمطراز ہیں :

بگرامی خدمت جناب مولانا عبد الحمید صاحب سواتی زید مجدہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ؛ مزاج شریف ،

امید ہے کہ جناب مع متعلقین ہر طرح بعافیت ہوں گے ۔ گزارش اینکہ امام المفسرین حضرت مولانا حسین علی صاحب قدس سرہٗ العزیز کی تصنیف لطیف "فیوضاتِ حسینی" آپ کے ترجمے ، مقدمے اور حواشی و تعلیقات سے مزین ہو کر نظر افروز ہوئی ۔ ماشاء اللہ کتاب علوم و معارف کا خزینہ اور حقائق و دقائق کا دفینہ ہے اور بڑے گراں قدر معلومات اور بیش بہا افادات پر مشتمل و محتوی ہے ، آپ سے حق تعالیٰ نے بڑا عظیم کام لیا ہے کہ اس دُرِّ بے بہا اور لؤلؤ لالا کو گمنامی کے پردوں سے نکال کر منظر عام پر لانے کی توفیق بخشی ۔ جزاک اللہ احسن الجزاء ۔ نیز آپ کا قیمتی مقدمہ جس میں آپ نے مسئلہ وحدت الوجود پر بڑے اچھوتے اور نرالے انداز میں روشنی ڈالی ہے اور اس مشکل ترین اور غامض ترین مسئلہ کو جس میں بڑے بڑے شہسوارانِ قلم کا رہوار قلم بہک گیا ہے آپ نے اکابر علماء کرام کی عبارات کی روشنی میں حل کیا ہے ۔ اس عظیم خدمت کے لیے آپ تمام علماء کرام کی طرف سے زبردست شکریے کے مستحق ہیں اور لائق صد تبریک و تحسین ۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ آپ کی عمر اور علم میں برکت عطا فرمائے اور مزید دینی و علمی خدمات کی توفیق ارزانی فرمادے ۔ نیز یہ "مژدہ جانفزا" پڑھ کر مولانا شاہ رفیع الدین صاحبؒ کی معرکۃ الآراء کتاب "دمغ الباطل" آپ کے مقدمے اور حواشی سے مزیّن ہو کر عنقریب اشاعت پذیر ہو رہی ہے ، بڑی مسرّت و بہجت حاصل ہوئی ۔ جس وقت یہ کتاب زیور طبع سے آراستہ ہو جائے اسی وقت آنجناب اسے میرے نام بذریعہ وی ۔ پی ارسال فرما کر مشکور ہوں ۔

والسلام

بندہ فضل محمد غفرلہٗ ، مہتمم مدرسہ عربیہ قاسم العلوم

فقیر والی ۔ ضلع بہاول نگر

مئی ۱۹۶۸ء

ان کے علاوہ پاکستان کے بیشتر جرائد و رسائل نے اس کتاب پر تائیدی تبصرے بھی فرمائے تھے۔ جنہیں طوالتِ تحریر کے باعث درج نہیں کیا جارہا۔ اللہ تعالےٰ کے حضور دُعا ہے کہ وہ اس کتاب کو نافع خلائق بنائے اور آخرت کا ذریعہ بنائے۔
آمین یا الٰہ العالمین۔

احقر
محمد فیاض خان سواتی
مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ
۱۰ر جمادی الاخریٰ ۱۴۱۳ھ

مقدمہ طبع سوم

طبع (جدید) سوم

از: احقر عبدالحمید سواتی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ!

تحفۂ ابراہیمیہ کی طبع اوّل میں احقر نے ایک تفصیلی مقدمہ لکھا تھا جس میں کتاب کا اور مصنّف کتاب کا تعارف تھا اور بعض دیگر مسائل کی کچھ وضاحت بھی مثلاً مسئلہ توسّل اور وحدۃ الوجود و وحدۃ الشہود کی وضاحت کی تھی اہلِ علم کے ہاں کتاب کی پذیرائی اچھی طرح ہوئی تھی۔ الفاظ کے نقل کرنے میں جو غلطی ہوئی اس کی اصلاح کر دی گئی ہے اور ترجمہ کا نقص بھی دُور کر دیا گیا ہے۔

حضرت مولانا حسین علیؒ نے تحفۂ ابراہیمیہ (مترجم) کے صفحہ ۱۲۱ میں استمداد کا معنیٰ سمجھانے کے لیے حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلویؒ کی کتاب "جذب القلوب" سے عبارت نقل کی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

و در جذب القلوب است کہ	اور جذب القلوب میں ہے کہ (یہ) جو بزرگانِ دین کے
حقیقت معنیٰ استمداد دعا ست	ملفوظات میں اور کلام میں اکثر استمداد کا ذکر آتا ہے
در جناب باری تعالیٰ بواسطہ	اس کا حقیقی معنیٰ دُعا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں اس
آں محبت کہ این بندہ	محبت کے واسطہ سے جو اس دعا کرنے والے بندہ کو

راست بآن بندۂ خاص ۔
(قاری عبدالحلیم ہروی اما
استمداد از دوستانِ خدا
رواست ۔)

اس (اللہ تعالیٰ کے) خاص بندے کے ساتھ ہے۔
قاری عبدالحلیم ہرویؒ (کا قول) کہ استمداد اللہ تعالیٰ
کے دوست سے کرنی روا ہے۔ یہ ہی مطلب ہے۔
(یہ استمداد توسل کے معنیٰ میں ہوتا ہے اور توسل مشروع
جائز ہے۔ اس کی پوری تفصیل مقدمہ میں ملاحظہ کرلیں۔

مولانا حسین علیؒ نے شیخ عبدالحقؒ کی یہی عبارت (جذب القلوب ص۳۳) کے حوالہ سے تحفہ ابراہیمیہ کے ص۱۳۷ میں بھی نقل کی ہے۔

۲۔۔۔ حضرت شیخ عبدالحقؒ کی عبارت مندرجہ ذیل ہے:

"درحدیث صحیح وارد شدہ کہ اوّل ما خلق اللہ نوری (مدارج النبوۃ ص۲ ج۲)

عبارت کی درستگی کے بعد جہاں تک اصل حدیث کا تعلق ہے وہ ابھی تک بدستور قائم ہے۔ مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا کہ یہ حدیثیں صحاح ستہ میں موجود نہیں۔ صرف شیخ عبدالحقؒ نے اس حدیث کو نقل کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس کی کچھ اصل ہے۔ صرف اتنی بات کہنے سے حدیث کی صحت کا یقین نہیں کیا جاسکتا۔ جب تک حدیث کا ماخذ اور سند نہ بیان کی جائے معترض کا فرض ہے کہ وہ پہلے اس کا ماخذ اور سند بیان کرے۔ حدیث کے بارہ میں انھوں نے صاف یہی بات ذکر کی ہے کہ حدیث اوّل ما خلق اللہ نوری، یہ حدیث کتب احادیث میں دریافت نہیں ہوئی۔ بعض سادات (مشائخ) نے اس سے "حقیقت محمدیہ" مراد لی ہے اگر یہ حدیث کسی بھی درجہ میں تسلیم کی جائے تو اس کی وہی توجیہہ بہتر ہے جو مولانا تھانویؒ نے ذکر کی ہے کہ اس سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک ہوسکتی ہے۔ ورنہ جس نے بھی یہ حدیث نقل کی ہے بلا سند ہی نقل کی ہے مصنف عبدالرزاق اب طبع ہوچکی ہے۔ اس میں یہ روایت موجود نہیں ہے اس لیے مصنّف عبدالرزاق کا حوالہ بھی درست نہیں ہے۔ امام زرقانیؒ نے شرح مواہب میں بھی اس کو بغیر سند کے ہی نقل کیا ہے اس پر حسن کا حکم لگانا جب تک اس کی سند معلوم نہ ہوسکے اصولِ محدّثین اور اصولِ حدیث کے مسلّمہ اصول کے خلاف ہے۔ جن بزرگوں نے اس سے مراد رُوح لی ہے۔ ان کی توجیہہ زیادہ

بہتر ہے۔ اس لیے اس سے حقیقتِ محمدیہ مُراد لینا درست نہیں کیونکہ بزرگانِ دین کی اصطلاح میں حقیقتِ محمدیہ تو صفاتِ الوہیّت کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ خلق کے ساتھ اس کی تعبیر درست نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم اپنی ذات صفات اور تمام موجودات کے ساتھ اجمال کے ساتھ بغیر اسکے کہ بعض اشیاء کا بعض سے امتیاز ہو۔ اس کو مرتبہ وحدت، احدیت اور حقیقت محمدیہ کہا جاتا ہے۔ روح بے شک مخلوق ہے اس لیے اس کا مراد لینا صحیح ہو سکتا ہے لیکن اوّل المبدعات یا اوّل المخلوقات روح (محمدی صلی اللہ علیہ وسلم) ہے، یا قلم، یا عقل۔ اس میں بزرگانِ دین کا اختلاف ہے۔ امام شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ قلم کو اول المبدعات کہتے ہیں۔ اوّل ما خلق اللہ القلم کو اوّلیت حقیقی حاصل ہے۔ ہاں باقی ارواح کی نسبت اوّلیت حاصل ہے۔ لیکن یہ اوّلیت حقیقی نہیں اوّلیت اضافی ہے۔

البتہ مسائل کا سلسلہ بدستور وہی ہے اس میں کسی قسم کے تغیر کی ضرورت نہیں محسوس کی جاتی۔ مسائل سب دُرست ہیں۔ البتہ مقدمہ کے بارہ میں کچھ تفصیل ضروری ہے۔ ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم کے مطبوعہ تحفہ ابراہیمیہ یعنی فیوضات حسینی کی طباعت کے بعد ایک بزرگ عالمِ دین مولانا قاضی شمس الدین جو کہ حضرت مولانا حسین علیؒ کے مرید و تلمیذ تھے۔ انھوں نے بھی اس کی طباعت کا انتظام کیا اور ساتھ ایک لمبا چوڑا مقدمہ بھی لکھا۔ کتاب کا نام بھی تبدیل کر کے "افاداتِ حسینیہ المعروف بہ تحفہ ابراہیمیہ رکھا۔ اور مقدمہ المسماۃ بتسکین القلوب من النصب والغوب ٹھہرایا لیکن واقعہ یہ ہے کہ مقدمہ میں حضرت مولانا قاضی شمس الدین مرحوم نے بجز شخصی تعلقات اور اپنی علمی برتری اور تفوق کے نمایاں کرنے کی کوشش کے کچھ نہیں کیا۔ یا پھر احقر عبد الحمید سواتی اور شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر کے ساتھ تضحیک و استہزاء اور طعن و تشنیع میں کافی وقت صرف کیا اور اس کے ساتھ قاضی صاحب مرحوم کے مقدمہ میں تضادات کا بھی اچھا خاصا حصّہ پایا جاتا ہے۔ مولانا قاضی شمس الدّین مرحوم حضرت مولانا حسین علیؒ کا تعارف بھی اچھی طرح نہیں کرا سکے۔ نہ ان کے علمی تبلیغی اور روحانی مقام اور کام، قرآنِ کریم کی بے لوث خدمت، تدریس، تعلیم، اصلاح عقائد عوام و خواص کا کچھ بیان کیا ہے۔

حضرت مولانا حسین علیؒ کا جتنا تعارف احقر نے اپنے مقدمہ میں کیا تھا اور ساتھ ساتھ

ان کے خاص مریدین و تلامذہ کا بھی معتدبہ حصّہ آگیا تھا۔ قاضی صاحب مرحوم کا مقدمہ اس سے بھی خالی ہے۔ قاضی صاحب مرحوم نے احقر کے مقدمہ پر یہ اعتراض کیا کہ حضرت مولانا حسین علیؒ کی مرضی کے خلاف وحدۃ الوجود کا ذکر کیا ہے۔ قاضی صاحب مرحوم کا یہ اعتراض بے جا ہے کیونکہ حضرت مولانا حسین علیؒ نے تحفۂ ابراہیمیہ میں وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود دونوں مسئلوں کا ذکر کیا ہے اور وحدۃ الشہود کو ترجیح دی ہے۔

نقشبندی حضرات بالعموم وحدۃ الوجود کو مرجوح ہی قرار دیتے ہیں اور ان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ایسا کریں کیونکہ اس سلسلہ میں صرف نقشبندی ہی نہیں بلکہ بعض دوسرے حضرات بھی وحدۃ الوجود کو تسلیم نہیں کرتے۔ بلکہ جس طرح مجدد الف ثانیؒ وحدۃ الشہود کو ترجیح دیتے ہیں۔ اسی طرح وہ حضرات بھی اس کو ترجیح دیتے ہیں چنانچہ حضرت مجدّد الف ثانیؒ کے علاوہ مندرجہ ذیل حضرات کے نام بھی ملتے ہیں جو وحدۃ الوجود کے قائل نہیں۔ (۱) حضرت مولانا سیّد محمد حسینی المعروف بہ خواجہ گیسو درازؒ جو چشتی سلسلہ کے بزرگ تھے۔ (۲) حضرت خواجہ باقی باللہؒ جو حضرت مجدّد الف ثانیؒ کے پیر و مرشد تھے خود بھی وحدۃ الوجود کے ائمہ میں شمار ہوتے تھے لیکن ان کا زیادہ رجحان وحدۃ الشہود کی طرف تھا۔ (۳) حضرت خواجہ علاء الدّولہؒ سمنانی (۶۵۶ھ۔ ۷۳۶ھ) کا قول ہے کہ سالک کی آخری منزل عبودیت ہے نہ کہ توحید وہ بھی وحدۃ الشہود کو ترجیح دیتے ہیں۔ (۴) حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ کو بھی وحدۃ الوجود کے مخالفین میں شمار کرتے ہیں۔ (۵) محدّث سخاویؒ۔ (۶) مفسّر قرآن ابوحیان توحیدیؒ۔ (۷) شیخ عزّ الدین بن عبد السّلامؒ۔ (۸) حافظ ابوزرعہ رازیؒ۔ (۹) حافظ سراج الدین بلقینیؒ۔ (۱۰) حضرت مولانا ملّا علی قاریؒ وحدۃ الوجود کے شدید ترین مخالفین میں سے ہیں انھوں نے اس کے ردّ میں ایک رسالہ بھی لکھا ہے۔ (۱۱) علامہ تفتازانیؒ نے بھی ایک رسالہ لکھا ہے اور انتہائی شدّت سے اس کا ردّ کیا ہے۔ (۱۲) حافظ ابنِ تیمیہؒ جو کہ وحدۃ الوجود کے شدید مخالفین میں سرِفہرست ہیں۔ لیکن ان کے برخلاف اکثر علماء کرام و صوفیاء عظام اور اولیاء اللہ قدیماً و حدیثاً وحدۃ الوجود کے نظریے کے قائل رہے ہیں۔ حضرت جنید بغدادیؒ، حضرت شبلیؒ اور بڑے بڑے اکابر بھی اسی نظریہ کے قائل تھے اور پھر عہدِ وسطیٰ میں تو شیخ محی الدّین ابنِ عربی شیخ اکبرؒ تو اس

سلسلہ کے امام گزرے ہیں اور ان کے بعد تو شاید ہی کوئی بزرگ ایسا ہوگا جو وحدۃ الوجود کا قائل نہ ہو۔ خواجہ سہروردیؒ، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، حضرت ابوسعید مخزومیؒ، شیخ عبدالکریم جیلیؒ، صاحب انسانِ کامل انھوں نے صراحت سے ذکر کیا ہے کہ نظریہ وحدۃ الوجود برحق ہے اور بزرگ اسی کے قائل ہیں لیکن یہ بغیر حلول اور اتحاد کے۔ کیونکہ حلول واتحاد نصاریٰ ومشرکین کا مسلک ہے۔

اہلِ ایمان تنزیہ کے خلاف کسی نظریہ کو تسلیم نہیں کرتے۔ مولانا جلال الدین رومیؒ، صدرالدین قونویؒ، ملّا جامیؒ، فخرالدّین عراقیؒ اکثر مشائخِ چشت اسی عقیدہ کے قائل تھے۔ شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ بڑی شدّومدّ سے اسی عقیدہ کے قائل تھے اور حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادیؒ نے اس مسئلہ کی تفصیل میں متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ حضرت امام شاہ ولی اللہؒ اور ان کے اکثر اساتذہ مشائخ شیخ ابوالطاہر کورانیؒ اور ان کے والد شیخ ابراہیم کورانیؒ، امام ولی اللہؒ کے فرزندانِ گرامی حضرت مولانا شاہ عبدالعزیزؒ، شاہ رفیع الدّینؒ اور سیّد احمد شہیدؒ، حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور علماء دیوبند اور اکثر بزرگ حضرت حاجی امداد اللہؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا تھانویؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ اسی نظریہ کے قائل تھے حقیقتاً یہ دونوں نظریات صحیح ہیں۔ ان میں کوئی خاص تضاد وتعارض نہیں ہے بلکہ وجود وشہود دونوں کشفی نظریات ہیں اور دونوں کشوف صحیح ہیں وجود میں ذرا دقّت زیادہ ہے کیونکہ کائنات کا ربط وجود کے ساتھ اور اس کی نوعیّت وکیفیّت کو سمجھنا سمجھانا بہت دشوار ہے۔ عینیت وغیریت کے سلسلہ میں شدید الجھاؤ ہوتا ہے اور اذہان میں اس کا آنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ کائناتی اشیاء کو وجود کا عین کہنے میں سخت مشکل پیش آتی ہے۔ اس لیے ان کو ظلالِ صفات یا عکسِ تجلیات سے تعبیر کرنا نسبتاً سہل معلوم ہوتا ہے ورنہ عکس وذی عکس یا اصل اور تجلّی اور متجلّی کا تعلق تو ویسا ہی ہے اسی لیے مولانا نانوتویؒ نے دیانند سرسوتی کو جو جواب اس کے اس اعتراض کا دیا کہ مسلمان، ہنود وغیرہ پر اصنام وبُت پرستی کا الزام لگاتے ہیں حالانکہ وہ خود بھی کعبہ کی پوجا کرتے ہیں۔ جو پتھر گارے کا بنا ہوا ہے۔ مولانا نے اس کا جواب اپنی کتاب قبلہ نما میں دیا ہے کہ یہ بات غلط ہے کہ مسلمان پتھر گارے کی دیوار کو سجدہ کرتے ہیں بلکہ بُت پرستوں کے برخلاف مسلمان تو اس تجلی کی طرف سجدہ کرتے ہیں جو کعبہ پر پڑتی ہے۔ مشرک تو بُت یا صنم وغیرہ کو سجدہ کرتے ہیں جس سمت

میں بُت ہوگا ادھر ہی سجدہ ہوگا ۔ مسلمان صرف کعبہ کے مقام کی طرف سجدہ کریں گے ۔ گو کہ عمارت موجود نہ ہو پھر اسی طرف سجدہ ریز ہوں گے کیونکہ مورد تجلیات وہی مقام ہے اور تجلّی تو عین متجلّی ہے ۔ کیونکہ تجلیات یا صفات و اسمار کا تعلق ذات بحت یا ذات حق کے ساتھ عینیّت کا ہے یا من وجہ عین و من وجہ غیر کا ، تجلّی کا مفہوم امام ولی اللہؒ کے نزدیک یہ ہے کہ ایک ایسی مخلوق جو خالق کی محاکات کرتی ہے ۔

باقی اوّل المبدعات یا اوّل المخلوقات کیا چیز ہے ؟ یہ بزرگانِ دین کے درمیان مختلف فیہ ہے ۔ بعض صادرِ اوّل یا تعیّن اوّل یا مبدع ، قلم کو قرار دیتے ہیں ۔ بعض روحِ مقدس سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دیتے ہیں اور بعض عقل کو ۔ روایات بھی اس بارہ میں مختلف پائی جاتی ہیں ۔ حضرت امام ولی اللہؒ نے وحدۃ الوجود ، وحدۃ الشہود دونوں نظریات میں تطبیق دی ہے ۔ اپنے رسالہ مکتوب مدنی میں دونوں نظریات قریب قریب ایک ہی ہیں ۔ معاملہ رفع دفع ہو گیا تھا لیکن حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ کے ایک مرید مولوی غلام یحییٰ بہاریؒ نے شاہ ولی اللہؒ کا نہایت ہی نامناسب ردّ لکھا ۔ اپنے رسالہ کلمات الحق میں ۔ حضرت شاہ رفیع الدینؒ نے جب دیکھا کہ مولوی غلام یحییٰؒ نے غلو سے کام لیا ہے اور بے جا ردّ کیا ہے جس کو ان کے پیر و مرشد حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ نے بھی پسند نہیں کیا اور یہ فرمایا کہ صرف اپنا ارجح مسلک ہی لکھنا چاہیئے تھا ، دوسرے مسلک سے تعرض کی ضرورت نہ تھی ۔ حضرت شاہ رفیع الدینؒ نے کلمات الحق کا بڑا مفصّل ردّ لکھا جو ایک ضخیم کتاب دمغ الباطل کے نام سے شائع ہوئی ۔ کتاب مخطوطہ کی شکل میں تھی جس کو ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کی طرف سے شائع کیا گیا ہے ۔ اس کا ایک مناسب مقدمہ بھی احقر عبدالحمید سواتی کے قلم سے درج ہے جس میں مصنف کی کتب اور اس کتاب کا پس منظر اور اہمیّت اور مسئلہ وحدۃ الوجود کی معتد بہ تشریح و تفصیل بھی موجود ہے ۔ اس کتاب کو علماء و محققین نے بہت پسند کیا ۔ حقیقت یہ ہے کہ شاہ رفیع الدینؒ نے بڑی تفصیل کے ساتھ لکھا ہے کہ ربط الحادث بالقدیم کے بارہ میں تقریباً سینتالیس ۴۷ نظریات پائے جاتے ہیں ان میں ایک نظریہ وحدۃ الوجود ہے جو سب سے زیادہ و بہتر ہے اور ایک نظریہ وحدۃ الشہود ہے جو حضرت مجدّد الف ثانیؒ سے

پہلے بھی پایا جاتا تھا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ اس کے بانی مبانی یا موجد نہیں۔ البتہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اس نظریہ کی بڑی وضاحت کی ہے اور اس کو راجح قرار دیا ہے۔ تشریحات و توضیحات کے علاوہ کوئی خاص بات نہیں فرمائی اور حضرت ابن عربیؒ کے ساتھ بعض تشریحات و مسائل میں اختلاف بھی کیا ہے اور ان کو پورا حق حاصل تھا کہ وہ اختلاف کرتے اور اس مسلک کو راجح قرار دیتے۔ انھوں نے ایسا ہی کیا ہے لیکن ابن عربیؒ کو برا بھلا نہیں کہا جیسا کہ بعض دوسرے حضرات نے اس قسم کی باتیں کی ہیں۔ وحدۃ الوجود کا مسئلہ بہت دقیق اور مشکل ہے۔ اکثر محققین اس میں زیادہ کلام کرنے کو پسند نہیں کرتے لیکن تمام ایسے مسائل جب ایک دفعہ چھڑ جاتے ہیں تو پھر اہل حق پر فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے علم و فہم کے مطابق اس میں صحیح اور غلط کا امتیاز کریں۔ لوگوں کو گمراہی سے بچائیں۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ وجود کے تین مراتب بیان کرتے ہیں۔

۱۔ ذاتِ بحت

۲۔ مرتبہ عقل

۳۔ شخص اکبر

مرتبہ عقل کا صدور ذات بحت سے لزوم و اقتضائے ذات کے طریق سے ہوتا ہے جیسا کہ مثلاً چار کے عدد کے ساتھ زوج یا آفتاب کے ساتھ ضوء کا لزوم ہوتا ہے۔ جس طرح ذات کے اقتضائے سے صفات کا ظہور ہوتا ہے اسی طرح صفات کے اقتضائے سے شخص اکبر کا صدور ہوا شخص اکبر ایک وحدت میں منسلک ہے۔ شخص اکبر کا صدور یا ظہور بھی ذات بحت سے ہوا ہے۔ لیکن بواسطہ صفات کے۔ حقیقۃ الحقائق، ذات الٰہی جو تمام اشیاء کی حقیقت، علّت اولیٰ اور قیوم ہے وہ فی حد ذاتہ واحد ہے اس میں کسی قسم کا تعدّد نہیں۔ باعتبار تجلیاتِ کثیرہ اور تعینات متعددہ کے مختلف مراتب میں جوہریہ ہوں یا عرضیہ میں اس کا ظہور ہوتا ہے۔ وجودِ اقصیٰ، وجودِ مطلق، حقیقۃ الحقائق یا حقیقتِ جامعہ سے مراد حق تعالیٰ کی ذاتِ اقدس ہوتی ہے۔ تجلیات اعدام پر پڑتی ہیں تو اعیان ثابتہ کا ظہور ہوتا ہے اور ہر شخص کی عین ثابتہ الگ الگ ہوتی ہے۔ وجود کا لحاظ بغیر نسبت و اعتبارات اور ہر قسم کی قیود و نعوت و اضافات سے مبرّا، وجودِ مطلق، ذات بحت، ہستی صرف، غیب ہویت، احدیت مطلقہ، احدیتِ ذاتیہ سے تعبیر کرتے

ہیں۔ یہ مرتبہ تمام مراتب سے بلند و برتر ہے۔ اس کے ساتھ کسی قسم کے علم و کشف و شہود وغیرہ کا تعلق نہیں ہوسکتا۔ علم و دانش کا دامن ادراک اس کو پانے سے درماندہ ولاچار ہے۔ دیدہ کشف و شہود سے اس کے جمال بے مثال کو دیکھا نہیں جاسکتا۔ اس لیے اس مرتبہ و درجہ کو لاتعین اور اطلاق کہتے ہیں۔ مرتبہ لاتعین تمام قیود، اعتبارات، نعوت، صفات، اضافات سے مقدس و منزہ ہوتا ہے۔ نہ زبان اس کی تعبیر کرسکتی ہے نہ عقل کی رسائی اس کی کنہ تک ہوسکتی ہے۔ علم و کشف کے تمام ادراکات سے وہ منزہ اور وراء ہے وجود کا اطلاق اگرچہ تمام موجودات پر ہوتا ہے خواہ وہ ذہنی وجود رکھتے ہوں یا خارجی وجود۔ ان سب پر وجود مقول و محمول ہوتا ہے مگر اس وجود کے مراتب تنزلات ہوتے ہیں۔ علم کے اعتبار سے بھی اور عینیت کے اعتبار سے بھی۔ چنانچہ ان مراتب کے ساتھ ادراک و کشف و شہود کا تعلق ہوتا ہے اس وجود کے مراتب آپس میں بہت متفاوت ہیں بعض مراتب بعض سے بلند ہیں اور ہر مرتبہ کے اسماء، صفات، نسبتیں اور اعتبارات الگ الگ اور مخصوص ہیں جو باقی مراتب میں نہیں۔ مثلاً مرتبہ الوہیت و ربوبیت کے اسماء و صفات الگ ہیں اور مرتبہ عبودیت و مخلوقیت کے اسماء الگ ہیں ایک مرتبہ کے اسماء کا اطلاق دوسرے پر درست نہیں۔ اگر مرتبہ الوہیت کے اسماء مثلاً اللہ یا رحمٰن وغیرہ کا اطلاق مراتب کونیہ پر کیا گیا تو یہ عین کفر و زندقہ ہوگا۔ اسی طرح مرتبہ کونیہ کے مخصوص اسماء کا اطلاق مرتبہ الوہیت پر انتہائی درجہ کی گمراہی، الحاد و ضلالت و خذلان ہوگا۔ جیسا کہ ملا جامیؒ نے کہا ہے:

؎ ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد : گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

مثلاً پہلے تینوں مراتب الوہیت ہیں۔ ان کا اطلاق مراتب امکانیہ یا کونیہ کے اسماء پر درست نہیں۔ اسی طرح مراتب کونیہ اور خلق کا اطلاق مراتب الوہیت پر درست نہیں۔ مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کتاب "عبقات" میں عوالم کی تقسیم اس طرح کرتے ہیں جس سے کائنات اور طبقات کا ربط و تعلق سمجھانے کی کوشش کی ہے۔

۱۔ عالم لاہوت: ذاتِ فاطر کو لاہوت سے تعبیر کرتے ہیں۔

۲۔ عالم جبروت: تجلیات، اسماء الٰہیہ، نفس کلیہ کو جبروت سے تعبیر کرتے ہیں۔

۳ــــ عالمِ ملکوت: ارواح اور مثال کو ملکوت سے تعبیر کرتے ہیں۔

۴ــــ عالمِ ناسوت: اجسام، اعراض اور قوی کو ناسوت سے تعبیر کرتے ہیں۔

وحدۃ الوجود کو ماننے والے بزرگانِ دین تنزل کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں اور تنزل کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ ہستی اور ذات کا اپنے مقام پر رہتے ہوئے دوسرے مرتبہ میں ظہور بغیر کسی قسم کے تغیر و تبدل کے جیساکہ الآن کما کان۔ ذاتِ بحت کے مرتبہ کو چھوڑ کر تنزلاتِ ستہ شمار ہوتے ہیں۔

۱ــــ مرتبہ علمِ اجمالی۔

۲ــــ مرتبہ علمِ تفصیلی۔

۳ــــ مرتبہ ارواح۔

۴ــــ مرتبہ عالمِ مثال۔

۵ــــ مرتبہ عالمِ اجسام۔

۶ــــ مرتبہ جامع المراتب (مرتبہ انسان کامل)

اگر پہلے مرتبہ کو بھی شمار کیا جائے تو یہ سات ہوں گے لیکن عام طور پر پہلے مرتبہ یعنی ذاتِ بحت کے مرتبہ کو نکال کر باقی مراتب یا تنزلات ستہ ہی شمار ہوتے ہیں۔ بعض بزرگانِ دین حضرات خمسہ کے عنوان سے ذکر کرتے ہیں۔ وجود مطلق کا مرتبہ احدیت ذاتیہ کا مرتبہ، مرتبہ وحدت جو دو مراتب کے قائم مقام ہے اور مرتبہ واحدیت۔ واللہ اعلم بالصواب۔

جب کوئی اللہ تعالیٰ کا بندہ جو سلوک و تصوّف کے مراتب طے کرنے کے لیے کوشاں ہو، اور اس پر حال کا غلبہ ہو اور وہ اپنی وہمی انانیت کو فنا کردے اور اس کا اپنا تقرر محو ہو جائے تو اس وقت حق تعالیٰ کی ہستی اور اس کا وجود اقدس اس کے نزدیک ثابت ہوگا اور ہر چیز اس کو جو ماسوی اللہ ہے فانی، زائل اور بے حقیقت نظر آئے گی۔

ع کل شیء ما خلا اللہ باطل

اور یہ بات بجز اتباع شریعت و طریقت ممکن نہیں۔ بزرگانِ دین کے نزدیک قرب فرائض کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ بندہ تمام موجودات کے شعور سے حتّٰی کہ اپنے شعور سے بھی فنا ہو جائے تو پھر اس پر وجودِ حق کا انکشاف و ادراک ہوگا۔ یہ قرب فرائض کا ثمرہ ہے اور قرب نوافل کا مفہوم

صفات بشریت کا زوال اور حق تعالیٰ کی صفات کی جلوہ گری اس پر ہونے لگے تو ایسے موقع پر ممکن ہے کہ ایسا شخص کان کے بجائے سارے جسم سے سننے لگے اور آنکھ کے بجائے سارے جسم سے دیکھنے لگ جائے۔ انسانی صفات کا فنا اور اللہ تعالیٰ کی صفات کی جلوہ گری یہ قرب نوافل کا ثمرہ ہے۔

عالم کے تین مواطن مانے جاتے ہیں۔ ایک تعین اوّل اسکو شیون سے مسمّیٰ کیا جاتا ہے اور دوسرا تعین ثانی اس کو اعیانِ ثابتہ سے موسوم کیا جاتا ہے اور تیسرا تعین فی الخارج اس کو اعیانِ خارجیہ سے مسمّیٰ کیا جاتا ہے۔ جہاں تک اعیان ثابتہ کا تعلق ہے تو اس کے بارہ میں بزرگانِ دین کہتے ہیں کہ "الاعیان الثابتۃ ماشمت رائحۃ الوجود" کہ اعیانِ ثابتہ نے تو وجود کی بُو تک نہیں سُونگھی۔ جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ ان کے احکام و آثار ہوتے ہیں۔ (یعنی اعیانِ ثابتہ کا خارج کے اعتبار سے کوئی وجود نہیں ہوتا تو وہ صرف صفات وغیرہ کے مرتبہ میں ہوتے ہیں۔ ہر چیز کا ادراک محض وجود کی وجہ سے ہوتا ہے۔ عالم کو یہ بزرگ بجمیع اجزائہٖ مجموعہ اعراض کہتے ہیں۔ ان کا معروض وجود ہے اور یہ وجود تمام موجودات میں جاری و ساری ہے۔ لیکن یہ سریان، اتحاد اور حلول کے بغیر ہے چنانچہ امام عبدالکریم جیلیؒ اپنی کتاب "انسان کامل" ص۳۳ میں لکھتے ہیں:

الموجود بکمالہ من غیر حلول فی کل ذرۃ۔	وہ ذات اقدس ہر ہر ذرہ میں اپنے پورے کمال کے ساتھ موجود ہے لیکن حلول کے بغیر۔

حضرت خواجہ ابوسعید مخزومیؒ لکھتے ہیں:

وان ذٰلک الوجود لیس بحالٍ فی الموجودات ولا متحدٍ بھا لان الحلول والاتحاد لابد لھما من الموجودین حتی یحل احدھما فی الاخر ویتحد احدھما بالاخر والوجود واحد لا تعدد لہ اصلاً	اور بے شک یہ بات ہے کہ یہ وجود موجودات میں حلول کرنے والا نہیں اور نہ وہ ان موجودات کے ساتھ متحد ہے۔ اس لیے کہ حلول اور اتحاد کے لیے ضروری ہے کہ دو موجود ہوں تاکہ ایک موجود دوسرے کے ساتھ متحد ہو اور حال یہ ہے کہ وجود تو صرف ایک ہی ہے اس میں کسی قسم کا تعدد بالکل نہیں۔ کیونکہ

وانما التعدد فی الصفات علی ما یشھد بہ ذوق العارفین ووجدانھم وان العبودیۃ والتکالیف والراحۃ والعذاب والآلام کلھا راجعۃ الی التعینات۔ (تحفہ مرسلہ مع شرح ص۵)

تعدد صفات کے اندر ہے۔ وجود میں نہیں جیسا کہ عارفین کا ذوق اور ان کا وجدان اس کی شہادت دیتا ہے اور یہ بات بھی یقینی ہے کہ عبودیت اور تکالیف راحت اور عذاب اور تمام آلام یہ سب تعینات کی طرف راجع ہیں۔ (ان کا مرتبہ بعد میں ہے)

حضرت امام شاہ ولی اللہؒ صوفیاء اور اہلِ تصوّف کے سلسلہ میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت جنید بغدادیؒ کا دور جب آیا تو انھوں نے تصوّف وسلوک کو سنّت کے طریقہ پر مرتب کیا۔ اس کی تہذیب کی اور اس کو ملخص کیا۔ پس حضرت جنیدؒ کا طریقہ خیر محض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس طریقہ میں برکت ڈالی ہے اور اس طریقہ پر بے شمار مخلوق کو جمع کر دیا۔ پھر انکے بعد صوفیہ دوسری رسُومات میں پڑ گئے۔ مثلاً صوف کا لباس پہننا اور لوگوں کے سامنے اس فن کی باتیں اور کلام کرنا اور گانے اور قوالیاں وغیرہ سُننا ایک مدت تک یہ طریقہ جاری رہا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس طریقہ کی تجدید حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ کے ذریعہ فرمائی اور اسی طرح حضرت شیخ ابنِ عربیؒ کے ذریعہ تجدید کرائی اور ان پر اللہ تعالیٰ نے علوم ومعارف کے بیحد وبیشمار دروازے کھول دیئے چنانچہ شیخ ابنِ عربیؒ علوم ومعارف اور کشفیات کے بحر زخار تھے اور وحدۃ الوجود کے امام تھے اور اس طریقہ کی تشریح وتفسیر کرنے میں حدِّ کمال تک پہنچے ہوئے تھے صوفیاء کرام میں ان کی نظیر نہیں ملتی۔ لیکن شریعت وطریقت کی تمام حدود کی صحیح حفاظت کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے تھے۔ ان کے کلام میں اشتباہ واغلاق بھی کافی واقع ہوا ہے لیکن وہ بہرحال ایک کامل ولی اللہ تھے۔ اس کے بعد امام ولی اللہؒ فرماتے ہیں:

ثم نبت فرقۃ خبیثۃ وھی الفرقۃ التی تزعم ان اللہ عین العالم والعالم عین اللہ۔ وانہ لیس ھنالک حساب ولا عذاب والذی ھو متحقق عندنا، ان الحکم بان اللہ

کہ اس کے بعد ایسا خبیث فرقہ پیدا ہوا جو یہ کہتا کہ اللہ تعالیٰ عالم کا عین ہے اور عالم بھی اللہ تعالیٰ کا عین ہے (یہ حلولی اور اتحادی فرقہ ہے) اور یہ کہ کوئی حساب کتاب نہیں اور نہ ہی کوئی عذاب ومواخذہ ہے۔ (امام ولی اللہؒ کہتے ہیں) حالانکہ یہ بات ہمارے نزدیک قطعی طور پر متحقق اور

تعالیٰ فرد واحد موجود یرضی ویسخط یعفو ویواخذ واجب یقتضیہ جبلۃ الانسان وفطرتہ فمن قصر فی ھذہ العقیدۃ فھو زندیق کافر۔ (تفہیمات الٰہیہ ص۲۰۶ ج۱)

ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ایک فردِ واحد یعنی یگانہ ویکتا اور موجود ہے جو مخلوق سے راضی ہوتا ہے، اور ناراض بھی ہوتا ہے معاف کرتا ہے اور مواخذہ بھی کرتا ہے یہ حکم واعتقاد واجب ہے جس کو انسان کی جبلت اور فطرت چاہتی ہے جو شخص اس عقیدہ میں کوتاہی کرے گا تو وہ زندیق اور کافر ہوگا۔

وجود ایک ایسی حقیقت ہے کہ ایسی صفات کے ساتھ متصف ہے جو بذاتہا موجود ہیں اور تمام موجودات کا وجود ان کے ساتھ موجود ہے اور یہ وجود اپنی کہنہ حقیقت کے اعتبار سے کسی کے لیے منکشف نہیں ہوتا نہ عقل اس کا ادراک کرسکتی ہے نہ وہم اور نہ حواس کے ذریعہ اس کا ادراک ہوسکتا ہے۔ نہ قیاس میں آسکتی ہے کیونکہ یہ تمام چیزیں محدَث (نوپیدا ہیں) اور محدَث صرف محدَث چیز کا ہی ادراک کرسکتی ہے۔ وجودِ اقدس اور اس کی صفات اس سے بلند وبرتر ہیں جو اس طرح معرفت کا ارادہ وسعی کرے گا تو سوائے تضییع اوقات کے اس کے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔

مرتبہ لاتعین جو مرتبہ اطلاق وذات بحت کہلاتا ہے۔ یہ مرتبہ تمام نعوت اضافات اور تمام قیود واعتبارات سے منزہ اور پاک ہے۔ یہ مرتبہ کنہ حق تعالیٰ ہے اور یہ مرتبہ تمام مراتب سے بلند وبرتر ہے۔

مرتبہ ثانیہ۔ مرتبہ تعین، مرتبہ علم اجمالی یعنی بغیر امتیاز کے بعض شیون کا بعض سے اور حقیقتِ محمدیہ کہلاتا ہے۔ مرتبہ حقیقت محمدیہ ایک ایسا جامع اسمِ الٰہی ہے جس کا فیض تمام اسماء پر جاری وساری ہے۔ یہ اپنی ظاہری صورت کے اعتبار سے عالم کے ظاہر اور اپنی باطنی صورت کے اعتبار سے باطن عالم کی تربیت وپرورش کرتا ہے اور یہ شان ربوبیت ہے۔ بشریت وعبدیت کا مرتبہ اس کے بہت بعد میں ہے۔ یہ مرتبہ جامع ہے تمام شیونِ الٰہیہ وکونیہ، ازلیہ وابدیہ پر یہ وحدۃ اور برزخیت اولیٰ اور جامع ہے احدیت اور واحدیت کے درمیان۔

مرتبہ ثالثہ: مرتبہ تعین ثانی یہ مرتبہ علم تفصیلی کا مرتبہ ہے جو مسمی واحدیہ سے کیا جاتا ہے یہ تعین یا تنزل کا درجہ دوم ہے یہ تمام شیون الٰہیہ اور کونیہ، ازلیہ و ابدیہ کا مرتبہ ہے یہ مرتبہ واحدیت کہلاتا ہے۔ یہ مرتبہ تمام تعینات فعلیہ موثرہ کا جامع مرتبہ الوہیت ہے۔ یہ تینوں مراتب قدیم ہیں تقدّم و تأخّر ان میں صرف عقلی ہے زمانی نہیں۔

مرتبہ رابعہ: یہ مرتبہ تفصیل ہے مرتبہ الوہیت کی۔ اور یہ ظاہر الوجود کا مرتبہ ہے۔ اور وجوب اس کا وصف خاص ہے۔ مرتبہ ارواح بھی اس کو کہتے ہیں یعنی اشیاء کونیہ مجردہ بسیطہ جو اپنی ذوات اور اپنے امثال پر ظاہر ہوتے ہیں۔ یعنی لطائف پر بھی ظاہر ہوتے ہیں۔ اور یہ مراد امثال سے۔

مرتبہ خامسہ: ان بزرگوں کے نزدیک یہ مرتبہ عالم مثال کہلاتا ہے۔ تاثر و انفعال اس کی شان ہے اور یہ مرتبہ کونیہ امکانیہ کہلاتا ہے۔ یعنی اشیاء کونیہ مرکبہ لطیفہ جو تجزی اور تبعیض اور خرق و التیام کو قبول نہیں کرتا۔ (عالم مثال ایک ایسا عالم ہے جس میں ہر چیز ایک خاص شکل میں متشکل ہو کر ظاہر ہوتی ہے اور دکھائی دیتی ہے اور اس عالم میں تزاحم و تضاد نہیں ہوتا۔ یہ مرتبہ مجرد محض اور مادی عالم کے درمیان ایک متوسط مرتبہ ہوتا ہے۔ امام ولی اللہؒ کے مطابق "القوة المتوسطة بين المجرد والمحسوس المنبثة في الافلاك كشئ واحد"

مرتبہ سادسہ: مرتبہ کونیہ کی تفصیل ہے۔ یہ مرتبہ عالم ہے۔ امکان اس کے لوازم میں سے ہے۔ عالم اجسام یا اشیاء کونیہ، مرکبہ، کثیفہ کا ظہور جو تجزی اور تبعیض کو قبول کرتا ہے۔

پہلا مرتبہ لاظہور یا لاتعین کہلاتا ہے۔ باقی چھ مراتب ظہور کہلاتے ہیں اور وجود باعتبار مرتبہ اطلاق کے تمام اشیاء سے منزہ ہوتا ہے اور یہ وجود تمام موجودات پر محیط ہوتا ہے جیسا ملزوم، لازم پر اور موصوف صفت پر محیط ہوتا ہے۔ پہلا مرتبہ احدیت ذاتیہ کا ہوا اور باقی چھ مراتب یا تنزلات ستہ ہیں لیکن انسانی ترقی کے اعتبار سے ایک۔

مرتبہ سابعہ: بھی شمار کرتے ہیں جو ان کے نزدیک مرتبہ انسان کامل کہلاتا ہے

یعنی ایک ایسا جامع مرتبہ جس میں تمام مراتب مذکورہ خواہ وہ جسمانی ہوں یا روحانی یا نوری ہوں مرتبہ وحدۃ واحدیت سب کی جلوہ گری اس میں ہوتی ہے۔ اس کو تجلی اخر اور لباس اخیر سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ ترقی وعروج کے اعتبار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مرتبہ حاصل ہے۔

طباعتِ اوّل وسلاسل

تحفہ ابراہیمیہ کی طباعتِ اوّل حضرت مولانا حسین علیؒ کی حیات میں ان کے ایک تلمیذ اور مرید مولانا غلام نبیؒ نے کرائی تھی۔ مولانا چک ۱۰۷ شمالی سرگودھا میں رہتے تھے اور سکول میں عربی معلم تھے۔ انھوں نے تحفہ ابراہیمیہ طبع کرا کر حضرت مولانا حسین علیؒ کی خدمت میں پیش کیا تو حضرت بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اس کے کچھ نسخے ہمیں دے دو اور اس کے تبادل میں ہمارے پاس بلغۃ الحیران کے نسخے پڑے ہوئے ہیں وہ لے جاؤ۔ مولوی غلام نبیؒ نے بیان کیا کہ میں نے ایسا ہی کیا۔ کافی نسخے حضرتؒ کے پاس چھوڑ دیئے۔ حضرت کی خدمت میں جو علما حضرات بیعت کے لیے حاضر ہوتے تھے حضرتؒ ان کو تحفہ ابراہیمیہ کا نسخہ بھی عطا فرماتے تھے۔ چنانچہ جب حضرتؒ کی خدمت میں شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صاحب حاضر ہوئے تو حضرتؒ نے بیعت کے وقت تحفہ ابراہیمیہ کا نسخہ اپنے ہاتھ مبارک سے عنایت کیا اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اس کا مطالعہ کرو۔ اگر کوئی بات پوچھنی ہو تو وہ پوچھ لو۔ شیخ الحدیث نے مسجد میں بیٹھ کر تقریباً ایک گھنٹہ میں اس سب کا مطالعہ کر لیا اور حضرتؒ کو آگاہ کر دیا کہ میں نے اس کا مطالعہ کر لیا ہے تحفہ ابراہیمیہ تصوف اور سلوک کا رسالہ ہے فارسی زبان میں حضرت نے اسے تحریر فرمایا ہے اس میں سلاسل سب درج ہیں۔ احقر عبدالحمید سواتی عرض کرتا ہے کہ احقر نے اس رسالہ کا اردو زبان میں ترجمہ کیا اور ایک مبسوط مقدمہ بھی تحریر کیا جس میں حضرت مولانا حسین علیؒ کا تعارف اور ان کا علمی مقام بھی واضح کیا اور بعض مسائل پر بھی کلام کیا جو اصل رسالہ میں اجمالاً یا اشارۃً موجود ہیں۔ اس ترجمہ اور مقدمہ سے بہت فائدہ ہوا۔ عوام اور خواص دونوں کو اور مختلف رسائل و جرائد میں اس پر تبصرے شائع ہوئے اور بعض حضرات نے احقر کی طرف خطوط لکھے اور شکریہ ادا کیا کہ ہمیں معلوم نہیں تھا کہ حضرت مولانا صاحب اتنے اونچے پایہ کے بزرگ، عالم دین، فقیہ

محدّث، خداپرست، صوفی اور محقق تھے۔ پہلی طباعت والا یہ ہی نسخہ ہمارے پاس موجود ہے اگر یہ سلاسل ایسے مشکوک یا ناقابل برداشت تھے تو حضرت صاحبؒ نے کیوں برداشت کیے اور وہی سلاسل والا نسخہ ہی تمام حضرات کو دیتے رہے۔ حضرت قاضی شمس الدین صاحب مرحوم نے ہمارے نسخہ کے بعد تحفہ کا فارسی متن شائع کیا اور سلاسل کاٹ دیئے۔ یہ بات ناشر اوّل اور حضرت مولانا حسین علیؒ کے اعتماد پر بھی بے اعتمادی ہے اور تصنیفی دیانت کے بھی خلاف ہے۔ حضرت مولانا قاضی شمس الدینؒ ہمارے بزرگ تھے فضلائے دیوبند میں سے تھے بڑے عالم، فقیہ، محدّث، مفسّر قرآن، مصنّف اور عظیم مدرس تھے۔ تقریباً ساٹھ سال انھوں نے علم اور دین کی خدمت اپنی طاقت اور ذوق کے مطابق کی ہے۔ مرحوم احقر کے استاذ نہیں تھے لیکن احقر ان کا اساتذہ کی طرح احترام کرتا رہا۔ مزاج میں گرمی، شدّت اور حدّت بہت تھی۔ اکثر مسائل میں جمہور اہلِ علم علماء دیوبند کے ساتھ متفق تھے۔ بعض مسائل میں انفرادیت بھی اختیار کر لیتے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مقدسہ اور قبر مبارک پر حاضر ہو کر صلوٰۃ و سلام کے سماع کے اسی طرح قائل تھے جیسے تمام علماء دیوبند تھے۔ عذابِ قبر کے بھی جمہور کی طرح روح مع الجسد کے قائل تھے۔ عام اموات کے سماع کے قائل نہیں تھے۔ اپنی پارٹی اور جماعتی حمایت میں بعض اوقات غیر متوازن تحریریں بھی لکھ دیتے تھے اور تقریر و درس میں بھی اس قسم کی باتیں کر جاتے تھے۔ بہرحال احقر قاضی صاحبؒ کے حق میں دُعا ہی کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی بخشش و مغفرت فرمائے ان کی لغزشوں اور کوتاہیوں سے درگزر فرمائے اور ان کی خدمات اور تمام اعمالِ صالحہ کو قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں اپنے رحمت کے مقام میں جگہ عنایت فرمائے اور مقام عالی پر فائز فرمائے۔ آمین۔ احقر قاضی صاحبؒ پر تنقید نہیں کرتا۔ بلکہ تحفہ ابراہیمیہ کی طباعتِ جدید پر صرف چند حقائق اور واقعات کا اظہار مقصود ہے۔ اگر ان کا اظہار نہ کیا جاتا تو شاید بعض لوگوں کے لیے باعثِ استعجاب ہوتا۔ احقر کا تعلق قاضی صاحب مرحوم کے ساتھ آخر وقت تک نیازمندانہ رہا ہے۔ دو سال مدرسہ نصرۃ العلوم میں قاضی صاحب شیخ الحدیث بھی رہے ہیں۔ اکٹھا اور ساتھ رہنے کا اتفاق بھی ہوا ہے۔ احقر نے پہلے ایڈیشن میں مقدمہ میں جو حالات لکھے تھے وہ اسی طرح آج بھی درست

ہیں۔ قاضی مرحوم نے بہت سی اچھی کتابیں بھی تصنیف کی ہیں۔ مثلاً بخاری شریف کی مختصر تقریر، ابوداؤد شریف کی مختصر شرح، مسلم شریف کی شرح یہ سب عربی زبان میں ہیں اور التبیان فی تفسیر القرآن جو جلالین کے طریقہ پر عربی میں قرآن کی تفسیر مع بسیط مقدمہ، اور سورتوں کے خلاصے اسی طرح مشکوٰۃ شریف کی شرح صرف ایک جلد، عبدالرسول کی شرح اردو میں عمدہ کتاب ہے۔ تراویح پر دو رسالے اور مسئلہ حیاۃ النبیؐ پر دو رسالے القول الجلی جس میں علمی طرز اور مباحث کی بہ نسبت اناب شناب باتیں زیادہ ہیں۔ البتہ دوسرا رسالہ مسالک العلماء کچھ علمی انداز میں بہتر رسالہ ہے۔ اس کے علاوہ ایک تفسیر تیسیر القرآن ایک جلد اردو زبان میں لکھی تھی جس کی زبان پرانی طرز کی تھی جس کے بارہ میں احقر نے پہلی طباعت میں ذکر کیا تھا کہ تفسیر تو عمدہ ہے علمی نکات بھی اچھے ہیں۔ البتہ "ملّا رموزی" کی زبان میں لکھی گئی ہے جس سے افادہ مشکل ہوگا۔ قارئین کرام کے علم میں یہ بات ہونی چاہیئے کہ "ملّا رموزی" بھوپال کے رہنے والے ایک ادیب تھے جو اس قدیم طرز میں لکھتے تھے جو "ملّا رموزی کی گلابی اردو" کے ساتھ مشہور تھی یہ وہی زبان ہے جس میں شاہ رفیع الدّین محدّث دہلویؒ کا اردو ترجمہ قرآن ہے۔
قاضی صاحب مرحوم مناظرانہ ذوق بھی رکھتے تھے بہر حال قاضی صاحب مرحوم سب سے زیادہ تدریس کتب میں کامیاب تھے۔ مختصر طریقے پر پڑھاتے تھے اور تفہیم خوب کرا دیتے تھے سینکڑوں علماء اور طلباء حضرات نے قاضی صاحبؒ سے پڑھا ہے اور علمی استفادہ کیا۔ یہ سب ان کے لیے صدقہ جاریہ ہوگا۔ عوام کے لیے بھی درس قرآن بڑے ذوق و شوق سے دیتے تھے۔ اور علمی نکات بکثرت بیان کرتے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی ان تمام خدمات کو قبول فرمائے اور کوتاہیوں اور تقصیروں سے درگزر فرمائے اور اپنی آغوش رحمت میں جگہ دے۔ آمین۔

قول امیر المؤمنین سیدنا علیؓ

يَا رُبَّ جَوْهَرِ عِلْمٍ لَوْ اَبُوْحُ بِهٖ

لَقِيْلَ لِیْ اَنْتَ مِمَّنْ يَّعْبُدُ الْوَثَنَا

وَلَاسْتَحَلَّ رِجَالًا مُسْلِمُوْنَ دَمِیْ

يَرَوْنَ اَقْبَحَ مَا يَاْتُوْنَهٗ حَسَنَا

◎

قولِ جامیؒ

"ذات من حیث ہی از ہمہ اسماء و صفات معرا ست و از جمیع نسب و اضافات
مبرّا اتصاف او باین امور باعتبار توجہ است بعالم ظہور در تجلّی اوّل کہ خود بخود
بر خود تجلّی نمود نسبت علم و نور و وجود و شہود متحقق گشتہ ، و نسبت علم مقتضی
عالمیت و معلومیت شد ، و نور مستلزم ظاہریت و مظہریت ، و وجود مستتبع
واحدیت و موجودیت و شاہدیت و مشہودیت ، و ہمچنین ظہور کہ لازم نور ست
مشرق ست بہ بطون و بطون را تقدم ذاتی و اولیت ست ، نسبت با ظہور
پس اسم اوّل و آخر و ظاہر و باطن متعین شد۔ و ہمچنین در تجلّی ثانی و ثالث الی
ماشاء اللہ ، نسب و اضافات متضاعف می شود ، و ہر چند تضاعف
نسب و اسمائے او بیشتر ظہور او بلکہ خفائے او بیشتر ، فسبحان اللہ من احتجب
بمظاہر نورہ ، و ظہر باسبال ستورہ ، خفائے او باعتبار صرافت و اطلاق ذات ست
و ظہور او باعتبار مظاہر تعینات ۔"

فیوضاتِ حسینی

المعروف بہ —

تحفۂ ابراہیمیہ (فارسی مترجم)

تالیف

رئیس المفسرین عمدۃ المحدثین سند الفقہاء الصوفی الصافی
قامع البدعۃ قاطع الشرک مولانا حسین علیؒ الحنفی النقشبندی المجددیؒ
ساکن واں بھچراں ضلع میانوالی

ترجمہ و مقدمہ

از حضرت عبد الحمید سواتی
خادم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ناشر: ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ (مغربی پاکستان)

فہرست مُقدّمہ

فہرستِ مضامین

قولِ سعدیؒ

ایہا الناس جہان جائے تن آسانی نیست — مردِ دانا بجہاں داشتن ارزانی نیست
خفتگاں را خبر از زمزمۂ مُرغِ سحر نیست، — حیواں را خبر از عالمِ انسانی نیست
داروئے تربیت از پیرِ طریقت بُستان، — کآدمی را بتر از علتِ نادانی نیست
رُوئے اگر چند پریچہرۂ و زیبا باشد — نتواں دید در آئینہ کہ نورانی نیست
شب مردان خداوند، جہاں افروز است — روشنا نرا بحقیقت شب ظلمانی نیست
پنجۂ دیو ببازوئے ریاضت بشکن، — کآیں بسرپنجگی ظاہرِ جسمانی نیست
طاعت آں نیست کہ برخاک نہی پیشانی — صدق پیش آر کہ اخلاص بہ پیشانی نیست
حذر از پیروئ نفس کہ در راہ خدائے — مردم افگن تر ازیں غول بیابانی نیست
عالم و عابد و صُوفی ہمہ طفلان راہ اند — مرد اگر ہست بجز عالمِ ربانی نیست
با تو ترسم نکند شاہد رُوحانی رُوئے — کالتماس تو بجز لذتِ نفسانی نیست
سعدیا گرچہ سخندانُ مصالح گوئی، — بعمل کار برآید بہ سخندانی نیست
یارب از نیست بہست آمدہ از صنع توام — وآنچہ ہست از نظرِ علم تو پنہانی نیست،
گر برانی وگرم بندۂ مخلص خوانی — رُوئے نومیدیم از حضرت سُلطانی نیست
نا امید از درِ لطفِ تو کجا شاید رفت — تو ببخشائے کہ درگاہ ترا ثانی نیست

از کلیاتِ سعدیؒ

سواتی

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہٗ واشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ وان محمدا عبدہٗ ورسولہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ اٰلہٖ واصحابہ وازواجہ امہات المؤمنین وعلیٰ اتباعہ وانصارہ ومحبیہ اجمعین ۔

اما بعد!

کتاب تحفہ ابراہیمیہ کی اشاعت اور ترجمہ کا داعیہ صرف یہ جذبہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب رضا حاصل کرنے کا طریق معلوم ہوا اور یہ رسالہ چونکہ نہایت مختصر اور جامع ہے اور اس کے مصنف ملک کے نامور محقق اور اہل اللہ میں سے تھے اس لئے مناسب یہی خیال کیا کہ اس رسالہ کو مع ترجمہ شائع کرا دیا جائے تاکہ عوام و خواص بیک وقت اس سے مستفید ہو سکیں۔

مصنفؒ کا تعارف وحالات

سجاد بخاری صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت مولانا حسین علی سنہ ۱۲۸۳ھ میں پیدا ہوئے[1] ۱۳۰۲ھ میں حضرت مولانا رشید احمدؒ گنگوہی قدس سرہٗ کی خدمت میں گنگوہ حاضر ہو کر حدیث پڑھی اور

---

[1] لیکن حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحبؒ نے تحریر کیا ہے کہ تقریباً سنہ ۱۲۸۵ھ میں ولادت ہوئی ہے اور حضرت کی ابتدائی تعلیم مقام شادیا جو واں بھچراں کے قریب ایک موضع (اسٹیشن) ہے اور مقام ٹھریاں جو تھل میں ایک موضع ہے ہوئی ہے۔" سجاد بخاری صاحب اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ ابتدائی صرف و نحو اور فارسی نظم کی کتابیں اپنے والد حافظ میاں محمد صاحبؒ سے پڑھیں اور اس کے بعد موضع سیلو وال میں ایک مولوی صاحب سے دیگر کتب پڑھیں اور فنون کی تمام اونچی کتابیں مولانا احمد حسن صاحبؒ کانپوری سے پڑھیں"۔ ۱۲ سواتی

سند حاصل کی ۱۳۰۳ھ میں عارف ربانی حضرت مولانا محمد مظہر نانوتویؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر
تفسیر پڑھی اور ۱۳۰۴ھ میں مولانا احمد حسنؒ صاحب سے کانپور میں منطق و فلسفہ وغیرہ فنون کی تکمیل کی اور
مراجعت فرمائے وطن ہوئے وطن واپس آنے کے فوراً بعد درس و تدریس کا سلسلہ جاری کر دیا اور تقریباً
ساٹھ برس تک پاک و ہند کی سرزمین میں شمع ہدایت فروزاں کئے رہے آخر چار دانگ عالم میں رشد و
ہدایت کی روشنی پھیلانے اور علوم و معارف کا نور بکھیرنے کے بعد اپنے وقت کا وہ بہت بڑا محدث
اور عظیم مصلح رجب ۱۳۶۳ھ میں اپنے رب رحیم اور مولائے رؤف سے جا ملا تغمدہ اللہ برحمتہ
وغفرانہ واسکنہ بحبوحۃ جنانہ"۔ (تعلیم القرآن ماہ نومبر ۱۹۶۵ء)

خدمت خلق

تعلیم القرآن کے اسی نمبر میں سید عبید الاسلام زیبی کا ایک مضمون شائع ہوا ہے اس میں حضرت
مولانا حسین علیؒ کے متعلق بعض اہم واقعات درج ہیں صاحب مضمون مولانا غلام اللہ خان صاحب
کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت مولانا حسین علیؒ کی حیثیت ایک شفیق باپ اور ایک مہربان ماں
کی سی تھی وہ طلباء میں گھل مل کر رہتے تھے ان کے ساتھ کھاتے پیتے تھے اور ان سے خدمت لینے کی بجائے
الٹا ان کے آرام و آسائش کا خیال رکھتے تھے اس ضمن میں شیخ کے اس معمول کا ذکر عام لوگوں کے لئے حیرت
اور دلچسپی کا موجب ہوگا اور بہت ممکن ہے کہ بعض لوگوں کو اس کا یقین ہی نہ آئے لیکن شیخ کے تمام تلامذہ
اور احباب گواہ ہیں کہ شیخ ہر روز جب کہ طلباء ابھی خواب شیریں کے مزے لے رہے ہوتے تھے
خود ہی کوزوں میں پانی بھر دیا کرتے تھے طلباء جب فجر کی نماز کے لئے بیدار ہوتے تو انہیں وضو
کے لئے کوزے پانی سے بھرے ملتے تھے ابتداء میں جب میں وہاں گیا اور کئی دن مسلسل مجھے مسجد کے
کوزوں میں پانی بھرا ہوا ملتا رہا تو مجھے بھی حیرت ہوئی چنانچہ میں نے ایک طالب علم سے جو وہاں عرصہ
سے پڑھ رہا تھا دریافت کیا کہ ہم پر اتنا مہربان کون ہے ہمیں خبر تک نہیں ہوتی اور وہ ہر روز ہم سے
بیدار ہونے سے پہلے ہی ہمارے لئے کوزوں میں پانی بھر دیتا ہے جب مجھے معلوم ہوا کہ یہ خدمت شیخ
خود ہی انجام دیتے ہیں تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی دوسری شب میں نے اس بات کی تصدیق کرنے
کا فیصلہ کیا اور پوری رات بیداری میں گذاری آخر شب جب پانی کے برتنوں کے اٹھانے رکھنے کی آوازیں
آئیں تو میں دبے پاؤں اپنی جگہ سے اٹھ کر آہستہ آہستہ مسجد کی جانب گیا وہاں دیکھتا ہوں کہ شیخ کوزوں

میں پانی بھرنے میں مصروف ہیں میں نے ان سے ڈول لے کر خود پانی بھر دینا چاہا، لیکن شیخ نہ مانے اور مجھ سے فرمانے لگے کیا تم نہیں چاہتے کہ جو لوگ خدا کے دین کا علم حاصل کرتے ہیں ان کی تھوڑی سی خدمت سے مجھے بھی ثواب حاصل ہو جائے"۔

اخلاص

شیخ محض دولتِ علم ہی سے مالا مال نہ تھے بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مادی دولت سے بھی نوازا تھا وہ اپنے علاقہ کے کافی بڑے زمیندار تھے، زمینداری سے انہیں کافی آمدنی ہوتی تھی لیکن انہوں نے کبھی دولت اکٹھی کرنے اور دنیاوی ٹھاٹھ باٹھ کی زندگی اختیار کرنے کی خواہش نہیں کی کھیتی باڑی اور دیگر ذرائع سے جو کچھ حاصل ہوتا طلباء کے قیام وطعام اور مہمانوں کی خاطر تواضع پر صرف ہو جاتا کیونکہ مدرسہ کے لئے کسی سے کوئی چندہ نہیں لیتے تھے شیخ کے ایک صاحبزادے نے ایک بار شکایت کی کہ آپ گھر کی ضروریات کا کوئی خیال نہیں رکھتے جو کچھ ہوتا ہے طلباء کو ہی کھلا دیتے ہیں شیخ نے شکایت سنی تو یہ جواب دیا بیٹا تمہیں ان طلباء کا ممنون ہونا چاہیئے کہ ان کی وجہ سے خدا ہمیں بھی عزت کے ساتھ رزق دے رہا ہے"۔

طرزِ عمل

"شیخ انتہائی طور پر سادہ طبیعت والے اور منکسر المزاج واقع ہوئے تھے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ سادگی اور عاجزی ان کا طرۂ امتیاز تھی تو غلط نہ ہوگا کھدر کا کرتہ اور تہبند پہنتے تھے اور سر پر دستار باندھتے، ہل چلانے کھیتی باڑی کرنے اور گھر کے دیگر کام انجام دینے میں کبھی عار محسوس نہیں کرتے تھے ایک بار دہلی کے ایک عالم شیخ کے علم وفضل کا شہرہ سن کر واں بھچراں پہنچے اس وقت شیخ مٹی کا گارا بنا کر اپنے گھر کی دیوار درست کرنے میں مشغول تھے انہوں نے لوگوں سے شیخ کے بارہ میں دریافت کیا تو کسی نے اشارہ سے ان کی راہ نمائی کی مگر شیخ کو اس حالت میں دیکھ کر ان کو یقین نہ آیا لیکن جب انہیں بتایا گیا کہ ان سے مذاق نہیں کیا گیا وہ جن مولانا حسین علی کی جستجو میں دہلی سے یہاں تک پہنچے ہیں وہ یہی ہیں تو وہ انگشت بدنداں رہ گئے کچھ دنوں کے بعد جب وہ واں بھچراں سے واپس جا رہے تھے تو ان کی زبان پر یہ الفاظ تھے کہ مجھے اس علم وفضل کا مالک عالم باعمل مرکز ہندوستان دہلی میں بھی نظر نہیں آیا"۔

شیخ تعلقات سے بہت دور تھے

شیخ تعلقات کے بالکل قائل نہ تھے جب کوئی آپ سے ملنے یا مسئلہ پوچھنے آتا تو اس کے ساتھ سادگی اور بے تکلفی سے پیش آتے، آپ اپنی زمین میں کھیتی باڑی میں مصروف ہوتے کوئی اگر تلاش کرتا ہوا وہاں آجاتا تو اسے وہیں ریتلی زمین پر بٹھا دیتے اور تشفی بخش جواب دیتے مولانا غلام اللہ خان صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مجھے کسی عزیز نے گرم جرابیں تحفہ دیں میں نے خود استعمال کرنے کی بجائے اپنے شیخ کی نذر کرنے کا فیصلہ کیا جب میں واں بھچراں گھر سے واپس گیا تو یہ کہکر جرابیں حضرت کی خدمت میں پیش کر دیں کہ سردی کے دن ہیں ان کو آپ پہنیں آپ کو آرام ملے گا۔ حضرت نے کہنے سے جرابیں پہن لیں لیکن تھوڑی دیر بعد مجھے طلب کیا دیکھا تو جرابوں سے کیچڑ صاف کر رہے ہیں مجھے دیکھ کر فرمانے لگے "اللہ تم سے راضی ہو ان جرابوں کو پہن کر ذرا دور چلا تھا کہ یہ کیچڑ مٹی میں لتھڑ گئیں تم ان کو پہنو میں اتنی احتیاط نہیں برت سکتا" درحقیقت شیخ نے جرابیں پہن کر جوتے پہننے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔"

توحید بیان کرنے میں شدید انہماک

ڈومیلی تحصیل پنڈی گھیب کے حافظ نور محمد صاحب کا بیان ہے کہ شیخ کا قرآن سنانے اور توحید بیان کرنے کا شوق جنون کی حد تک پہنچا ہوا تھا کوئی شخص اگر اپنے ذاتی کام کے لئے بھی شیخ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو اسے توحید کی ضرور دعوت دیتے اور قرآن مجید کی کوئی آیت پڑھ کر اس کی تشریح کرنا اپنا فرض خیال کرتے۔ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت یوسف علیہ السلام سے قید خانہ میں جب دو قیدیوں نے اپنے اپنے خواب کی تعبیر دریافت کی تھی تو انھوں نے تعبیر خواب بتانے سے پہلے انہیں خدا کی وحدانیت سے آگاہ کرنا ضروری سمجھا تھا، آپ کا قول تھا کہ :-

"توحید اپنے بیان کے لئے کسی تمہید کی محتاج نہیں"

مولانا غلام اللہ خاں صاحب کا بیان ہے کہ جب میں نے سکول میں نویں جماعت سے انگریزی تعلیم ترک کر کے علم دین حاصل کرنا شروع کیا تھا میرے والد جو ہمارے گاؤں کے نمبردار بھی تھے میرے اس اقدام پر مجھ سے سخت ناراض تھے اور خوشی سے میری کوئی مالی امداد نہیں کرتے تھے ان کے خیال میں میں نے انگریزی تعلیم ترک کر کے اپنا مستقبل برباد کر لیا تھا میں نے انتہائی ناموافق حالات میں بھی تعلیم

کا سلسلہ جاری رکھا پھر جب میں فارغ التحصیل ہو کر گھر واپس آیا تو میرے والد نے میری شادی کا اہتمام کیا میری سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ شادی میں میرے شیخ ضرور شریک ہوں چنانچہ شادی کے موقعہ پر خود شیخ کو لینے کے لئے واں بھچراں پہنچا، اپنا مدعا بیان کیا شیخ نے پہلا سوال یہ کیا تھا کہ بھلا وہاں لوگ مجھ سے قرآن سنیں گے" مجھے اپنے گھر اور گاؤں کا حال معلوم تھا میں نے جواب دیا حضرت کوئی اور نہیں سنے گا تو میں ضرور سننے کے لئے موجود ہوں" شیخ مطمئن ہو گئے بس بس ہم ضرور چلیں گے بس کا مجھے ڈر تھا وہی ہوا شیخ جب میرے گاؤں تشریف لائے تو نہ صرف یہ کہ میرے والد نے کوئی خاص توجہ نہیں کی اور ان کی خدمت نہیں کی بلکہ میرے گاؤں کے گدی نشین پیر صاحب نے بھی ہر ممکن کوشش کی کہ شیخ کسی بھی وقت نمازیوں کے سامنے قرآن نہ بیان کرنے پائیں اور گاؤں کے لوگوں کو بھی شیخ کی باتیں سننے کا کوئی موقعہ نہ ملے لیکن میں اور میرے دو ایک دوست شیخ کی خدمت میں برابر حاضر رہے اور آپ کی آمد کی خبر سن کر علاقہ چھچھ کے بیشتر علماء بھی جمع ہو گئے تین دن تک علمی مجلس جمتی رہیں ہم نے خوب استفادہ کیا واپسی پر اگرچہ میں بڑا فکر مند اور شرمندہ تھا مگر شیخ کو قطعاً کوئی ملال نہیں تھا وہ بڑے خوش اور مطمئن نظر آتے تھے اور چلتے وقت بار بار کہے جاتے تھے کہ شکر ہے کہ مسئلہ بیان ہو گیا" شیخ اپنے تلامذہ سے خاص انس رکھتے تھے وہ ان کی تعلیم و تربیت کے علاوہ ان کی ذاتی ضروریات کا بھی خیال رکھتے تھے اور اس خوبی کے ساتھ کہ شاگرد کی عزت نفس قطعاً مجروح نہیں ہونے پاتی تھی جب میں فارغ التحصیل ہو کر واں بھچراں سے واپس اپنے گھر روانہ ہونے لگا تو دل میں سخت فکر مند تھا کہ جیب خالی ہے نہ کرایہ نہ زاد سفر عزت نفس کسی سے کچھ مانگ لینے میں مانع تھی اسی تردد میں جب سب سے مل کر رخصت ہوا تو شیخ نے باصرار میرے ساتھ ساتھ تھوڑی دور تک چلے اور آگے جا کر انہوں نے جیب سے دو روپے نکالے اور میرے حوالے کرتے ہوئے فرمایا کہ رکھ لو راستہ میں کام آئیں گے شیخ نے دو روپے عنایت فرمائے تھے جب کہ واپسی کے لئے مجھے صرف پونے دو روپے کی ضرورت تھی۔

طلباء کے ساتھ حسنِ سلوک

ایک بار شیخ کو کسی مقدمہ میں میانوالی عدالت میں پہنچنا تھا، آپ اس روز طلباء کا درس بھی موقوف کر سکتے تھے مگر آپ نے ان کا حرج کرنا مناسب نہ خیال کیا آج کل سورۃ شعراء پڑھا رہے تھے اس سورۃ کے مضامین کچھ زیادہ مشکل نہیں اور کچھ جلدی بھی تھی اس لئے آپ نے حسب معمول تفصیل سے سبق پڑھانے

کے بجائے ضروری اشارات ہی کو کافی سمجھا، ایک طالب علم جس کی سمجھ میں شاید کچھ بھی نہیں آرہا تھا اس نے بڑی بے ادبی سے یہ کہہ کر شیخ کو ٹوک دیا کہ آپ ہمیں پڑھا رہے ہیں یا ذلیل و خوار کر رہے ہیں، آپ کی کوئی بات بھی ہمارے پلے نہیں پڑ رہی" لیکن شیخ کی پیشانی پر شکن تک نہیں آئی اور دوبارہ ابتداء سے پڑھانا شروع کر دیا ایک ایک لفظ کی شرح بیان کی اور جب سبق ختم ہوگیا تو اس طالب علم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم لوگ اگر مجھے گالیاں بھی دو تو میں برا نہیں مناؤں گا میں تو اس توقع پر تمہاری ہر بات سننے کے لئے تیار ہوں کہ آج تم لوگ قرآن پاک کا جو علم حاصل کر رہے ہو کل اسے لوگوں تک بھی پہنچاؤ گے۔

مشاہدات

غالباً ۱۹۴۰ء کا زمانہ تھا حضرت مولانا حسین علیؒ شہر گوجرانوالہ تشریف لائے تھے (کاتب الحروف اس وقت مدرسہ انوار العلوم کا طالب علم تھا) اس وقت تشریف آوری کا مقصد حضرت مولانا عبدالعزیزؒ محدث گوجرانوالہ (تلمیذ شیخ الہندؒ) کی (جو حضرت مولانا حسین علیؒ کے شاگرد اور خلیفہ بھی تھے) بیمارپرسی تھا آپ نے یہاں تین دن قیام فرمایا اسی اثناء میں آپ نے درس قرآن بھی دیا تھا کاتب الحروف کی یہ پہلی اور آخری ملاقات تھی جس میں حضرت مولانا حسین علیؒ کی زیارت نصیب ہوئی آپ اس وقت کافی ضعیف ہو چکے تھے آواز بھی بہت پست ہو گئی تھی، آپ کا لباس بالکل سادہ تھا کھدر کا تہبند اور کرتہ اور اسی انداز کی سفید پگڑی سر پر تھی دراز قامت تھے مگر قد خمدار ہو چکا تھا جسم مضبوط ڈاڑھی پتلی موٹے موٹے اعضائے جسم چہرہ پر آثار تفکر نمایاں تھے ذکر الٰہی اور توجہ الی اللہ کی وجہ سے کشش نمایاں تھی بس اس وقت یہی آثار ہیں جو بندہ کاتب الحروف کے ذہن میں محفوظ رہ گئے ہیں۔

عجیب لطیفہ

اس کے بعد ۴۲-۱۹۴۱ء میں جب دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث پڑھ رہا تھا اور یہ بندہ کا تعلیمی اعتبار سے آخری سال تھا ایک عجیب لطیفہ پیش آیا ترمذی یا بخاری شریف کا درس ہو رہا تھا سیدی و مرشدی حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ پڑھا رہے تھے کہ اثنائے درس میں کسی طالب علم نے رقعہ دیا جس کا مضمون یہ تھا کہ میانوالی سے تار آیا ہے کہ حضرت مولانا حسین علیؒ جو حضرت گنگوہیؒ کے خلیفہ تھے وفات پا گئے ہیں حضرت شیخ الاسلام نے اپنی عادت مبارکہ کے مطابق رقعہ پڑھا اور اس کی تصحیح فرمائی کہ حضرت مولانا حسین علیؒ حضرت گنگوہیؒ کے تلمیذ تھے خلیفہ نہیں تھے، خلیفہ آپ حضرت خواجہ محمد عثمانؒ آف

موسازی کے تھے پھر حضرت مدنیؒ نے نہایت افسوس کا اظہار فرمایا اور دعائے مغفرت فرمائی اس کے بعد مدرسہ
میں ایصالِ ثواب کے لئے نودرہ میں (حسبِ دستور) طلباء اساتذہ حضرات بھی حاضر ہوئے، قرآن پاک کی تلاوت
ہوئی اور پھر حضرت کی مغفرت اور رفعت درجات کے لئے دعا کی گئی لیکن اس واقعہ کے چند دن بعد
معلوم ہوا کہ یہ تار کسی بدباطن نے دیا تھا حضرت مولانا حسین علیؒ تو ابھی تک بقیدِ حیات ہیں اس پر خوشی
ہوئی اس کے بعد تقریباً دو سال تک حضرت زندہ رہے۔

علمی صلاحیت

حضرت مولانا حسین علیؒ کو اللہ تعالیٰ نے بڑا وسیع علم عطا فرمایا تھا خصوصاً علم حدیث اور تفسیر
فقہ، علم کلام اور تصوف و سلوک میں بڑی وسیع دستگاہ رکھتے تھے اور بڑی ٹھوس علمیت اور استعداد کے
مالک تھے علم اسماء الرجال میں آپ کی نظر بڑی وسیع تھی احادیث کی نقد و جرح میں کامل تھے اور
مختلف احادیث کی تطبیق میں مہارت تامہ رکھتے تھے قرآن کریم کے ترجمہ اور مطالب کے بیان کرنے میں اور
مضامین کے استحضار اور آیات اور سورتوں کا ربط بیان کرنے میں تو اپنی نظیر آپ تھے مثنوی مولانا رومیؒ اور
رضی شرح کافیہ پر بڑا عبور تھا نحوی تحقیقات حسبِ موقعہ رضی سے کرتے تھے اور کئی مسائل میں رضی کی عبارتیں
زبانی پڑھ کر سنادیتے تھے اسی طرح مثنوی کے اشعار بھی بکثرت زبانی پڑھ کر بے شمار مسائل میں خصوصاً علم کلام
اور تصوف و سلوک اور حقائق و معارف کے بیان میں سنادیتے تھے تحفہ ابراہیمیہ سے ہی ناظرین
کرام اندازہ لگاسکتے ہیں کہ حضرتؒ کی شخصیت بڑی حد تک جامع تھی آپ کو علم و عمل دونوں میں اللہ تعالیٰ
نے وافر حصہ عطا فرمایا تھا علاوہ ازیں بہت ذاکر شاغل اور فنا فی التوحید تھے ہم نے ایک مرتبہ
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی زبان مبارک سے سنا تھا آپ فرماتے تھے کہ حضرت مولانا
حسین علیؒ کاملین میں سے تھے، آپ قرآن کے عاشق تھے اور توحید ان کا حال تھا۔

تبلیغ و اصلاح

حضرت مولانا حسین علیؒ کو تبلیغ میں بھی غایت درجہ کی دلچسپی تھی اور لوگوں کے عقائد کی اصلاح
میں بہت انہماک تھا پنجاب کے اکثر گدی نشین پیر صاحبان سے آپ بیحد نالاں تھے کیونکہ یہ لوگ
زمانہ کی گردش کے ساتھ ساتھ روحانیت سے یکسر محروم ہو کر خالص دنیاداری اور رسومات شرکیہ اور
بدعات کا شکار ہو چکے تھے اور آہستہ آہستہ خانقاہی نظام جو کسی زمانہ میں لوگوں کی اصلاحِ عقائد و اخلاق

اور روحانیت کے لحاظ سے تریاق کا حکم رکھتا تھا۔ بھٹکے ہوئے اور گمراہ لوگ یہاں پہنچ کر خدا پرست اور
باایمان بن جاتے تھے بالآخر یہی نظام خانقاہی بدعات و شرکیات رسومات کے گڑھ بن کر رہ گئے توحید
خالص تو عنقا ہو گئی دنیاداری کا یہ عالم تھا کہ انگریز کے دور میں موڑہ کے گدی نشین صاحب نے ایک انگریز
وائسرائے سے بینڈ باجے سے استقبال کرنے کی درخواست کی تھی جس پر پیر مہر علی شاہ صاحب مرحوم
نے بھی یہ کہہ کر افسوس کا اظہار کیا تھا کہ کیا درویشوں کے یہ کام ہوا کرتے ہیں ع

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

(دیکھو ملفوظات پیر مہر علی شاہ ص ۲۵) اس سے پیر صاحبان کی ذہنیت اور دنیاداری کا اندازہ
ہو سکتا ہے اس حالت پر سچے مسلمان کے دل میں دکھ اور درد کا پیدا ہونا قدرتی بات ہے حضرت مولانا
حسین علیؒ تو بہت حساس تھے اس سلسلہ میں جو خدمت اور کام اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ سے لیا ہے وہ
قابلِ داد ہے۔ حضرتؒ نے شرک، و بدعت کے خلاف نہ صرف وعظ ہی فرمائے بلکہ مناظرے اور
مباحثے اور علمی گفتگوئیں بھی فرمائیں اپنے تلامذہ اور مریدین کے علاوہ علماء کے ایک بہت بڑے حلقہ
میں دینِ حق کی سچی خدمت کا جذبہ پیدا کیا اور پھر محض لوجہ اللہ توحید کی تبلیغ اور شرک کی تردید کا
بے مثال کارنامہ انجام دیا اس لئے پنجاب اور بعض سرحدی علاقوں کے شرک نواز اور بدعت پسند لوگوں
نے آپ کو گستاخ، بے ادب، وہابی، وغیرہ کے القاب سے مطعون کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی خدمات
کو حسنِ قبولیت سے نوازا پنجاب کے اکثر علاقے سرحدی مقامات، بلوچستان، سرحدی ریاستیں، افغانستان
کشمیر اور سندھ اور بعض دیگر علاقوں میں بھی آپ کے تلامذہ اور آپ سے استفادہ کرنے والوں کی ایک بڑی
تعداد پائی جاتی ہے جو اپنے اپنے ظرف اور حوصلہ کے مطابق دین کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ رسوم پرست
اور حقیقت سے بے بہرہ گدی نشین اور باطل پرست جو بے عملی، بداعتقادی، شرکیات، بدعات پھیلاتے
ہیں ان کے خلاف یہ جہاد جاری ہے۔ و للہ الامر من قبل و من بعد۔

بیعت وارشاد

حضرت مولانا حسین علیؒ ایک شیخ برحق اور نیک دل، روشن ضمیر بزرگ تھے، مجاہدات و ریاضات
بھی آپ نے بہت کچھ کی تھیں اور اس کے ساتھ ساتھ علم اور علماء اور طلباء کی خدمت کو اپنا شعار بنا لیا تھا
آپ ہر ایک طریق میں مجاز تھے مگر خاص طور پر طریقہ نقشبندی مجددی میں بہت کامل تھے اس سلسلہ

مبارکہ کی نمایاں علامات یا امتیازی شان ذکر الٰہی کی کثرت اور اتباع سنت نبوی ہے توحید کی تبلیغ کو بڑی اہمیت حاصل ہے گویا یہ اصل الاصول ہے، آپ سے عوام کے علاوہ بہت سے علماء اس طریقہ میں بیعت ہوئے اور پھر اپنے اپنے ذوق اور استعداد کے مطابق فیض یاب ہوئے۔

تحفہ ابراھیمیہ سے ناظرین کرام اندازہ لگا سکتے ہیں کہ نقشبندی طریقہ سلوک کو حضرتؒ کے نزدیک زیادہ اہمیت حاصل تھی اور زیادہ تر اسی طریق میں آپ بیعت فرماتے تھے لیکن آپ کو تمام معروف طرق تصوف وسلوک میں اجازت اور مناسبت حاصل تھی۔

حضرت خواجہ محمد عثمانؒ سے تعلق

فوائد عثمانی میں تحریر ہے کہ مولوی حسین علی صاحبؒ قوم میانہ[1] ساکن واں بھچراں سلمہ اللہ تعالےٰ حضرت (خواجہ محمد عثمانؒ) کے خاص اصحاب اور اعظم خلفاء میں سے ہیں عالم، فاضل جید صوفی کامل خوش استعداد، ظاہری وباطنی رکھتے ہیں اور استاذ ہیں (خواجہ محمد عثمانؒ کے) صاحبزادوں کے آپ نے علم صرف، نحو، منطق، حمد اللہ تک اپنے ملک میں پڑھا تھا اور باقی علم حدیث اصول فقہ، منطق، فلسفہ، چغمینی، اقلیدس وغیرہ ہندوستان میں پڑھے ہیں، تحصیل علوم کے بعد جب کہ آپ کی عمر میں سے بیس سال گذر چکے تھے تو شوق جستجو اور تلاش مرشد ہوئی، استخارے شروع کئے خواب میں ایک درویش کو دیکھا اور ان کے مکان کو۔ درویشوں کے حالات دریافت کرنے شروع کر دیئے اور ان درویشوں کے مقامات کی علامات دریافت کرنی شروع کی آخر ایک طالب علم جو حضرت (مولانا حسین علیؒ) سے حدیث شریف پڑھتا تھا اس نے سوان کی خانقاہ کا نشان بتایا اور حضرت (خواجہ محمد عثمانؒ) کی شکل وصورت بیان کی اس کے سنتے ہی آپ روانہ ہو گئے جب خانقاہ شریف سوان پہنچے تو وہی مقام اور وہی شکل وصورت دیکھی جیسا کہ خواب میں دیکھا تھا حضرت خواجہ صاحب نے پوچھا کہاں سے آئے ہو عرض کیا قصبہ واں بھچراں سے فرمایا کہ مولوی حسین علیؒ کا کچھ حال معلوم ہے عرض کیا خیریت سے ہے پھر فرمایا کہ کیا تم اس کے اقرباء میں سے ہو عرض کیا میں خود حسین علی ہوں خواجہ صاحب ان کو لے گئے اور نہایت عزت سے بٹھایا تھوڑے وقفے کے بعد انہوں نے بیعت ہونے کے لئے

---

[1] مولانا قاضی شمس الدین صاحب اپنی ایک تحریر میں لکھتے ہیں کہ مولانا حسین علیؒ کا سلسلۂ نسب راجپوت بھٹی خاندان سے ملتا ہے جو ہندوستان کا مشہور حکمران طبقہ رہا ہے ۱۲ سواتی

عرض کیا خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اس طریق میں کشف و کرامات نہیں، اس طریق میں تو اپنے آپ کو جلانا ہے (در یں طریق سوختن است) تم نے اس قدر عمر تحصیل علم کی تکلیف میں بسر کی ہے پھر کیوں اپنے آپکو جلاتے ہو (بازچراہی سوزی) عرض کیا کہ حضور محض دین کے لئے آیا ہوں آخر کار حضرت نے بیعت سے مشرف فرمایا اور طریقہ عالیہ میں داخل کیا اور حضرت خواجہ صاحب کے سامنے بے انتہاء مورد الطاف ہوئے جب آپ کا سبق مقام کمالات نبوت تک پہنچا تو خواجہؒ نے آپ کو خلعت عطا فرمائی اور بیعت کرنے کی اجازت فرمائی اور اجازت نامہ لکھ کر عطا فرمایا اور نیز دلائل الخیرات اور حزب البحر کی اجازت بھی عطا فرمائی آپ حضرت خواجہ محمد عثمانؒ کے صاحبزادوں کے ساتھ کمال درجہ کی الفت رکھتے تھے خواجہؒ کی وفات کے بعد مولانا حسین علیؒ نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں حقائق و معارف آگاہ خواجہ محمد سراج الدینؒ (فرزند حضرت خواجہ محمد عثمانؒ) کے حلقہ میں بیٹھا ہوا تھا میری توجہ انہی کی طرف تھی وہ شخص اس وقت خواجہ محمد عثمانؒ کی طرف متوجہ تھے ایک خدائی ندا (ہاتف کی آواز) آئی کہ ان دونوں کو خانقاہ سے باہر کرو اس واقعہ کے بعد میں نے حضرت خواجہ عثمانؒ کی طرف توجہ نہیں کی بلکہ خواجہ سراج الدینؒ کی طرف ہی متوجہ رہتا تھا کہ ان کی طرف توجہ گویا بعینہ خواجہ عثمانؒ کی طرف توجہ ہے۔

حضرت مولانا حسین علیؒ بڑے صاحب حالات ہیں اور کشف صحیح رکھنے والے ہیں اکثر اوقات بڑے اچھے خواب دیکھتے ہیں[۱] ان کے باطنی حالات بہت ہیں طوالت کی وجہ سے اختصار کیا ہے۔

---

[۱] حضرت مولانا کے بعض خواب نہایت معنی خیز ہیں چنانچہ ایک خواب تحفہ ابراہیمیہ کے آخر میں درج ہے مولاناؒ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں حضرت امام اعظمؒ کی قبر مبارک کے پاس ہوں حضرت امام صاحبؒ نے اپنی قبر سے نکل کر میرے ساتھ معانقہ کیا" الحمد للہ علی ذالک ——— اس خواب کی تعبیر بالکل ظاہر ہے، حضرت مولانا حسین علیؒ کو اللہ تعالیٰ نے امام اعظم ابو حنیفہؒ کے علوم سے وافر حصہ عطا فرمایا اور اس کی خدمت کا موقعہ بھی دیا بلغۃ الحیران کے آخر میں چند خواب درج ہیں حضرت مولاناؒ فرماتے ہیں کہ:-

(۱) میں نے خواب میں اپنے مرشد حضرت خواجہ عثمانؒ کو دیکھا وہ مجھے قرآن کریم کی ایک چھوٹے حجم والی تفسیر عطا فرماتے رہیں میں نے عرض کیا کہ یہ سارے قرآن کریم کی تفسیر ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں!

(۲) میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک تفسیر مجھ کو رب العالمین کی طرف سے عطا کی گئی ہے

(۳) میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے اپنی گود مبارک میں لیا (باقی اگلے صفحے پر)

تعالےٰ ان کی عمر اور عمل میں برکت عطا فرمائے اور ان کے علم و عرفان سے مسلمانوں کو نفع پہنچائے۔

(فوائد عثمانی ص ۱۲۰ و ۱۲۱)

حضرت خواجہ محمد عثمانؒ

حضرت خواجہ محمد عثمانؒ کی ولادت باسعادت سنہ ۱۲۲۴ھ میں موضع لونی علاقہ کلاچی توابع ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں ہوئی حضرت حاجی دوست محمد قندھاریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے شرف بیعت حاصل کیا۔ فیوضات باطنی سے مستفید ہوتے رہے، اٹھارہ ۱۸ سال چار ۴ ماہ تیرہ ۱۳ دن تک شیخ کی خدمت اور صحبت میں بالالتزام رہے طریقہ نقشبندیہ کے تمام مقاماتِ سلوک طے کئے اور باوجود اس کے کہ حاجی صاحب کے ہزاروں خلفاء موجود تھے لیکن وفات کے وقت خواجہ عثمانؒ کو ہی اپنا قائم مقام اور

(صفحہ ۱۶ کا بقیہ حاشیہ) اور اپنی زبان مبارک میرے منہ میں داخل کی اور اپنا لعاب دہن مبارک میرے منہ میں ڈالا۔

(۴) میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت علیؓ مجھے قرآن کریم کی تفسیر تصنیف کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔

(۵) میں نے خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے تجھے اور تیرا اتباع کرنے والوں کی خطاؤں کو معاف کر دیا ہے۔

(۶) میں نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے ساتھ معانقہ فرمایا اور اسی معانقہ کی حالت میں مجھے پلصراط پر سے لے گئے۔

(۷) میں نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے لئے ایک "ضمنیت" (خوشنودی کی دستاویز) لکھی اور اپنے ہاتھ مبارک سے اس پر مہر لگائی حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اکثر اکابر تھے میں نے بیت اللہ شریف کے پاس دعا مانگی پھر میں حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا میں نے عرض کیا الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ "حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے ساتھ معانقہ کیا اور مجھ کو لطائف اور اذکار سکھائے۔

(۸) میں نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم گر رہے ہیں میں نے آپ کو تھام لیا اور گرنے سے بچایا میں نے اسی وقت اس کی تعبیر کی کہ اس سے مراد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کو قائم کرنا اور شرک کو مٹانا ہے۔

(۹) مجھے یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو لوگ توحید میں تیری مخالفت کرتے ہیں وہ دجال ہیں۔

(۱۰) میں نے خواب میں دیکھا کہ تمام انبیاء کرام آدم علیہ السلام سے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تک سب بلند آواز سے پکار کر فرماتے ہیں کہ جس نے غیر اللہ کو پکارا یہ اعتقاد رکھتے ہوئے کہ وہ جانتا اور سنتا ہے تو وہ شخص کافر ہے۔

مکاشفہ: میں امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے مزار کے پاس بیٹھا ہوا تھا مکاشفہ کی حالت میں امام ربانیؒ نے مجھے فرمایا کہ توحید کا مسئلہ بیان کرنا

ص سلوک میں سب سے اعلےٰ درجہ ہے" ۱۲ سواتی

جانشین مقرر کیا، آپ کے مقامات مشہور روزگار ہیں ایک جہان نے آپ سے استفادہ کیا خراسان ملتان، پنجاب، سندھ و ہند کے ہزار ہا لوگوں نے آپ کے ہاتھ مبارک پر بیعت کی اور فیضیاب ہوئے انتیس سال دس ماہ مسند ارشاد پر بیٹھے اور طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ (کا فیض) جاری کیا۔ اشراق کے وقت سہ شنبہ ۲۲ شعبان المعظم ۱۳۱۴ھ وفات پائی۔ قبر مبارک خانقاہ موسیٰ زئی شریف میں کوہ کیسغر کے دامن میں واقع ہے اپنے مرشد کے زیر قدم (حاشیہ نواشد عثمانی ص۱۷) مولانا قاضی شمس الدین صاحب اپنی ایک تحریر میں لکھتے ہیں کہ:۔

"حضرت خواجہ محمد عثمانؒ، حضرت حاجی دوست محمد قندھاریؒ کے خلفاء میں سے ہیں جن کو ایک بزرگ استاذ کی دعا تھی آپ زمانہ طالب علمی میں مضافات پشاور میں ایک بزرگ یہاں پڑھتے تھے (وہ بزرگ) فی الجملہ طبیعت میں وسواس کے باعث روزانہ سحری کے وقت غسل کیا کرتے تھے جاڑے کا موسم اور یخ بستہ پانی ہوتا تھا حضرت خواجہ محمد عثمانؒ لکڑیاں جمع کر رکھتے تھے اور سحری کے وقت آگ جلا دیا کرتے تھے جب وہ بزرگ غسل کر کے آتے تو چپ چاپ آگ سینکنے کو بیٹھ جاتے اور ان کے سامنے کبھی کوئی جملہ دعائیہ وغیرہ نہ بولا کرتے۔"

حضرت خواجہ عثمانؒ بڑی خصوصیات کے حامل تھے، شب خیز، کم خور، کبھی دو دو مہینے تک کھانا نہ کھاتے صرف کوئی کھجور کا دانہ منہ میں چبا لیا اور بس، جب سفر میں جاتے تو کسی مرید کی دعوت قبول کرتے اور نہ کسی کے یہاں کھانا کھاتے ہر جگہ سفر میں اپنا ہی لنگر ہوتا اس پر دنیا حیران تھی کہ یہ کہاں سے آتا ہے، علوم دینیہ کا بڑا شوق تھا ایک ہزار روپے دے کر ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے کاتبوں سے تفسیر مظہری نقل کرائی تھی، کوئی مسئلہ پیش آتا تو باقاعدہ کتبخانہ سے کتابیں نکلوا کر تحقیق کر کے فتویٰ دیتے تھے مجددی سلوک (کے تمام دقائق مثلاً) ولایت صغریٰ، ولایت کبریٰ، ولایت علیا، کمالات نبوۃ دوائر حقائق (یعنی) حقیقت موسوی، حقیقت ابراہیمی، حقیقت محمدی، تو سس حب صرف تک تمام طے کیا ہوا تھا۔" مولانا محمد عبداللہ صاحب عمر پوری فاضل دارالعلوم دیوبند تلمیذ حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے میرے ایک استفسار پر اپنے مکتوب مورخہ ۸ رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ) میں تحریر فرمایا ہے کہ:۔

"حضرات نقشبندیہ مجددیہ فاروقیہ دہلویہ سے موسیٰ زئی شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں

چشمۂ فیض جاری ہوا یہاں سب سے پہلے تشریف فرما ہونے والے بزرگ حاجی دوست محمد قندھاریؒ ہیں جو حضرت شاہ احمد سعید مجددی دہلوی مدنیؒ (برادر استاذ العلماء شاہ عبدالغنی محدث دہلویؒ) کے فیض یافتہ ہیں، حضرت مولانا گنگوہیؒ بھی حضرت شاہ احمد سعیدؒ کی خدمت میں دہلی اکثر و بیشتر حاضری دیا کرتے تھے اور فرنگی کے خلاف جہاد ۱۸۵۷ء میں حضرت شاہ صاحبؒ کی مسجد اکبر آبادی (اب منہدم شدہ متصل لال قلعہ دہلی) میں علم جہاد بلند کرنے کی وجہ سے شروع ہوا تھا حضرت شاہ صاحبؒ کے حکم سے حضرت مولانا گنگوہیؒ، حضرت مولانا نانوتویؒ، حضرت حاجی امداد اللہ تھانویؒ شامل ہوئے تھے جس کے نتیجے میں حضرت شاہ صاحب اور حاجی صاحب نے ہجرت حجاز مقدس اختیار فرمائی تھی اور حضرت گنگوہیؒ اور حضرت نانوتویؒ پر مقدمات قائم کئے گئے تھے۔

حضرت خواجہ حاجی دوست محمد قندھاریؒ کے خلفاء میں سے ارشد خلیفہ خواجہ محمد عثمانؒ تھے جو خواجہ حاجی دوست محمد قندھاریؒ کی وفات پر ان کے جانشین ہوئے اور آپ کے خلفاء میں سے پھر آپ کے بعد آپ کے صاحبزادہ حضرت مولانا خواجہ سراج الدینؒ سجادہ نشین ہوئے آپ نہایت ہی تزک و احتشام کے مالک تھے اور عالم متبحر، آپ کو علم حدیث سے بے حد شغف تھا، اسی تشنگی کا علاج یہ تجویز ہوا کہ مبسوط سرخسیؒ کی احادیث کی تخریج کا مشغلہ اختیار کیا گیا اس کام میں حضرت مولانا حسین علیؒ کی معاونت لازمی قرار دی گئی حضرت خواجہ سراج الدینؒ کے خلفاء میں کثرت سے علماء شریک تھے (مولانا محمد امیر دامانی، مولانا فضل کریم کیسٹری شموزئی، مولانا مفتی احمد یار صاحب ڈیرہ اسمٰعیل خان، مولانا غلام حسن صاحب مولانا ابو سعد احمد خان صاحب بجھڑ دی کندیاں ضلع میانوالی۔

عالم شباب میں ہی حضرت مولانا خواجہ سراج الدینؒ کی وفات ہوئی بعارضہ ورم امعاء جس کے علاج کے لئے آپ دہلی میں حکیم حافظ محمد اجمل خانؒ کے زیر علاج بھی چند روز رہے آپ کے تین صاحبزادے تھے حافظ محمد ابراہیم، مولوی محمد عارف، مولوی محمد زاہد، باتفاق خلفاء حافظ محمد ابراہیم سجادہ نشین قرار دیئے گئے ان کی تعلیم و تکمیل کے لئے مولانا محمد امیر دامانی ساکن روڑہ ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان اور مولانا عطاء محمد ساکن سیلواں ضلع میانوالی کی خدمات حاصل کی گئیں اور ان کی روحانی تربیت حضرت مولانا حسین علیؒ کے سپرد ہوئی تکمیل پر دستار بندی ہوئی اور معمولات کو ایک خاص ترتیب سے تحریر فرما کر حضرت مولانا حسین علیؒ نے تحفہ ابراہیمیہ کے نام پر شائع فرمایا حضرت مولانا حسین علیؒ نے عنفوان شباب میں ہی گنگوہ سے

دستارِ فضیلت حاصل کر لی تھی اور تمام عمر قرآن کریم و حدیث شریف کی خدمت میں صرف فرمائی آپ نے سنن ابی داؤد کا حاشیہ بھی تحریر فرمایا، آپ نے اہل بدعت و شرک کی دھاندلی کا علاج قرآن کریم کی تعلیم کو عام کرنے سے تجویز فرمایا اور قرآن کریم کا غائر مطالعہ کرنے کے بعد اپنے نتائج افکار کو ایک تفسیر کی شکل میں ربط آیات کے مسلسل نظام سے بلغۃ الحیران کا نام دے کر شائع فرمایا آپ سے بہت سے اکابر علماء نے خلافت طریقت حاصل کی ہے جن میں حضرت مولانا غلام رسول صاحب انہی والے مولانا محمد امیر صاحب ساکن ممداں ضلع ملتان مولانا قاضی نور محمد صاحب، مولانا نصیر الدین ساکن غورغشتی کے نام قابل ذکر ہیں آپ کے حلقۂ تلمذ میں بھی جہاندہ علماء شامل ہیں مثلاً مولانا یار محمد ملتانی میراں ملہ، مولانا غلام اللہ خاں صاحب آپ کے صاحبزادوں میں مولانا عبدالرحمٰن صاحب آپ کے سجادہ نشین ہیں"

سجاد بخاری صاحب اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ:۔

"غالباً حضرتؒ کی ایک ہی بیوی تھی جن سے پانچ فرزند ہوئے مولانا صدرالدین صاحب، مولانا عبدالرحمٰن صاحب مولانا محمد صادق صاحب، مولانا محمد عبداللہ صاحب، مولانا عبدالرزاق صاحب پانچوں بقیدِ حیات ہیں"۔

خواجہ محمد سراج الدین صاحبؒ

فوائد عثمانی میں درج ہے کہ خواجہ سراج الدینؒ نے قرآن مجید ملا شاہ محمد صاحب اخوند قوم بابڑے سے پڑھا، نثر و نظم فارسی، صرف نحو، منطق، عقائد، مطول، علم قرأت، فقہ میں کنز الدقائق، شرح وقایہ اولین، ہدایہ اخیرین، قدوری اور اصول فقہ میں نور الانوار، مولوی حسامی تفسیر میں جلالین، حدیث میں مشکوٰۃ نصف اوّل ابن ماجہ نصف اول مولوی محمود شیرازی سے پڑھا، باقی کتب علوم، مولوی حسامی کا باقی حصہ آخر تک شرح وقایہ اخیرین، ہدایہ اولین تفسیر مدارک تنقیح الاصول مکمل، تلخیص، ترجمہ قرآن شریف، مشکوٰۃ نصف آخر، صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، مولوی حسین علیؒ سے پڑھا اور علم تصوف میں مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانیؒ ہر سہ جلد کامل شش دفتر پوری تحقیق کے ساتھ، اور دیگر کتب تصوف کما حقہ تحقیق و تفصیل کے ساتھ اپنے والد ماجد قبلہ سے پڑھی ہیں جب صاحبزادہ ممدوح ان علوم کی تحصیل سے فارغ ہوئے تو خواجہ عثمانؒ نے جلسہ دستار بندی میں شمولیت کے لئے بعض خلفاء و علماء فضلاء اور دوسرے محبین مخلصین کو آگاہ کیا آپ کی منشا کے مطابق اطراف و جوانب

سے مرید ہو گئے خواجہ عثمانؒ نے بروز پنجشنبہ ۱۴ رجمادی الاولیٰ ۱۳۱۳ھ بوقت صبح نماز کے بعد اور خواجگان نقشبندیہ مجددیہ کے ختم سے فارغ ہونے کے بعد حضرت خواجہ دوست محمد قندھاریؒ کے مزار پُرانوار پر مع مجمع حاضرین بیٹھے اور تین مرتبہ ختم قرآن پاک کیا اسکے بعد چند حافظ اور قاری صاحبان نے قرآن کی چند سورتیں بلند آواز سے حسب دستور (چنانچہ ختم کردن عادتِ پیرانِ ماست) پڑھا اختتام کے بعد خواجہ عثمانؒ نے حاجی دوست محمدؒ کے مزار کی طرف متوجہ ہو کر دعا کی دیر تک حتٰی کہ اس اثنا میں بعض حضرات مجذوب بھی ہو گئے (بعض حضرات پر اللہ تعالیٰ کی طرف کشش خاص کی حالت طاری ہو گئی) اسکے بعد پھر دوبارہ دعا کی، ان تمام حاضرین وغائبین کے لئے جو اس سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی طرف انتساب رکھتے تھے کہ حق تعالیٰ انکو فیض وبرکات وانوار سے مالا مال کر دے بحرمۃ النون والصاد بالنبی وآلہ الامجاد علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتحیات۔ پھر تیسری مرتبہ دعا کی تمام حاضرین مجلس کی حاجات وحل مشکلات کے لئے کہ اللہ تعالیٰ وتبارک تمام کاموں اور مہمات دینیہ ودنیویہ ان کے باحسن طریق پورا فرمائے اور کفایت فرمائے وصلے اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین۔

بعدازاں اپنے ہاتھ مبارک سے صاحبزادہ محمد سراج الدین صاحب کے سر پر نصف دستار باندھی باقی دو پیچ دستار مذکور کے مولوی محمود شیرازی صاحب نے اپنے ہاتھ سے پیٹے پھر دو پیچ اسی دستار کے مولوی حسین علیؒ صاحب نے پیٹے باقی دستار حضرت لعل شاہ صاحب نے تبرکاً صاحبزادہ صاحب کے سر پر باندھی اس کے بعد صاحبزادہ صاحب کو چوغہ پہنایا اور تمام حاضرین محفل نے مبارکباد دی۔

اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے دستارِ استاذی جناب مولوی محمود شیرازی صاحب کے سر پہ باندھی اور چوغہ پہنایا کیونکہ یہ اوّل استاذ تھے پھر اس کے بعد دستار استاذ جناب مولوی حسین علیؒ صاحب کے سر پہ باندھی اور چوغہ پہنایا کیونکہ یہ دوسرے استاذ تھے اور دستار فضیلت مانند صاحبزادہ کے مولوی محمد عیسیٰ خان صاحب کے سر پر باندھی اور چوغہ پہنایا کیونکہ یہ صاحبزادہ صاحب کے ہم سبق تھے اور ان کی ہمنشینی اور ہمراہی کے طفیل انہوں نے تحصیل علم کیا ؎

آہن کہ بپارس آشنا شد آں ہم بصورت طلاء شد؟

اس کے بعد دستار بزرگی جناب سید لعل شاہ ہمدانی بلاولی کے سر پہ باندھی کیونکہ وہ ہمارے

حضرت کے جلیل القدر خلیفہ تھے اور ان کو بشارت ضمنیت بھی حضرت کی طرف سے حاصل تھی اور چوغہ بھی پہنایا گیا تھا۔ اس کے بعد بعض دوسرے خلفاء و فضلاء کی دستار بندی ہوئی جن کے اسماء درج ذیل ہیں:۔

ملا محمد سعید اخوندزادہ برادر عزیز حضرت خواجہ صاحب، حاجی قلندر خان صاحب رئیس ڈھی حافظ محمد یار صاحب، قاضی عبدالرسول صاحب، قاضی قمر الدین صاحب، سید امیر شاہ صاحب احقر کاتب الحروف، مولوی نور خان صاحب، مولوی ولی محمد صاحب، قاضی عبدالغفار صاحب، عبدالمجید اخوندزادہ صاحب ملا خطار صاحب، ملا دیدار صاحب، مولوی نورالحق صاحب بعد فراغت جلسہ دستار بندی شیرینی تقسیم ہوئی حضرت خواجہ صاحب نے دعا فرمائی۔"
(فوائد عثمانی ص ۱۴۷ و ۱۴۸)

مولانا قاضی شمس الدین صاحب اپنی ایک تحریر میں فرماتے ہیں کہ:۔

حضرت خواجہ محمد سراج الدین صاحب مرحوم حضرت (مولانا حسین علیؒ) کے خواص شاگردوں میں سے تھے بلکہ اکثر علوم حضرت مرحوم سے ہی حاصل کئے تھے واقعہ یہ ہوا کہ حضرت خواجہ محمد عثمان مرحوم نے حضرت مرحوم کو موسیٰ زئی شریف آکر حضرت خواجہ محمد سراج الدین مرحوم کو پڑھانے کی دعوت دی اس پر حضرت مرحوم نے عرض کیا کہ پیچھے گھر کا انتظام کیسے ہوگا تو حضرت خواجہ محمد عثمانؒ نے ملا باران مرحوم کو واں بھچراں حضرت مرحوم کے گھر کے انتظام کے لئے بھیجا اور حضرت مرحوم موسیٰ زئی تشریف لے گئے اور خواجہ محمد سراج الدین مرحوم کو پڑھاتے رہے اور خود مجددی سلوک کی منازل طے کرتے رہے۔ حضرت مولانا حسین علیؒ ابتداء تو حضرت خواجہ محمد عثمانؒ سے بیعت ہوئے اور خلافت پائی اور اجازت نامہ خلافت خواجہ عثمان صاحبؒ نے اپنی وفات سے تین سال قبل ہی تحریر فرمایا تھا چنانچہ اجازت نامہ کا ترجمہ ملخص ہم ناظرین کرام کے سامنے پیش کرتے ہیں جس کے الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

" حمد و صلوٰۃ کے بعد فقیر حقیر لاشئی محمد عثمان کی طرف سے واضح ہو کہ حقائق و معارف آگاہ حاوی علوم عقلی و نقلی، راوی فنون فرعی و اصلی مولوی حسین علی صاحبؒ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے جب فقیر کے پاس آئے اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ میں داخل ہونے کی درخواست کی فقیر نے حسب دستور پیران کبار اسم اللہ ان کے لطیفہ قلب پر بٹھایا اللہ کے فضل

سے اور پیر دستگیر کی برکت سے روشن تاثیرات قوی درجہ کی اس لطیفہ میں ظاہر ہوئیں اور درجہ بدرجہ دیگر لطائف یعنی روح، سر، خفی، اخفی، نفس، قالب جیسے جیسے ماہ وسال گذرتے گئے ان تمام لطائف میں اذواق واشواق، استہلاک واضمحلال، بے خودی کا ظہور ہوتا رہا اس کے بعد نفی واثبات، مراقبہ احدیت، مراقبہ لطائف خمسہ جن کو مشربات کہتے ہیں اور ولایات ثلاثہ اور مراقبہ اسم الظاہر اور کمالات ثلاثہ کو طے کیا، اللہ تعالیٰ ان کے ان مقامات مذکورہ میں حالات اور تاثیرات حضور وجمعیت فنا وبقاء عطا فرمائے چونکہ مولوی صاحب ممدوح ذی استعداد تھے اس لئے اپنے پیر ومرشد قبلہ وکعبہ نور اللہ مرقدہ کی روش پر طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ کی اجازت انہیں دیدی، اللہ تعالیٰ انکو اپنی ذات اقدس کا محب عاشق بنائے اور اپنے پیران کبار کا محب بنائے بطفیل نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی آل کے اور اللہ تعالیٰ ان کو متقیوں کا پیشوا بنائے اب ان پر لازم ہے کہ طریقہ عالیہ کو رواج دیں اور اس طریقہ کی تلقین کریں طالبان حق کو ان کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے اور ان کا مقبول میرا مقبول ہے اور بشارت ہے ان لوگوں کے لئے جو ان کی اقتداء کریں اور میں ان کو تاکید کرتا ہوں کہ ذکر فکر پر مداومت رکھیں خلوۃ اور علیحدگی اختیار کریں اور اپنے تمام امور میں لوگوں سے یاس اور اللہ عزوجل سے ہی امید رکھیں اور اسی کی طرف توجہ رکھیں اور اجازت کی شرط استقامت ہے شریعت حقہ پر خداوند کریم میری زندگی اور ان کی زندگی کو اپنی رضا کے لئے بنا دے۔"

حضرت خواجہ عثمانؒ کی وفات کے بعد مولانا حسین علیؒ نے خواجہ سراج الدین صاحب کی طرف رجوع کیا خواجہ سراج الدین صاحبؒ نے جو اجازت نامہ تحریر کیا ہے اس میں درج ہے کہ:۔

"آخ صالح مولانا حسین علی رحمہ اللہ نے طریقہ نقشبندیہ میرے والد سے اخذ کیا تھا اور لطائف کی بیداری کے بعد انکو طریقہ عالیہ میں اجازت مطلقہ عطا فرمائی تھی والد صاحب جب بحکم الٰہی دنیا سے رخصت ہو گئے تو مولانا صاحب نے فقیر کی طرف رجوع کیا کہ باقی ماندہ اسباق کی تکمیل کریں اور پھر ابتداء سے اس سلسلہ کو شروع کریں باوجود عدم لیاقت کے میں نے ان کے سوال کو قبول کرنے سے چارہ کار نہ دیکھا حقیقت احمدی حب صرف، لاتعین، دائرہ سیف قاطع، دائرہ حقیقت صوم کا سبق میں نے دیا اپنے حسب حال انہوں نے حالات کا مشاہدہ کیا اور فقیر نے بھی مشاہدہ کیا وہ مجمع البحار اور معدن الانوار بن گئے میں نے بھی انکو اجازت مطلقہ دی طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں اور دیگر طرق

قادریہ چشتیہ، سہروردیہ، کبرویہ وغیرہ میں کہ وہ طالبانِ ہدایت کی بیعت لیں اور احباب کے قلوب میں سکینت اور حضوری کا القاء کریں اور اس طریق کے طالبان سے مسنون طریقہ پر بیعت لیں پس وہ میرے خلیفہ ہیں اور ان کا ہاتھ گویا میرا ہاتھ ہے، مبارک ہیں وہ لوگ جو ان کی اقتداء کریں"

حضرت مولانا حسین علیؒ کا خواجہ سراج الدینؒ کی طرف رجوع کرنا اخذ الاکابر عن الاصاغر کی بہترین مثال ہے اور دوسرے لوگوں کے لئے عبرت انگیز ہے پہلے زمانوں میں تو یہ سلسلہ برابر رہتا تھا محدثین کرام جس طرح اکابر سے اخذ کرتے تھے اسی طرح مساوی درجہ والوں سے اور اصاغر سے اخذ کرنے میں بھی کوئی باک نہیں رکھتے تھے آجکل اگر کسی کو تھوڑی سی برتری حاصل ہو جائے تو اسکی پاؤں زمین پر نہیں ٹکتے۔

تعلیم

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ حضرت مولانا حسین علیؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد اور اپنے علاقہ کے بعض دوسرے علماء سے حاصل کی لیکن اعلیٰ تعلیم کے لئے آپ کو ہندوستان کا سفر اختیار کرنا پڑا چنانچہ حضرت گنگوہیؒ مولانا محمد مظہر نانوتویؒ، مولانا احمد حسنؒ جیسے اکابر سے علم حاصل کیا، چنانچہ حضرت مولانا حسین علیؒ خود اپنی سند میں فرماتے ہیں کہ میں نے قرآن کریم کی تفسیر پہلے حضرت مولانا محمد مظہرؒ سے پڑھی جو حضرت شاہ اسحاقؒ کے شاگرد تھے اور وہ شاہ عبدالعزیزؒ کے اور وہ شاہ ولی اللہؒ اور پھر میں نے دوبارہ قرآن کریم کی کچھ تفسیر اپنے شیخ فی الحدیث مولانا رشید احمد گنگوہی سے پڑھی جو شاہ عبدالغنیؒ کے تلمیذ تھے، وہ شاہ اسحاقؒ کے اور اسی طرح مجھے قرآن کریم کی اجازت اپنے مرشد حضرت خواجہ محمد عثمانؒ سے بھی حاصل ہے ان کو اپنے مرشد حضرت حاجی دوست محمد صاحبؒ قندھاری سے اور ان کو شاہ احمد سعیدؒ سے ان کو حضرت ابو سعیدؒ سے اور انکو شاہ عبدالعزیزؒ سے اس کے بعد کا سلسلہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کی اسناد و کتب میں ثبت ہے جو انتہاء میں حضرت عثمان بن عفانؓ علی بن ابی طالبؓ، عبداللہؓ بن مسعود، ابیؓ بن کعب، زیدؓ بن ثابت کے واسطہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔

حضرت مولانا غلام نبی صاحب تلمیذ و مرید حضرت مرحوم اپنے ایک مکتوب میں تحریر کرتے ہیں کہ:

" ایک دن خود حضرت مولانا حسین علیؒ نے فرمایا کہ میں شروع میں ہندوستان پڑھنے کے لئے جب گیا تھا تو مولانا احمد حسن صاحب امروہیؒ کی خدمت میں دیر سے پہنچا۔ مولانا نے فرمایا کہ داخلہ بند ہو

چکا ہے میں نے عرض کیا، حضرت داخلہ بند ہونے کا کیا مطلب ہے، مولانا نے فرمایا کہ کھانا اور کتابیں نہیں مل سکیں گی، میں نے عرض کیا کہ سبقوں میں شامل ہونے کی اجازت مرحمت فرما دیں باقی اسباب بھی ہو جائیں گے البتہ کتابوں کے ملنے کی طرف میں نے توجہ دلائی مولانا نے فرمایا کہ روٹی کے متعلق؟ میں نے عرض کیا حضرت دکانوں سے مانگ کر گذر اوقات کریں گے اس پر مولانا مسکرا دیئے پھر آپ نے فرمایا کہ کن اسباق میں شامل ہو گے، میں نے کہا سب میں شامل ہو جاؤنگا اس پر طلبہ ہنس پڑے اور میرا نام کلی متواطی رکھ دیا دوسرے دن میں اسباق میں شامل ہو گیا دوران سبق میں میں نے ایک مقام دریافت کیا مولانا احمد حسنؒ نے مجھے غور سے دیکھ کر جواب دیا اور اختتام سبق پر فرمایا کہ میرے مطالعہ والی کتابیں اس طالب علم کو دے دی جائیں، اس طرح دو تین دن گذرے تھے جب میں کوئی سوال یا اعتراض کرتا تو مولانا پہلے غور سے میرے چہرہ کی طرف دیکھتے اور پھر جواب دیتے تیسرے دن فرمایا کہ ہماری صاحبزادی کے ہاں سے پیغام آیا ہے کہ ایک طالب علم کا کھانا ہمارے گھر لگوا دیا جائے، اس طرح اللہ تعالےٰ نے سب انتظامات کر دیئے۔" اسی طرح مولانا غلام نبی صاحب فرماتے ہیں کہ قریب زمانہ میں مولوی محمد حسین صاحب نوشاہی نے ہم سے بیان کیا کہ ہم ہندوستان میں تحصیل علم کے لئے گئے تھے وہاں مولانا حسین علی صاحب بھی پڑھتے تھے اور یہ مشہور تھا کہ مولوی حسین علی بیس صفحات فتح القدیر کے ایک گھنٹہ میں مطالعہ کرتے ہیں ہم دیکھنے کے لیے گئے کہ وہ کونسا طالب علم ہے جو ایک گھنٹہ میں بیس صفحات فتح القدیر مطالعہ کر لیتا ہے فتح القدیر بھی نولکشور کے مطبع کی تقطیع کلاں پر۔ چنانچہ ہم مولوی حسین علی صاحب کے پاس گئے اور دریافت کیا کہ یہ صحیح ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں میں اس طرح مطالعہ کرتا ہوں اور پھر کتاب لیمپ پر لے کر بیٹھے اور ایک صفحہ سے عبارت شروع کی اور تمام صفحہ پورا کر کے فرمایا اب جو تم پوچھنا چاہتے ہو پوچھو، پھر دوسرے صفحہ کی عبارت پڑھی اور اسی طرح فرمایا کہ پوچھو۔"

تصانیف اور علمی تحقیقات

حضرت مولانا حسین علیؒ کی تصانیف متعدد ہیں، کئی زیور طباعت سے آراستہ ہوئی ہیں اور کچھ مسودات کی شکل میں ہیں جو ہنوز طبع نہیں ہوئیں، در حقیقت آپ کی تصانیف خاص مدون شکل میں نہیں کئی تو امالی کی شکل میں ہیں اور کئی خود اپنے قلم سے تحریر فرمائی ہیں، آپ کو تصنیف کے فن سے خاص مناسبت

نہ تھی اس لیئے طرز تحریر یا در لکھنے کا کوئی خاص دلکش ڈھنگ نہیں تاہم جو علمی تحقیقات آپنے کی ہیں وہ بہت قیمتی ہیں آپکے تلامذہ کا فرض ہے کہ وہ ان تصانیف کو استفادہ کے قابل بنائیں جہاں تک ہمیں آپکی تصانیف یا مسودات کا علم ہے یا جو ہمارے مطالعہ میں آچکی ہیں ان کو ہم ترتیب سے ذکر کرتے ہیں۔

(۱) بلغۃ الحیران فی ربط آیات الفرآن (اردو) یہ قرآن کریم کی آیات وسور کا باہم ربط بیان کرنے اور تفسیری نکات اور خاص خاص الفاظ کی تشریح اور مشکلات کے حل پر مشتمل ہے اس کو اثنائے درس میں مولانا غلام اللہ خان صاحب اور مولانا سید نذر حسین شاہ صاحب جو کالیاں ضلع گجرات نے قلمبند کیا ہے اس تفسیر کے دیباچہ میں درج ہے کہ یہ تقریریں جو آگے آتی ہیں حضرت صاحب نے غلام خان سے قلمبند کروائی ہیں اور بذاتِ خود ان پر نظر فرمائی ہے" اس سے ظاہر ہے کہ اس کی ترتیب و جمع میں حضرتؒ برابر شریک و ذمہ دار ہیں۔ یہ کتاب تفسیر میں بہت عمدہ ہے مگر افسوس کہ اس کی زبان نہایت ناقص ہے اس کو زبان کی صحت کے ساتھ اگر اچھے طریقہ پر شائع کرایا جائے تو اس سے اہل علم بہت فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور حضرتؒ کا طرز خاص بھی محفوظ رہ جائے گا غالباً حضرت کے افکار ربط آیات کے بارہ میں زیادہ تر اسی کتاب میں درج ہیں اس کے علاوہ جو آپکے تلامذہ اپنے دروس میں پیش کرتے ہیں وہ زیادہ تر ان کی اپنی تحقیقات ہیں جن کو حضرت صاحب کی طرف منسوب کرنا مناسب نہ ہوگا۔ اس کے دیباچہ میں فہم قرآن کے بارہ میں حضرت کا طرز خاص بیان کیا گیا ہے، آخر میں اسناد بھی درج ہیں اس کی بعض عبارتوں میں اختصار کی وجہ سے اعتراضات بھی کیئے گئے ہیں لیکن ان کا منشاء عدم فہم اور اختصار ہے۔ مجموعی طور پر یہ تفسیر نہایت قابل قدر ہے، اختلافؔ کی گنجائش

ؔ مثلاً (۱) سورۃ احزاب کی ایک آیت کے تحت حضرت مولانا فرماتے ہیں کہ اور یا ایھا الذین آمنوا سے لے کر جمیلا تک خطاب مومنوں کو کیا گیا ہے کہ اگر مومنات سے نکاح کرو خواہ متبنّٰی کی عورت ہو یا سوائے اس کی اور تم طلاق قبل الدخول دے دو تو عدت کوئی لازم نہ ہوگی جیسا کہ زینب کی عدت کوئی نہ تھی۔ (ص ۲۶۵) واللہ اعلم حضرت مولانا نے یہ بات کہاں سے اخذ کی ہے بظاہر یہ بات صحیح نہیں معلوم ہوتی کیونکہ مفسرین کرامؒ صراحت کرتے ہیں کہ حضرت زینبؓ نے جب عدت پوری کی تو پھر ان کا نکاح حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوا تھا اللہ تعالے کے حکم سے چنانچہ مفسر قرآن امام بیضاویؒ نے (ص ۲۴۶ طبع مصر) اور صاحب احکام القرآن ابوبکر بن العربیؒ نے (جلد ۲ ص ۱۹۸) میں ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ فطلقھا زید فلما انقضت عدتھا الخ

م (باقی حاشیہ صفحہ ۲۷ پر ملاحظہ فرمائیے)

توہر مقام میں رہتی ہے لیکن نظم قرآن پر کافی اچھا مواد اس میں پایا جاتا ہے۔

(۲) تبیان فی تفسیر القرآن (قدیم نام تفسیر بے نظیر ہے) (اُردو)

یہ چھوٹا سا رسالہ ۹۹ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں قرآن کریم کی تمام سورتوں کا الگ الگ خلاصہ درج کیا گیا ہے۔ اس کی عبارت بلغۃ الحیران سے قدرے بہتر ہے، غالباً یہ بھی حضرت

(صفحہ ۲۶ کا بقیہ حاشیہ) یعنی حضرت زیدؓ نے جب انکو طلاق دے دی اور پھر جب انکی عدت پوری ہوگئی۔ اور اسی طرح امام ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر جلد ۳ ص ۴۹۱ میں لکھا ہے کہ:۔

قال الامام احمد حدثنا هاشم يعني ابن القاسم اخبرنا النضر حدثنا سليمان بن المغيرة عن ثابت عن انسؓ قال لما انقضت عدة زينبؓ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لزيد بن حارثه اذهب فاذكرها علي الخ	حضرت انسؓ روایت ہے کہ جب زینبؓ کی عدت پوری ہوگئی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید بن حارثہؓ سے فرمایا کہ جاؤ اور زینبؓ کے سامنے میرا ذکر کرو (یعنی پیغام نکاح لے جاؤ)

اور حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ تفسیر مظہری جلد ۸ ص ۳۸ میں فرماتے ہیں کہ:۔

واخرج مسلم واحمد والنسائي وابويعلى وابن ابي دنيا والطبراني وابن مردويه وذكره البغوي وهذا اللفظ البغوي عن انسؓ انه قال لما انقضت عدة زينبؓ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لزيدؓ اذهب فاذكرها علي الخ	امام مسلمؒ اور احمدؒ نسائیؒ، ابویعلیؒ، ابن ابی دنیا ابن مردویہؒ اور بغویؒ نے بیان کیا ہے (اور یہ الفاظ بغویؒ کے ہیں) کہ جب حضرت زینبؓ کی عدت پوری ہوگئی، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید بن حارثہؓ سے فرمایا کہ جاؤ اور زینبؓ کو میری طرف سے پیغام نکاح پہنچا دو۔

(۲) اسی طرح اس سورہ احزاب میں خلاصہ میں ص ۱۶ میں فرماتے ہیں لے مومنو! اللہ تعالیٰ اور ملائکہ رسول

پر آفرین آفرین کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تابعداری میں حکم کی اشاعت خوب طرح سے کی تم بھی آفرین کہو تہمت نہ دو" درود شریف کا معنیٰ آفرین آفرین سے کرنا صحیح معلوم نہیں ہوتا نہ لغوی طور پر اور نہ شرعی طور پر درود شریف تو ایک خاص شرعی اصطلاح ہے اسکو اس معنیٰ میں رکھنا ہی مناسب ہے جو معنیٰ حضور صلے اللہ علیہ وسلم او رصحابہ

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۸ پر ملاحظہ فرمائیے)

مولانا حسین علیؒ نے اپنے قلم سے تحریر فرمایا ہے، ابتداء میں علم غیب اور حاضر و ناظر کے بارے میں فقہائے کرام کے فتاویٰ بھی درج ہیں اس کا مطالعہ کرنے سے حضرت مولانا حسین علیؒ کا قرآن کے متعلق طرز خاص معلوم ہو جاتا ہے اس کی طباعت و کتابت کچھ خاص اچھی نہیں۔

(۳) تلخیص الطحاوی (عربی)

یہ ۵۲ صفحات کی کتاب ہے یہ امام طحاویؒ کی مشہور کتاب شرح معانی الآثار جو علم حدیث میں طبقہ ثالثہ کی نہایت ہی معتبر اور مستند کتاب ہے اور احادیث کے معانی بیان کرنے میں اور توجیہات میں بے مثل کتاب ہے کئی سو صفحات کی کتاب ہے اس کے تمام ابواب کا الگ الگ خلاصہ حضرت مولانا حسین علیؒ نے درج کیا ہے اس پر مولانا محمد مسلم عثمانی دیوبندی مرحوم کے حواشی بھی بعض بعض جگہ میں نہایت ہی عمدہ کتاب ہے اگر درس میں شامل کر لی جائے تو تمام طحاوی کا ملخص نہایت ہی قلیل وقت میں حاصل کیا جا سکتا ہے کتابت اور طباعت اس کی بھی اچھی نہیں، حضرت نے اپنے قلم سے تحریر فرمائی ہے۔

(۴) تحویلات حدیث (عربی)

بڑے سائز کے ۲۵ صفحات کی کتاب ہے جو حضرت مولانا حسین علیؒ نے احادیث کی شرح کی ہے جس کو ملتان کے مولوی رب نواز صاحب نے ۱۹۴۳ء میں طبع کرایا ہے، احادیث کے اشکالات اور

(صفحہ ۲۷ کا بقیہ حاشیہ) اور سلف سے ثابت ہے۔

(۳) ص۳۳۲ میں فرماتے ہیں کہ عرض اعمال مذہب شیعہ کا ہے کسی حدیث میں نہیں، اور ص۳۳۳ میں فرماتے ہیں کہ "یہ عقیدہ کہ کوئی سب کچھ جانتا ہے اور صبح شام کسی پر اعمال کل عباد کے پیش ہوتے ہیں یہ عقائد شیعہ کے ہیں"۔ اس میں پہلی بات تو درست معلوم نہیں ہوتی کہ عرض اعمال کا ذکر کسی (صحیح) حدیث میں نہیں ہے، کیونکہ عرض اعمال کی حدیث ابو داؤد طیالسی نے بسند حسن بیان کی ہے اور مسند بزار میں بھی باسناد جید اس کا ذکر ہے جیسا کہ فتح الملہم جلد ۱ ص۱۳ اور عقیدۃ الاسلام طبع دیوبند میں مذکور ہے۔ البتہ دوسری بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ کل کل اعمال پیش کئے جاتے ہوں یہ البتہ شیعہ کا مذہب معلوم ہوتا ہے اور نیز سب کچھ جاننا یہ بھی عقیدہ باطل اور شرک ہے شیعہ کا مذہب بھی ہوگا البتہ نفس اعمال عباد کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پیش کیا جانا اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ۱۲ سواتی

مشکلات کو حل کرنے کے لئے بڑی مفید کتاب ہے۔ غیر مقلدین حضرات کا ایک گروہ ایسا بھی ہے جو تنگ نظری
تعصب یا کم فہمی اور جہالت کی وجہ سے یہ خیال کرتے ہیں کہ مذہب حنفی کا مدار صرف فقہ پر ہے اور
علم حدیث سے احناف کو کوئی تعلق نہیں یہ نظریہ اصلاً باطل اور واقع کے خلاف ہے۔ تحریرات حدیث
کے مطالعہ سے یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ احناف کرام صحیح معنی میں عامل با حدیث ہیں اور جو احادیث
بظاہر متعارض یا متضاد معلوم ہوتی ہیں ان کی صحیح تطبیق علماء احناف کا زریں کارنامہ ہے اور تطبیق کے
بعد احناف تو سب احادیث پر عمل کرتے ہیں جو روایۃً صحیح ہوں لیکن دوسرے حضرات احادیث کا
ایک بہت بڑا حصہ ترک کر دیتے ہیں اور اس پر بھی فخر سے کہتے ہیں کہ ہم "اہل حدیث" ہیں فیا للعجب حضرت
مولانا حسین علیؒ فرماتے ہیں کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ احادیث کے صحیح مطلب کو پا لیتے ہیں اور شارع علیہ السلام
کی اصلی غرض کو متعین کر دیتے ہیں اور اکثر راویوں کے اختلاف اور روایت بالمعنی سے جو تبدیلیاں واقع
ہوئی ہیں انکو واضح فرما دیتے ہیں، تحریرات حدیث میں بہت سے مسائل کے بارہ میں مختلف ابواب میں بڑی
قیمتی تحقیقات درج ہیں۔ نکاح بالجبر، ذبح فوق العقد، صلوٰۃ الکسوف، انتصار مذہب
ابن مسعودؓ، تحقیق مسئلہ رھن، تحقیق رفع الیدین، تحقیق سماع موتیٰ، رفع السبابہ
وغیرہ یہ کتاب اگر پوری تصحیح اور تبویب کے ساتھ شائع ہوتی تو علم حدیث کے طالبین کے لئے بہت مفید تھی
اس کی حالت راہنہ میں صرف علم حدیث سے پوری طرح واقفیت رکھنے والے علماء حضرت ہی استفادہ
کر سکتے ہیں۔

(۵) تقریر الجنجوہی علی صحیح البخاری (عربی)

یہ بخاری شریف کی تقریر ہے جو اس کے جستہ جستہ مقامات کی شرح اور اشکالات وتراجم وغیرہ کا
بیان اور بعض مشکل الفاظ کی تشریح ہے یہ مختصر سی کتاب ہے جملہ صفحات ۱۰۳ ہیں چونکہ حضرت گنگوہیؒ
کی عادت مبارک بھی طوالت پسند نہیں تھی بلکہ اختصار اور جامعیت سے مطلب کی بات کو بیان فرماتے
تھے، بخاری شریف کے درس کے دوران جو علمی اور تحقیقی باتیں آپ نے فرمائیں انکو حضرت مولانا حسین علیؒ نے
عربی زبان میں ضبط کیا یہ کتاب علم حدیث سے شغف رکھنے والے حضرات جو حدیث پڑھتے پڑھاتے ہیں ان
کے لئے مفید ہے اس میں بہت سی کام کی باتیں انہیں حاصل ہوں گی چونکہ اختصار زیادہ ہے بعض مقامات
پر صرف اشارہ کنایہ سے کام لیا گیا ہے اس لئے کم علم اس سے استفادہ نہیں کر سکتے۔

(۹) تقریر الجنجوھی علی صحیح المسلم (عربی)

یہ بھی نہایت ہی مختصر تقریر ہے اسکی صفحات ۶۸ ہیں۔ یہ بھی حضرت گنگوہی کے افادات ہیں جن کو حضرت مولانا حسین علیؒ نے تعلیقات کی شکل میں نہایت ایجاز و اختصار سے جمع فرمایا ہے اہل علم کے لئے قابلِ استفادہ ہے۔

حضرت مولانا حسین علیؒ کی مندرجہ بالا تصانیف و کتب بندہ کاتب الحروف کے مطالعہ میں آچکی ہیں انکے علاوہ آپ کی تصانیف کے بارہ میں مولانا قاضی شمس الدین صاحب اپنی ایک تحریر میں فرماتے ہیں کہ حضرت کی تصانیف بہت زیادہ ہیں جو احقر کے ذہن میں ہیں وہ عرض کر دی جاتی ہیں — برھان التسلیم یا نسخ الحج بالعمرۃ۔ اس میں یہ ثابت اور ظاہر کیا گیا ہے کہ رواۃ بالمعنی کس طرح حدیث میں تغیر کر دیتے ہیں۔ رسالہ خمس اوسق۔ رسالہ[۹] رفع سبابہ۔ رسالہ[۱۰] ذبح فوق العقدہ جس میں ذبح فوق العقدہ کو حرام ثابت کیا گیا ہے۔ رسالہ[۱۱] جریدتین جس میں حدیث غرض جریدتین علی القبر کی تحقیق کی گئی ہے۔ تحفۂ[۱۲] ابراہیمیہ یہ رسالہ علم تصوف میں ہے تحریرات حدیث۔ عون[۱۳] المعبود علی سنن ابی داؤد۔ خلاصہ[۱۴] فتح القدیر جس میں ہدایہ کی مشہور شرح فتح القدیر کا خلاصہ کیا گیا ہے۔ تفسیر بلغۃ الحیران اسکی علاوہ اور بھی ہوں گی جو احقر کے ذہن میں نہیں۔ نیز آپ نے مجموعہ فوائد عثمانی پر حواشی بھی تحریر فرمائے ہیں۔

(نوٹ) ایک رسالہ مسئلہ[۱۵] علم غیب کی تحقیق پر بھی حضرت نے تحریر کیا ہے اس میں دیگر علماء کی تصدیقات بھی شامل ہیں یہ رسالہ ۱۳۴۲ھ میں باہتمام مولوی نور الحق صاحب طبع ہوا یہ نہایت مختصر اور عمدہ رسالہ ہے۔

حضرت کے تلامذہ اور مریدین

حضرت کے تلامذہ اور مریدین کی تعداد تو بہت طولانی ہوگی ظاہر ہے کہ کم و بیش ساٹھ سال کے عرصہ کی تعلیم و تربیت سے جو لوگ فیض یاب ہوئے ہوں گے ان کی تعداد ہزاروں تک متجاوز ہوگی بعض مشہور سرآمد روزگار حضرات کا ذکر مناسب ہوگا چنانچہ مولانا قاضی شمس الدین صاحب نے آپکے تلامذہ و مریدین میں سے بعض کا ذکر کیا ہے مثلاً حضرت مولانا عصام الدین مرحوم بہبودی ضلع کیمبلپور، حضرت مولانا غلام رسول صاحب مرحوم انہی ضلع گجرات، حضرت مولانا عبد العزیز صاحب

مرحوم گوجرانوالہ حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتی، حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب بھوچال حضرت مولانا محمد لمیر صاحب مرحوم خانیوال حضرت مولانا یار محمد صاحب مرحوم میرالہ۔ ضلع ملتان، حضرت فقیر غلام حیدر صاحب جہال بھلی، حضرت شاہ نور محمد صاحب مرحوم کشمیری، حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب مرحوم قلعہ دیدار سنگھ، میاں احمد صاحب میانوالی، مولوی محمد قاسم مظفر گڑھ، حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب، میاں غلام احمد صاحب میانوالی، حضرت مولانا نذر شاہ صاحب جوکالیاں ضلع گجرات اور آخری متوسلین میں سے مولانا محمد سرفراز خان صاحب گکھڑ اور مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب گجرات" اسی طرح مولوی محمد شریف صاحب امرتسری بھی حضرتؒ کے مریدین ہیں"۔

آپ کے مریدین وتلامذہ میں بڑے بڑے حضرات ہیں چند بزرگوں کے ذکر سے یہاں پہلو تہی کرنا مناسب نہ ہوگا۔

حضرت مولانا غلام رسول صاحب المعروف بہ "بابا انہی والا"۔

حضرت مولانا حسین علیؒ کے شاگرد اور مرید تھے، بڑی خوبیوں کے مالک، نہایت ہی متقی پرہیزگار اور خدا پرست انسان تھے، مولانا غلام نبی صاحب اپنے مکتوب میں فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ خود حضرت مولانا حسین علیؒ نے مولانا غلام رسول صاحب انہی والے کا واقعہ سنایا کہ جب یہاں میرے پاس آئے تو میں نے کہا کہ پہلے قرآن شریف کا ترجمہ پڑھو پھر کوئی اوراد و وظائف کرنا۔ مولوی صاحب نے کہا کہ آپ ہم کو کیا پڑھائیں گے میں نے تو ۱۳ دفعہ تفسیر بیضاوی پڑھائی ہے میں نے کہا کہ اچھا پہلے آپ پڑھیں تو پھر کوئی بات کریں، جب سلسلہ تعلیم شروع ہوا تو ابھی چند ہی اسباق پڑھے تھے کہ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میں گھر جا کر مستقل انتظام کراؤں اور پھر اطمینان سے پڑھوں گا۔ چنانچہ پھر ایسا ہی کیا۔" مولانا قاضی شمس الدین صاحب اپنی تحریر میں لکھتے ہیں کہ انہی والے بابا غلام رسول صاحب ابتدائی کتب گوجرہ میں ایک جگہ پڑھتے تھے ایک شخص کہیں باہر انہیں ملا اور اس نے کہا میاں کتابیں اس طرح نہیں پڑھی جاتیں جس طرح تم پڑھتے ہو، کتابوں کا کوئی مطلب بھی ہوتا ہے؟ آپ نے دریافت کیا وہ مطلب کہاں پڑھایا جاتا ہے، اس شخص نے شمال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ادھر چلے جاؤ چنانچہ آپ پل بھاریاں چلے گئے، یہ ایک گاؤں ہے چکوال کے مضافات میں وہاں پڑھتے رہے پھر میکی ڈھوک چلے گئے، وہاں مولوی محمد یحییٰ صاحب کے پاس منطق و معقول کی کتابیں پڑھیں۔ پھر

غور غشتی گئے وہاں معقول عبدالغفور وغیرہ حضرت میاں صاحب مرحوم کے پاس پڑھیں جو حضرت مولانا نصیرالدین صاحب کے والد تھے پھر تھٹہ میں پہنچے وہاں احقر کی والدہ کے حقیقی ماموں قاضی عالم الدین صاحب مرحوم کے پاس کتب فقہ یا صرف ہدایہ پڑھا وہ مولوی غلام جیلانی صاحب پشاوری کے شاگرد تھے بڑے فقیہ، زاہد، عابد، شب خیز اور بڑے مہمان نواز معروف تھے، پھر مقام نوتھ میں جو ایک گاؤں ہے تھٹہ مذکور سے چھ میل کے فاصلہ پر، وہاں مسند تدریس پر بیٹھے اور چودہ برس تک تدریس علوم و فنون سے فیض یاب کرتے رہے، آپکے اس وقت کے تلامذہ میں سے مولانا عبدالعزیز مرحوم گوجرانوالہ ہیں جنہوں نے ایک دن میں چھبیس اوراق ہدایہ کا سبق پڑھا تھا۔ مولوی فیض احمد مرحوم مانگٹ والے مولوی قاضی عبدالمجید صاحب معروف فوہین پنڈی سرہال والے، مولوی سلطان شاہ صاحب مرحوم مرزا متصل کیمبلپور والے مولوی محمد صادق صاحب مرحوم ونہار والے، حضرت مولانا ولی اللہ صاحب جو اس وقت آپکے قائم مقام ہیں فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ پھر اس کے بعد وہاں سے انہی میں تشریف لے گئے جو آپ کا وطن مالوف تھا اور علوم و فیوض کے دریا بہائے کہ ؎

یا صاح ابصر فی السماء الا قا	ام نجمنا فی سوحنا قد فاقا
نجم الهدایة فی الضلالة قد بدا	فاقا رضوء شعاعه الآفاقا
کشف الغطاء الجهل عن عمیائه	عجباً لا صمه لمدیدع اطراقا
یهدی المهدی فی الدجی سبل الهدے	ویزیل ریب مضلل اشراقا
دع ذکر مغناطیس جذب جماده	فلسیدی ثمرق هوی لاعناقا
هذا غلام رسولنا بعلومه	وفیوضه قد صدق المصداقا
حبر فقیه فلسفی منطقی	والاصول احقها احقاقا

بلا مبالغہ عرض ہے کہ احقر نے آج تک علوم و فنون کا ایسا مدرس نہیں دیکھا جس کو علوم و فنون پر اتنا ضبط ہو اور اسکے ساتھ ہی آپ زاہد، عابد صاحب کشف و کرامات اور بڑے متوکل تھے حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب مرحوم آپکے حق میں فرمایا کرتے تھے کہ "مولوی صاحب علماء آخرت میں سے ہیں"۔

ایک بار احقر حضرت مولانا محمد انور شاہ مرحوم کی خدمت میں بیٹھا تھا، آپنے فرمایا ہمارے پاس سال میں آٹھ دس طالب علم آجاتے ہیں پانچ چھ پنجابی اور چار پانچ یوپی کے اور کبھی ایک آدھ بنگالی، پھر فرمانے لگے

پانچ چھ سال سے جب سے مولوی صاحب انہی والوں کے طلبہ آنے لگے ہیں تو پھر یہ ہوتے ہیں اور پھر آپ مستجاب الدعوات لوگوں میں سے تھے وله مناقب شتی لا یسعها هذا المقام۔

حضرت مولانا عبد العزیزؒ گوجرانوالہ (فاضل سیالوی)

آپ بابا انہی والے کے شاگرد تھے اور حضرت مولانا حسین علیؒ کے مرید اور خلیفہ تھے آپ قدیم فضلائے دار العلوم میں سے تھے۔ سن ۱۳۲۷ھ میں آپ نے دار العلوم دیوبند میں حضرت شیخ الہندؒ کی خدمت اقدس میں حدیث پڑھی تھی، نہایت ہی ذہین اور طباع تھے آپ ابتداء میں مسلم ہائی سکول گوجرانوالہ میں مدرس تھے۔ جب گوجرانوالہ کے لوگوں کو آپ کے علم و مقام کا پتہ چلا تو آپ کو گوجرانوالہ کی جامع مسجد میں خطیب مقرر کیا گیا وہاں مدرسہ انوار العلوم کا اجراء ہوا، مولانا اس کے مہتمم تھے بڑے عرصہ تک لوگوں کو اپنے مواعظِ حسنہ سے اور اپنے علمی درسوں سے مستفید فرماتے رہے، زندگی کے آخری چند سال آپ بیمار رہے، آپ بڑے وسیع المطالعہ اور محقق عالم تھے، آپ کو علم حدیث سے بہت شغف تھا جس کا اندازہ آپ کی تصنیف بغیة الالمعی حاشیہ نصب الرأیہ للزیلعیؒ تا کتاب الحج اور نبراس الساری علی اطراف البخاری وغیرہ سے لگایا جا سکتا ہے، علوم حدیث میں نہایت گہرا مطالعہ اور بڑا استحضار تھا، مطالعہ کا اس قدر شوق تھا کہ جب جسمانی طور پر آپ بالکل لاچار ہو گئے تھے تو اشارہ سے فرماتے تھے کہ کتاب کھول کر میرے سامنے رکھ دو، چنانچہ بارہا ایسا ہوا کہ کتاب کا صفحہ دوسروں نے کھول کر سامنے رکھا اور آپ اپنی نگاہوں سے مطالعہ میں مصروف ہو گئے۔ آپ نے مسند احمد پر بھی کام کیا ہے اور اس کی تبویب کی ہے مگر افسوس کہ یہ طبع نہیں ہو سکا، اسی طرح رجال طحاوی پر آپ نے تحقیقات کی ہیں اور طحاوی پر حاشیہ بھی تحریر فرمایا ہے خدا کرے کہ یہ شائع ہو جائے، آپ گوجرانوالہ میں علماء حق کی جماعت (علماء دیوبند) کے ترجمان تھے، آپ کو اہل بدعت کا مقابلہ کرنا پڑتا تھا اور اختلافی مسائل میں غیر مقلدین حضرات کا بھی، چنانچہ اختلافی مسائل پر آپ کے کئی رسالے شائع ہوئے ہیں مسئلہ تقلید، مسئلہ قرأۃ خلف الامام وغیرہ غیر مقلدین کے امام مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم نے ایک دفعہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی حدیث جو مسلم شریف میں ہے اس حدیث کے اس ٹکڑے سے انکار کر دیا کہ یہ مسلم میں موجود نہیں واذا قرأ فانصتوا "یعنی جب امام قرأۃ کرے تو تم چپ ہو" مولانا عبد العزیز نے تعاقب کیا اور پھر دونوں کا اس سلسلہ میں تحریری مناظرہ ہوا دونوں کے متفق علیہ حَکَم "مولانا سید سلیمان

ندوی ٹھہرے دونوں کی تحریرات کو ملاحظہ کرنے کے بعد مولانا سید سلیمان ندوی نے فیصلہ مولانا عبدالعزیز کے حق میں دیا کہ یہ صحیح کہتے ہیں کہ یہ حدیث مسلم میں موجود ہے، چنانچہ اس تحریری مناظرہ کی روئیداد اور فیصلہ اسی زمانہ میں شائع ہوا تھا اس سے قبل غالباً ۱۹۲۴ء میں گوجرانوالہ میں مولوی ثناء اللہ صاحب مرحوم کا مناظرہ مولانا عبدالعزیز صاحب سے ہو چکا تھا اور مولوی ثناء اللہ صاحب نے خیال کیا تھا کہ شاید کوئی دیہاتی قسم کا مولوی ہوگا اور اس کو اپنی مناظرانہ صلاحیت سے دبا لیں گے لیکن انہیں بہت جلد پتہ چل گیا کہ ایک علم کے سمندر کے مقابلہ میں ایسی سطحی باتیں نہیں چل سکتیں مولانا ثناء اللہ صاحب نے پسپائی میں ہی سلامتی خیال کی۔

مولانا عبدالعزیز گوجرانوالہ میں علماء حق کی جماعت کے فرد تھے، چنانچہ گوجرانوالہ میں ۱۹۱۹ء میں انگریز کے خلاف بغاوت کے جذبات شدت سے جب ابھرے تو اس کے نتیجہ میں لوگوں نے گوجرانوالہ کا سٹیشن جلا دیا، اور اس کے علاوہ بھی کئی عمارتوں کو نقصان پہنچا، اس پر انگریزوں نے اس وقت مارشل لاء نافذ کر دیا۔ مولانا عبدالعزیز بھی اس زمانہ میں قید ہوئے اور قید بامشقت کی سزا انہیں دی گئی۔ انجمن خدام الدین لاہور جو حضرت مولانا احمد علی لاہوری کی قیادت میں چل رہی تھی اور بفضلہ تعالیٰ اب تک وہ انجمن کام کر رہی ہے اور اس کے امیر اب حضرت لاہوری کے فرزند گرامی حضرت مولانا عبیداللہ صاحب انور ہیں جو حضرت کے صحیح جانشین ہیں، انجمن خدام الدین کے سالانہ جلسہ منعقدہ ۱۹۳۰ء کے موقعہ پر تمام ہندوستان کے تقریباً پانچ صد علماء کرام علاوہ دیگر عوام کے شریک تھے، حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیری بھی تشریف لائے ہوئے تھے، حضرت مولانا انور شاہ صاحب نے اس موقعہ پر اس برصغیر کے دو عظیم فتنوں کے مقابلہ کے لئے کسی مؤثر ترین شخصیت کو امیر منتخب کرنے کا فرمایا۔ چنانچہ امیر منتخب کرنے کے لئے شاہ صاحب نے حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا نام نامی پیش کیا کیونکہ بخاری اہل حق کی جماعت کے سرخیل تھے، خدا نے انہیں لسان صادق، جرأت مردانہ حق کی حمایت اور باطل کی سرکوبی کے لئے آہنی عزم عطا فرمایا تھا، اخلاص جفاکشی بے لوثی اور للہیت آپ کے رگ وریشہ میں بھری ہوئی تھی انگریز کے خلاف شدید نفرت کا جذبہ اور انگریز کے ظالمانہ اقتدار کو ختم کرنے کے لئے اور دینی اقدار کے احیاء کے لئے اور قادیانی فتنہ کے تار و پود بکھیرنے میں اور مرزا قادیانی کی جعلی نبوت کے بخئے ادھیڑنے اور امت مسلمہ کو اس ملعون فتنہ سے بچانے کے لئے

ہر کوشش میں پیش پیش تھے مزید برآں اللہ تعالیٰ نے پُرسوز آواز ایسی عطا فرمائی تھی کہ اپنی نظیر آپ تھے چنانچہ حضرت مولانا انور شاہؒ نے آپکے ہاتھ پر بیعت کرنے کا فرمایا اور اپنا ہاتھ بھی بڑھایا علماء میں سب سے پہلے امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے دست حق پرست پر بیعت کرنے کے لئے جس شخص نے ہاتھ بڑھایا تھا وہ مولانا عبدالعزیزؒ گوجرانوالہ تھے پھر ان کے بعد تقریباً پانچ صد علماء کرام نے بالاتفاق حضرت سید عطاء اللہ شاہ صاحب کو "امیر شریعت" تسلیم کیا اور ان کی قیادت میں حتی الوسع کام کرتے رہے۔ مولانا عبدالعزیزؒ نہایت خوش مذاق اور طلباء کے ساتھ شفقت کرنے والے تھے بندہ کاتب الحروف کو بھی مولانا عبدالعزیزؒ کی خدمت کا موقعہ ملا ہے اور میں اس کو اپنے لئے سعادت خیال کرتا ہوں اور بعض مسائل میں آپ سے استفادہ کا موقعہ بھی ملا ہے فللّٰہ الحمد۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غورغشتی دامت برکاتہم

آپ بھی مولانا حسین علیؒ کے خلیفۂ مجاز ہیں علماء دیوبند میں سے اونچا مقام رکھنے والے ہیں تمام عمر اپنے قصبہ میں قرآن و حدیث و علوم اسلامیہ کی خدمت کرتے رہے ہیں حسبۃً للہ آپ سے بہت سے لوگوں نے علمی فیض حاصل کیا، آپکے دو دورے مشہور رہے ہیں بڑا دورہ ایک سال جس میں صحاح ستہ کی اہم کتابوں کی تعلیم دیتے تھے، اور ایک سال چھوٹا دورہ یعنی مشکوٰۃ، جلالین، ھدایہ کی تعلیم دیتے رہے ہیں۔ آپکے حلقہ درس میں بعض اوقات سو سو کے قریب بلکہ اس سے بھی زیادہ طلبہ شریک ہوتے رہے ہیں۔ اور سالہا سال تک یہ معمول رہا ہے، اب کچھ عرصہ سے ضعف نقاہت اور نظر کی کمزوری کی وجہ سے تعلیم دینے سے معذور ہو چکے ہیں۔ لیکن طالبانِ طریقت کے لئے ان کا فیض برابر جاری ہے سلوک و تصوف میں تشنگانِ ذوق کو سیراب فرما رہے ہیں۔ آپ نہایت ہی معتدل مزاج، نیک سیرت، سادہ طبیعت اور یادگار سلف ہیں۔ مزاج طبیعت اور تحقیقات مسائل اور طرز عمل بالکل اکابر علماء دیوبند کے ساتھ ملتا جلتا، اعتدال اور نیکی آپکا شعار ہے، آپنے علمی تحقیقات کے سلسلہ میں مشکوٰۃ المصابیح پر حاشیہ بھی تحریر کیا ہے جو نہایت عمدہ اور قیمتی تحقیقات پر مشتمل ہے اور طبع ہو چکا ہے۔ حضرت مولانا حسین علیؒ کے بعض منتسبین اپنے مزاجی تشدد کی وجہ سے بعض مسائل میں تشدد کا پہلو اختیار کرتے ہیں، ان حضرات کو ان اکابر کے طرز عمل کو سامنے رکھنا چاہیئے کیونکہ بہر حال انہوں نے علم و سلوک دونوں میدانوں میں حضرت مولانا حسین علیؒ سے زیادہ ہی استفادہ کیا ہے اور انکی بات ہی قابل استناد ہو سکتی ہے۔

استاذ العلماء حضرت مولانا ولی اللہ صاحب انہی والے

یہ بابا صاحب کے خویش اور ان کے صحیح جانشین ہیں عرصہ تک تعلیم دیتے رہے ہیں، اب امراض کے ہجوم کی وجہ سے ضعیف کمزور ہو چکے ہیں نیک شاگرد بھی لاتعداد ہیں یہ بھی ذاکر شاکر اور خدا یاد انسان ہیں، ان کا روحانی تعلق بھی حضرت مولانا حسین علیؒ کے ساتھ ہے۔

حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحبؒ قلعہ دیدار سنگھ والے

دارالعلوم دیوبند کے فاضل، نیک متبع سنت متقی عالم تھے پڑھاتے بھی رہے ہیں، اور زیادہ تر تبلیغ و اصلاح کا کام کرتے رہے ہیں، گوجرانوالہ کے اطراف میں آپ نے بہت کام کیا ہے بے شمار لوگوں کے عقائد کی اصلاح آپ کے ہاتھ پر ہوئی ہے نہایت خوش پوش اور ذاکر شاکر عالم دین تھے حضرت مولانا حسین علیؒ سے بہت زیادہ استفادہ کیا تھا تصوف سلوک کے مقامات سے واقف تھے توحید سنت کی تبلیغ میں شدید انہماک تھا اہل بدعت کے خلاف متعدد رسائل بھی تصنیف فرمائے ہیں مسئلہ حاضر و ناظر، مسئلہ علم غیب اور بعض دیگر مسائل پر بھی رسائل لکھے ہیں۔ غیر مقلدین حضرات کی غلط بیانیوں اور زیادتیوں سے متاثر ہو کر فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ پر اور اسی طرح نماز کے متعلق صلوٰۃ الرسول وغیرہ بہت قیمتی رسائل لکھے ہیں، وعظ بڑا مؤثر اور پُرمغز فرماتے تھے قرآن کریم کے درس میں بلا کی روانی تھی، آپ حضرت مولانا حسین علیؒ کے اجل خلفاء میں سے تھے مسئلہ حیات النبی میں علماء دیوبند کے طرفدار تھے چنانچہ ایک دفعہ ہمارے سامنے کی بات ہے کہ حدیث سماع کا ذکر تھا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان کہ "من صلی عند قبری سمعتہ ومن صلی نائیا ابلغتہ" تو قاضی صاحب مرحوم فرمانے لگے کہ جس حدیث کے بارے میں ملا علی قاریؒ، حافظ ابن القیمؒ، امام ابن تیمیہؒ اور سخاویؒ اور حافظ ابن حجرؒ جیسے بزرگوں نے یہ کہا ہے کہ یہ صحیح ہے اگر ہم کہیں کہ یہ صحیح نہیں تو یہ کوئی دانشمندی کی بات نہ ہوگی"۔ اور اسی طرح آپ نے صاف الفاظ میں یہ فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی قبر مبارک میں حیات حاصل ہے، ایسی حیات کہ جس سے اپنی قبر کے پاس صلوٰۃ و سلام سنتے ہیں، باقی کیفیت کا ہمیں علم نہیں نہ اس کی کیفیت کے معلوم کرنے کے ہم مکلف ہیں۔

حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی دامت برکاتہم

عجیب شخصیت ہے۔ اسلاف کا سچا نمونہ ہے آپ کی بابرکت مجلس ہر وقت ایک دریائے فیضان

ہے نہایت متقی، رقیق القلب، فیاض، اور خدا پرست انسان ہیں، حافظہ خدا نے غضب کا دیا ہے ہزاروں احادیث نبویہ اور ارشادات صحابہ ورد زبان ہیں آپکے وعظ اور درس میں بڑی تاثیر ہوتی ہے اور مردہ دلوں میں روحانیت کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ خانپور میں ایک بہت بڑے مدرسہ کے سرپرست ہیں اور ہر سال رماد شعبان و رمضان میں، سینکڑوں طلباء کو قرآن کریم کی تفسیر و ترجمہ سے سیراب کرتے ہیں، طلبہ ڈھائی تین صد سے کم نہیں ہوتے بلکہ بعض اوقات چار صد تک بھی تعداد پہنچ جاتی ہے آپ حضرت لاہوریؒ کے بعد ہدایت وارشاد میں علماء حق کا ملجا و ماوی ہیں خداوندکریم آپ کی زندگی میں برکت عطا فرمائے، آپ اگرچہ مرید اور خلیفہ حضرت دین پوریؒ کے ہیں۔ لیکن آپنے خود ایک دفعہ فرمایا تھا کہ قرآن کریم کے استفادہ کے لئے میں حضرت مولانا حسین علیؒ کی خدمت میں بھی حاضر ہوا تھا کچھ عرصہ استفادہ کرنے کے بعد جب میں واپس آرہا تھا تو مولاناؒ تقریباً نصف میل تک میرے ساتھ رخصت کرنے کے لئے آئے تھے۔"

قرآن کریم کی تعلیم کا ایک خاص ڈھنگ ہے جو "ولی اللہی" طریقہ سے زیادہ مشابہ ہے آپ کو حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ سے بھی تلمذ حاصل ہے، جب آپ تعلیم سے فارغ ہوئے تو حضرت مولانا غلام محمد دین پوریؒ نے جو اکابر اولیاء اللہ میں سے تھے اپنی دستار مبارک حضرت مولانا عبداللہ درخواستی کے سر پر رکھدی اور فرمایا کہ آپکے لئے ریاضت اور چلہ کشی یہی ہے کہ آپ قرآن و حدیث کی خدمت کرتے رہیں بس اس وقت سے لے کر آج تک مولانا درخواستی کا یہی دستور ہے قرآن و حدیث کی تعلیمات سے ایک عالم کو سیراب کیا اور کررہے ہیں، مغربی و مشرقی پاکستان کے علاوہ افغانستان اور جزائر شرق الہند برما و رنگون تک آپکے شاگرد اور منتسبین پھیلے ہوئے ہیں۔

حضرت مولانا عبداللہ صاحب شجاع آبادی

آپ بھی اکابر علماء میں سے ہیں۔ آپ بھی ہر سال قرآن کریم کا درس شعبان اور رمضان میں دیتے ہیں بہت سے لوگ آپ سے استفادہ کرتے ہیں بڑے صاحب علم ہیں بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں مستدلات الحنفیہ علم حدیث میں ان کی کتاب ہے بڑے نیک طبع اور متقی عالم ہیں مولانا غلام نبی صاحب اپنے مکتوب میں فرماتے ہیں کہ "مولانا محمد عبداللہ صاحب شجاع آبادی نے فرمایا کہ میں جب حضرت مولانا حسین علیؒ کی خدمت میں سلوک کی تکمیل اور اجازت کے لئے حاضر ہوا۔ تو

آپ نے فرمایا کہ پہلے قرآن شریف پڑھو پھر سلوک کی اجازت دونگا۔

مولانا غلام نبی صاحب

ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ" بندہ کا تعلق حضرت مولانا حسین علیؒ سے ۱۹۲۱ء سے ہے جب کہ میں اس وقت ابتدائی فارسی کی کتابیں پڑھتا تھا پھر میرا خیال انہی میں جا کر تعلیم حاصل کرنے کا ہوا تو میں حضرتؒ کی خدمت میں سفارشی خط لکھوانے کے لئے حاضر ہوا حضرت نے فرمایا کہ میاں طالب علم وہ پڑھاتے ہیں اور آپ پڑھنا چاہتے ہیں سفارش کی کیا ضرورت ہے میں نے عرض کیا کہ حضرت ٹھیک ہے، لیکن میں اب حاضر ہو گیا ہوں کچھ تحریر فرما دیں ، آپ نے فرمایا اچھا چنانچہ ایک رقعہ حضرت مولانا غلام رسول صاحب انہی والے کے نام تحریر فرما دیا ، اس رقعہ میں یہ بھی تحریر فرمایا تھا کہ میں اب سرہند شریف جا رہا ہوں واپسی پر منڈی بہاؤ الدین کے راستے آؤنگا ، اور آپ کے پاس پہنچوں گا اور اس رقعہ میں بابا صاحبؒ کی طرف یہ ایک شعر بھی لکھا تھا ؂

چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی بیاد آر حریفان بادہ پیمارا !

یہ شعر مجھے اسی وقت سے یاد ہے یہ میرا ابتدائی تعلیمی دور تھا ، اس کے بعد جب ۱۹۲۷ء میں فارغ التحصیل ہوا تو پھر آپ کی خدمت میں دورۂ قرآن کریم کے لئے حاضر ہوا اور بعض کتابوں کے کچھ حصص بھی آپ سے پڑھے جن میں مثنوی شریف کا کچھ حصہ مسلم شریف اور ترمذی شریف کے بعض مقامات تھے ، پھر میں آپ سے بیعت ہوا اور معاشی ضروریات کی بنا پر میں سکول میں ملازم ہو گیا ، موسم گرما اور سرما کی تعطیلات کے زمانہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا تھا ، آپ نہایت توجہ اور شفقت فرماتے تھے بہت سے علمی مسائل میں آپ سے تسلی ہوتی تھی ، اس وقت آپ کا قد مبارک بالکل سیدھا تھا صحت بہت اچھی تھی ، لباس صاف اور شستہ ہوتا تھا تبلیغی دورے اور وعظ بھی اکثر ہوتے تھے ، ایک دفعہ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے آپ حدیث اور تصوف سلوک کی سب کتب کی اجازت فرمائیں یہ دن کا ابتدائی وقت تھا ۔ آپ خاموش رہے مجھے دل میں افسوس ہوا کہ شاید میں نے بے جا سوال کیا ہے اور ایک ولی اللہ کے دل کو ناگوار گذرا ، میں واپس گھر آنے کو تیار تھا جب ظہر کا وقت ہوا ، تو آپ نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ مولوی صاحب ! آپ کو حدیث و تفسیر کی تمام کتب کی اجازت ہے اور حضرات کی تمام کتب کی اجازت ہے شریعت کے موافق عمل کرنا ۔ یہ آخری فقرہ آپ نے آبدیدہ ہو کر ایسے لہجہ میں فرمایا کہ میرے

دل میں بھی رقت طاری ہوگئی۔ میں نے اکثر آپ سے سنا ہے کہ آپ نہایت ہی درد آمیز لہجے سے قرآن کریم کی وہ آیات تلاوت فرماتے تھے جن میں توحید کا ذکر ہے اور پھر آپ پر گریہ طاری ہو جاتا تھا، آپ عاشق قرآن اور فنا فی التوحید تھے۔" مولانا غلام نبی صاحب فرماتے ہیں کہ ہمارے استاذ مولانا نجم الدین صاحب مرحوم جو اورنٹیل کالج کے پروفیسر تھے، انہوں نے اپنا واقعہ سنایا کہ میں اور مولوی نور الحق صاحب ۱۹۱۳ء میں پہلے تاریخ لے کر حضرت مولانا حسین علیؒ کی خدمت میں گئے تھے لیکن ہم کچھ دیر سے پہنچے، جب واں بھچراں سٹیشن پر آئے تو اتفاقاً حضرت مولانا حسین علیؒ "دریا خان" کا ٹکٹ لے کر گاڑی پر سوار تھے ہم پہنچ گئے، آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ گاڑی پر آجائیں صاحبزادہ محمد سراج الدین صاحب دریا خان تشریف لائے ہیں میں ان سے ملاقات کے لئے جا رہا ہوں، چنانچہ آپ نے ہمارا کرایہ ادا کیا اور ہم بھی ان کے ساتھ بیٹھ گئے اور آپ نے قرآن کریم کے بیان کا سلسلہ شروع کر دیا اور ابتداء سے لیکر ۱۳ پارے تک کا خلاصہ ہم کو اپنے خاص طرز میں دریا خان تک پہنچنے میں سنا دیا اور پھر اصرار کیا کہ وقت نکال کر ضرور آئیں اور تمام قرآن کریم اس طرز پر سن جائیں"۔

مولانا محمد طاہر صاحب پنج پیروالے

نہایت ہی ذہین اور طباع قسم کے عالم ہیں دار العلوم دیو بند کے فاضل ہیں اور دورۂ حدیث آپ نے حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ سے پڑھا ہے، اس کے علاوہ آپ کو حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ سے بھی تلمذ ہے اور آپ حضرت مولانا حسین علیؒ کے بھی شاگرد ہیں، آپ نے اپنے متعلق ایک مکتوب میں تحریر کیا ہے کہ "بندہ نے حضرت مولانا حسین علیؒ کی خدمت میں پانچ سال گذارے تھے، اور آپ سے حدیث، تصوف اور ہدایہ پڑھا تھا"۔ آپ متعدد تصانیف کے مصنف بھی ہیں جو اہل بدعت کی تردید میں آپ نے لکھی ہیں، آپ کے پاس بھی قرآن کریم کا ترجمہ پڑھنے والوں کا ایک بڑا حلقہ ہوتا ہے، انگریز کے زمانہ میں آپ جمعیت علماء ہند کے رکن تھے اور انگریز کے خلاف جدوجہد کرنے والے حضرات کی صف میں تھے تعلیم و تدریس کے ساتھ ساتھ تجارت بھی کرتے ہیں بعض مسائل میں آپ کی تحقیقات اور طرز روش فی الجملہ تشدد پسندانہ ہے جس کی وجہ سے تلامذہ کے اذہان پر تیزی کا غلبہ ہو جاتا ہے اور پھر حدود اعتدال کو قائم نہیں رکھ سکتے اور ابتلاء و تشتت کا باعث بن جاتے ہیں۔ کاش اگر یہ لوگ اکابر کی روش کو ترک نہ کرتے تو کیا اچھا ہوتا۔

مولانا قاضی غلام مصطفیٰ صاحب مرجانی

آپ اچھے عالم عربی ادب کے ماہر اور حدیث میں شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنیؒ کے شاگرد ہیں
مرنجان ومرنج قسم کے نیک دل عالم ہیں اور آپ بھی حضرت مولانا حسین علیؒ کے مرید ہیں۔

مولانا قاضی شمس الدین صاحب

آپ بڑے جید عالم ہیں علوم درسیہ پر بڑا عبور حاصل ہے، دارالعلوم دیوبند کے پرانے فضلاء
میں سے ہیں حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ کے شاگرد ہیں آپ حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب کے
برادرِ خورد ہیں، تحصیل علوم کے بعد آپ تقریباً ۱۸ سال تک پنڈی گھیب میں تدریس کرتے رہے ہیں
یہ زمانہ آپ کی زندگی اور علم کی خدمت کا زرین زمانہ ہے، اس کے بعد تھوڑا سا عرصہ آپ دارالعلوم
دیوبند میں بھی مدرس رہے ہیں اور پھر لائل پور اشاعۃ العلوم میں کچھ عرصہ تدریس کرتے رہے ہیں پھر
گوجرانوالہ میں آگئے اور ابتداءً انوار العلوم میں تدریس کی پھر احیاء العلوم کے نام سے ایک مدرسہ جاری
کیا چند دن وہاں کام کرتے رہے پھر کچھ عرصہ مدرسہ نصرۃ العلوم میں شیخ الحدیث رہے یہاں سے
پھر انوار العلوم اور کبھی اشرف العلوم میں آخر کار خود اپنا الگ مدرسہ صدیقیہ قائم کیا اور اب اس میں حدیث
پڑھاتے ہیں، متبحر عالم ہیں لیکن مزاج میں حدت اور شدت بہت ہے، اس لئے ہر جگہ بس ایک سے

میخانۂ ازل میں جہانِ خراب میں ٹھہرا گیا نہ ایک جگہ اضطراب میں

کا نمونہ ہیں یا پھر

طوفِ حرم میں یا سرِ کوئے بتاں رہے اک برقِ اضطراب رہے ہیں ہم جہاں رہے

صرف نحو، فقہ، حدیث اور منطق میں اچھا درک رکھتے ہیں اور کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔
تعلیقات بخاری بنام الہام الباری (عربی) اور غایۃ المأمول شرح عبد الرسول (اردو)
قرآن کریم کی ایک تفسیر بھی آپ نے لکھی ہے جس کی پہلی جلد طبع ہو چکی ہے جس کا نام تیسیر الرحمٰن
بتفسیر القرآن ہے اگر یہ مکمل شائع ہو جاتی تو اچھا تھا جہاں تک علمی نکات اور ربط وغیرہ کا تعلق
ہے قابلِ قدر ہے۔ لیکن اس میں ایک عظیم نقص ہے وہ یہ کہ زبان آج سے تقریباً دو سو سال قبل کی استعمال
کی گئی ہے بالفاظِ دیگر "ملا رموزی" کی گلابی اردو میں لکھی گئی ہے جس سے جدید تعلیم یافتہ طبقہ قطعاً استفادہ
نہیں کر سکتا، قاضی صاحب کے مزاج میں شدت وحدت کے ساتھ ساتھ تعلّی وجذباتیت بھی حد درجہ

کی ہے جب مسئلہ حیات النبی چھڑا تو قاضی صاحب نے یکے بعد دیگرے دو کتابیں لکھ دیں ۱ القول الجلی اور مسالک العلماء جن میں قاضی صاحب کی جذباتیت اور خودی بہت زیادہ نمایاں ہے۔ آپ مدرس ہونے کے علاوہ مناظر بھی ہیں۔ کاش کہ قاضی صاحب کو خدا نے جتنا علم و فضل دیا ہے اگر ان کا حوصلہ اور حلم بھی اتنا ہوتا، تو یقیناً بہت زیادہ لوگ آپ سے استفادہ کرتے خیر غنیمت ہے ایسے حضرات کا وجود بھی، قاضی صاحب خود اپنی تحریر میں فرماتے ہیں کہ احقر ۴ ۲ برس تک آنحضرت مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا اور ترجمہ قرآن کریم، سراجی، ورالمعارف اور کچھ حصہ صحیح مسلم کا اور کچھ حصہ مثنوی مولانا روم کا آنحضرت مرحوم کے یہاں پڑھا"

حضرت حافظ شاہ نور محمد صاحب مرحوم کشمیر

یہ بھی حضرت مولانا حسین علیؒ کے خاص شاگرد اور خلیفہ تھے حضرت کے منگر خانہ کا انتظام بھی ان کے سپرد تھا، بہت عرصہ تک حضرت کی خدمت میں رہ کر فیض حاصل کرتے رہے ایک دفعہ یہ اپنے گھر چلے گئے، چند دنوں کے بعد پھر واپس آگئے حضرت کی خدمت میں اور کہنے لگے کہ گھر گیا تو ایسا معلوم ہوا کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے بعد ہو گیا ہے اس بعد کو برداشت نہ کر سکا اس لئے پھر حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہو گیا ہوں تاکہ سکون حاصل ہو۔

حضرت مولانا عبد الہادی صاحب المعروف بملاں کوکا صاحب

شاہ منصور میں رہتے ہیں، بڑے نیک طبع اور متقی، صالح آدمی ہیں یہ بھی حضرت مولانا حسین علیؒ سے مستفید ہونے والے لوگوں میں سے ہیں ان کے پاس بھی ہر سال قرآن کریم پڑھنے والوں کی ایک بڑی تعداد جمع ہوتی ہے، بہت عمدہ طریق پر قرآن کریم پڑھاتے ہیں، مزاج میں نرمی ہے مسائل کی تحقیق و تبیین علماء دیوبند کی طرح فرماتے ہیں۔

حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب المعروف بہ "شیخ القرآن"

آپ نامور اور جید علماء میں سے ہیں، عرصہ تک تدریس کرتے رہے ہیں، فنون کی کتابیں مستحضر ہیں حضرت مولانا حسین علیؒ کے شاگرد اور مرید ہیں مسئلہ توحید کے بیان کرنے میں پورے ملک میں شہرت رکھتے ہیں بلغۃ الحیران انہی کی جمع کی ہوئی ہے، بڑے ذہین اور ہوشیار آدمی ہیں، مزاج میں شدت بھی بہت ہے اور کچھ مخالفین کی ناجائز باتوں سے شدت میں مزید اضافہ ہو گیا ہے، بڑے

مفسر اور صاحب طرز واعظ ہیں، قرآن کریم ایک خاص طرز سے پڑھتے ہیں آواز بھی بلند اور صاف ہے، وعظ مؤثر ہوتا ہے بڑے مستعد ورکر ہیں، ان کے پاس قرآن کریم پڑھنے والوں کا بہت اجتماع ہوتا ہے۔ ڈابھیل کے زمانۂ قیام میں حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحبؒ سے حدیث پڑھی ہے، فنون انہی والے بابا صاحبؒ سے پڑھے ہیں، ہر طرح اپنے مقصد میں کامیاب ہیں۔

حضرت مولانا سید احمد رضا صاحب بجنوری

بڑے جید کثیر المطالعہ وسیع المعلومات، قدیم وجدید علوم پر عبور رکھنے والے بڑے سمجھدار علماء میں سے ہیں، حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحبؒ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے شاگرد ہیں، عرصہ تک مجلس علمی ڈابھیل میں سیکرٹری رہے ہیں، آپ حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ کے داماد ہیں قرآن کریم آپ نے حضرت مولانا حسین علیؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر پڑھا اور ان سے بیعت بھی ہوئے، آجکل بخاری شریف کی اردو زبان میں انوار الباری شرح صحیح البخاری لکھ رہے ہیں جو اردو زبان میں بخاری کی بے مثال شرح ہے، مذہب احناف کے ساتھ غالی لوگوں نے جو زیادتیاں کی ہیں، اس شرح میں مکمل طور پر ان کا جائزہ لیا گیا ہے، خدا کرے کہ یہ عوام وخواص دونوں کے لئے مفید شرح پایۂ تکمیل تک پہنچ جائے اگر یہ شرح مکمل ہوگئی تو مصنف کا اہل حق پر بڑا احسان ہوگا، اس شرح کی خاص اہمیت اس لئے ہے کہ اس میں اکابر علماء دیوبند کے علوم آگئے ہیں اور خاص طور پر حضرت مولانا انور شاہؒ صاحب کے افادات تو مکمل طریق پر درج ہیں، زبان نہایت عمدہ اور سلیس ہے، جس کی زمانۂ حال میں اشد ضرورت ہے، مولانا سید احمد رضا خود فرماتے ہیں کہ دار العلوم سے فراغت کے بعد بیعت سلوک کی طرف رجحان ہوا، حضرت شاہ صاحب قدس سرہ سے استشارہ کیا کہ کس سے بیعت ہوں تو حضرتؒ نے شیخ وقت مولانا حسین علی میانوالی قدس سرہٗ کا مشورہ دیا۔ احقر ان کی خدمت میں حاضر ہوکر بیعت ہوا اور تا حین حیات استفادات کرتا رہا چند سال قبل حضرت شیخ ومرشد مولانا عبد اللہ شاہ صاحب (خلیفہ حضرت مولانا احمد خان صاحبؒ کندیاں ضلع میانوالی) سے پہلے ذریعہ مکاتبت اور پھر سرہند شریف میں بوقت زیارت مشافہۃً شرف بیعت حاصل کیا۔ آپ کی وفات کے بعد بھی آپ کے جانشین حضرت شیخ ومرشد مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم سے پہلے ذریعہ مکاتبت پھر دیوبند میں تشریف آوری کے وقت بالمشافہ بیعت سے

مشرف فرمایا واللہ الموفق لما یحب ویرضی (مقدمہ انوار الباری جلد ۲ ص ۲۸۱) اسی طرح
ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ راقم الحروف کو بھی حضرت الاستاذ شاہ صاحب قدس سرہ کے ارشاد
پر آپ کی خدمت میں حاضری، بیعت اور ۲۲-۲۳ روز قیام کر کے قرآن کریم کا مکمل ترجمہ پڑھنے
اور دوسرے استفادات کا شرف حاصل ہوا ہے طلبہ اور مسترشدین پر حد درجہ شفیق تھے راقم الحروف
نے آپ کے تفسیری فوائد قلمبند کئے تھے اور ملفوظات گرامی بھی ایک روز بعد عشاء طلبہ حدیث کا مطالعہ
کر رہے تھے رفع سبابہ کے مسئلہ میں ایک طالبعلم سے میری بحث ہو گئی اور العرف الشذی
سے میں نے استدلال کیا، اسی اثناء میں حضرتؒ بھی تشریف لے آئے اور ہماری بحث میں بے تکلف
شریک ہو گئے میں بدستور رفع کے دلائل پیش کرتا رہا اور حضرتؒ اس طالب علم کی امداد کرتے رہے
اور اصلاً کسی ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا، حضرتؒ کی اس سادگی و شفقت کا جب کبھی خیال آجاتا ہے
تو بڑی ندامت ہوتی ہے کہ ایسی جرأت کیوں کی تھی جب تک رہا حضرت خصوصی شفقت فرماتے
رہے کھانے کا بھی خاص اہتمام فرمایا تھا رخصت کے وقت بستی سے کچھ دور تک تشریف لائے اور
اجازت بیعت بھی مرحمت فرمائی، مکاتبت سے بھی ہمیشہ مشرف فرماتے رہے (مقدمہ انوار الباری جلد ۲ ص ۲۹۶)

مولانا سید احمد حسین شاہ صاحب سجاد بخاری

فاضل دار العلوم دیوبند اور فاضل دار المبلغین لکھنؤ ہیں، بڑے سمجھ دار اور معتدل مزاج اچھے
لکھنے والے لوگوں میں سے ہیں ماہنامہ تعلیم القرآن کے مدیر ہیں اور آج کل تفسیر
جواہر القرآن مرتب کر رہے ہیں، تفسیر بڑے عمدہ طریق پر مرتب کر رہے ہیں۔ لیکن بعض باتیں اس
میں شاذ قسم کی ہیں، بڑی خرابی یہ ہے کہ خلط ملط کر دیا ہے ترجمہ شیخ الہندؒ کا لے لیا۔ فوائد موضح القرآن
شاہ عبد القادر صاحبؒ اور مقدمہ مع فوائد فتح الرحمن شاہ ولی اللہؒ کا لیا ہے، اس طرح
مولانا حسین علیؒ کے طرز فکر کو الگ طور پر سمجھنا مشکل ہوگا۔ بہت سی باتیں تفسیر میں مولانا غلام اللہ خان
صاحب اور احمد حسین شاہ صاحب نے اپنی طرف سے بیان کی ہیں جن کا حضرت مولانا حسین علیؒ کی طرف
انتساب واقعہ کے خلاف ہوگا سجاد صاحب، حضرت مولانا حسین علیؒ کے مریدین میں سے ہیں۔

مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی

جیسا کہ پہلے مولانا قاضی شمس الدین صاحب کی تحریر کے حوالہ سے گذر چکا ہے کہ حضرت

مولانا حسین علیؒ کے آخری دور کے متوسلین میں سے مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب گجرات والے
بھی ہیں، ان کو حضرتؒ سے کچھ زیادہ استفادہ کا موقعہ نہیں مل سکا۔ بڑے ذہین اور خوش آواز ہیں مقرر
اور واعظ بھی بڑے درجہ کے ہیں، برِصغیر کی تقسیم سے قبل مجلسِ احرارِ اسلام کے ساتھ وابستہ رہے
ہیں۔ اور بڑی سرگرمی سے کام کرتے رہے ہیں، ایک زمانہ میں صوبہ پنجاب کی مجلسِ احرارِ اسلام کے صدر
رہ چکے ہیں آخر میں کچھ اندرونی اختلافات کی بنا پر مجلس سے کنارہ کش ہو گئے کم و بیش ربع صدی سے گجرات
کالری دروازہ کی جامع مسجد کے خطیب ہیں، تبلیغ میں بڑا انہماک ہے، اہلِ بدعت کے خلاف ایک
دور میں پورے صوبہ میں ان کا طوطی بولتا تھا، بالآخر مسئلہ حیات النبیؐ میں ان کے بے جا اصرار
نے ان کے وقار کو بہت کچھ کم کر دیا ہے۔ شاہ صاحب جس درجہ کے ذہین اور اپنے اعمال و کردار میں
متوازن معلوم ہوتے تھے، اتنا ہی خلافِ توقع انہوں نے ایک ایسے مسئلہ میں اس قدر شدت سے
اختلاف کیا جس کی قطعاً توقع نہ تھی، ایک ایسا مسئلہ جس پر تقریباً تمام جماعت علماء دیوبند کا اتفاق
چلا آ رہا تھا اور کسی قسم کا شبہ اس مسئلہ میں پیدا نہ ہوا تھا اگر شاہ صاحب کی تحقیق میں اس مسئلہ میں انہیں
اختلاف پیدا ہو گیا تھا تو انہیں یہ بات ہرگز مناسب نہ تھی کہ وہ اس مسئلہ کو سٹیج پر لا کر دیوبندی جماعت
میں تفریق و انتشار کا باعث بنتے مسائل کی تحقیق میں اختلاف علماء میں ہر زمانہ میں ہوا ہے اور ہوتا رہیگا یہ
کوئی عیب کی بات نہیں بلکہ قباحت اس میں ہے کہ اس قسم کے مسائل میں ادعا کیا جائے کہ بس جو
بات میری سمجھ میں آگئی ہے۔ حق وہی ہے اور دوسرا باطل یہ نہیں کیا یہ مسئلہ اپنی جگہ مشہور بین الانام
نہیں کہ سماعِ موتیٰ کے بارہ میں حضرات صحابہ کرامؓ سے لے کر امت کے اندر دونوں قسم کے خیالات پائے
جاتے ہیں، کسی نے سماع اموات کا اعتقاد رکھا اور کسی نے انکار کیا لیکن دوسرے اعتقاد والے کو کافر
اور بدعقیدہ نہیں کہا، مگر بڑے افسوس کی بات ہے کہ شاہ صاحب قائلینِ سماع کو ابوجہل کا ٹبر تک
اپنی تقریروں میں کہنے سے بھی گریز نہیں کرتے اک زمانہ تک قرآن کریم کی وہ آیات جن کو شاہ صاحب
اہل بدعت اور مشرکین و حاضر کے خلاف پیش کرتے تھے اب وہی آیات عقیدہ حیات النبیؐ کو
ماننے والوں اور سماعِ موتیٰ کے قائلین کے خلاف چسپاں کرتے ہیں کیا یہ انتہا پسندی نہیں؟ سماعِ موتیٰ
کے قائل تو حضرت عمرؓ اور عبداللہ بن عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابہ بھی ہیں اور امت کے بہت سے جلیل القدر ائمہ
دین بھی ہیں بلکہ جمہور ائمہ کرام سماع موتیٰ کے قائل ہیں کیا یہ سب ابوجہل کا ٹبر ہے؟ یہ باتیں اگر کسی اور

آدمی سے سرزد ہوتیں تو شاید وہ درخور اعتناء خیال نہ کیا جاتا لیکن ایک ایسا عالم دین جس کو بڑے بڑے اکابر سے شرف تلمذ حاصل ہو جیسا کہ مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب کو حضرت مولانا سید انور شاہ صاحبؒ سے اور مولانا مفتی مہدی حسن صاحب اور حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ سے تلمذ حاصل ہے۔ اگر مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب کا المہند جس کو مرتب کرنے والے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ ہیں اور جس پر حضرت شیخ الہندؒ سے لے کر حضرت مفتی کفایت اللہؒ تک تمام ذمہ دار حضرات کے دستخط موجود ہیں، اس پر اطمینان نہیں تھا تو اس کے اظہار کی یہ صورت تو کسی طرح بھی اچھی نہیں تھی اگر شاہ صاحب کا یہ اختلاف نفسانیت اور ضد کی وجہ سے نہیں تو پھر بڑے افسوس کا مقام ہے کہ اس کو اس قدر ایمان اور کفر کا مدار بنا کر سٹیج پر پیش کیا گیا اور جماعت کے عظیم کام میں رخنہ اندازی کی گئی، کیا اچھا ہوتا کہ شاہ صاحب اپنی ان تحقیقات کو اپنے پاس رکھتے اور اس پر ایسا بے جا اصرار نہ کرتے ہمارے خیال میں تمام اکابر خواہ وہ مولانا حسین علیؒ یا مولانا حسین احمد مدنیؒ یا مولانا اشرف علی تھانویؒ ہوں یا مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ، مولانا نانوتویؒ، مولانا گنگوہیؒ، مولانا مفتی کفایت اللہؒ مولانا خلیل احمدؒ اور مولانا احمد علی لاہوریؒ ہوں، یہ تمام حضرات کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مستفید ہونے والے تھے اور حضرات صحابہؓ تابعین اور ائمہ دین کے نقش قدم پر تھے اور سب اہل حق میں سے ہیں۔ ان کا بعض مسائل میں ایک دوسرے سے اختلاف بھی ہوا ہے اور ہو سکتا ہے لیکن کیا یہ اس اختلاف کی بنا پر اس حد تک چلے جائیں کہ دوسرے کو اہل باطل اور اہل بدعت کے زمرہ میں شامل کر دیں۔ العیاذ باللہ ؎

بادۂ ساغرت از خونِ دل یاراں است!

وائے غیبا اگر ایں اجر وفاداراں است!

حضرت مولانا عبدالواحد صاحب خطیب جامع مسجد گوجرانوالہ

بڑے ذہین اور سمجھدار علماء میں سے ہیں بہت معاملہ فہم اور زیرک ہیں، حدیث حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ سے ان کے ڈابھیل میں قیام کے زمانہ میں پڑھی، حضرت مولانا عبدالعزیز صاحبؒ کے داماد اور بھتیجے ہیں، کافی عرصہ تک تدریس کرتے رہے ہیں، اب زیادہ تر تبلیغی جماعت میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ جمعیۃ علماء اسلام کے ناظم بھی رہے ہیں تقسیم سے قبل جمعیۃ علماء ہند کے صوبہ پنجاب کے ناظم

بھی رہے ہیں تقسیم سے قبل جمعیۃ علماء ہند کے صوبہ پنجاب کے ناظم تھے، بڑی سلجھی ہوئی طبیعت کے مالک ہیں اور حضرت مولانا حسین علیؒ سے مستفید ہونے والے لوگوں میں سے ہیں۔

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر

آپ حضرت مولانا حسین علیؒ کے آخری ایام میں ان سے بیعت ہوئے اور روحانی فیض حاصل کیا۔ آپ پاکستان کے چند گنے چنے علماء میں سے ایک ہیں دار العلوم دیوبند کے فاضل ہیں، نہایت ذہین اور طباع ہیں ربع صدی سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے کہ آپ دین کی بڑے وسیع پیمانہ پر خدمت کر رہے ہیں، آپ تقریباً تیس۳۰ سے زیادہ کتابوں کے مصنف ہیں فرق باطلہ کے مقابلہ میں آپ کا قلم خدائی تلوار کا کام کرتا ہے اور آپ کی زبان علماء دیوبند کی ترجمان ہے، آپ بڑے محقق ہیں، آپ کی کتابوں سے پاکستان و ہندوستان میں لاکھوں انسانوں نے فائدہ اٹھایا ہے اور بہت سے گمراہ لوگ ان کتابوں کو پڑھ کر راہ راست پر آئے ہیں۔ آپ ۲۱ سال سے مدرسہ نصرۃ العلوم میں پڑھا رہے ہیں اور اب شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہیں، آپ تقریباً ربع صدی سے زائد عرصہ ہو چکا ہے کہ گورنمنٹ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ گکھڑ میں قرآن کریم کا درس دیتے ہیں جس سے اب تک کئی ہزار ٹریننگ حاصل کرنے والے ٹیچر حضرات مستفید ہو چکے ہیں۔ جامع مسجد گکھڑ میں خطابت کی ذمہ داری بھی آپ کے سر ہے اور قرآن کریم کا درس بھی پابندی سے دیتے ہیں، پورے علاقہ میں اصلاحی کام ہوا ہے، آپ علم حدیث، تفسیر، فقہ، اسماء الرجال اور نقد حدیث میں مہارت تامہ رکھتے ہیں فتویٰ نویسی کا کام بھی کرتے ہیں۔ پاک و ہند کے اکابر علماء اور اساتذہ نے آپ کے علمی اور تحقیقاتی کاموں کی بے حد توصیف و تعریف کی ہے اور داد و تحسین و آفرین دی ہے اور آپ کی تصانیف پر تقریظات لکھی ہیں و کفیٰ بذالک فخراً۔ تدریس کے سلسلہ میں بھی آپ کے شاگردوں اور تلامذہ، بلاواسطہ اور بالواسطہ کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے، مزاج میں اعتدال ہے، وعظ و تقریر بھی کرتے ہیں اور لوگوں کے اصرار پر باوجود بیمار ہونے کے دور کا سفر کرتے ہیں اور کسی کی دل شکنی گوارا نہیں کرتے۔

یہ چند ایک علماء کا ہم نے ذکر کیا ہے جنہوں نے حضرت مولانا حسین علیؒ سے استفادہ کیا ہے۔ ان کے علاوہ بھی بہت سے مشاہیر اور غیر مشاہیر علماء ہیں جنہوں نے حضرت سے استفادہ کیا ہے ہم ان کے حالات سے باخبر نہیں۔ یہ صرف حضرت مولانا حسین علی نور اللہ مرقدہ

کی علمی اور روحانی جدوجہد کے سلسلہ میں چند بزرگوں کا ذکر کر دیا ہے۔

عادات وخصائل

حضرت مولانا حسین علیؒ خدا پرست انسان تھے جن کی زندگی انتہائی سادہ اور اعمال حسنہ سے معمور تھی تعلیم و تدریس اور تبلیغ و اصلاح ان کی زندگی کا خاص کارنامہ ہے، حضرت کم گو تھے، انجمن میں بھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ محو مناجات ہیں، اخلاص کا پیکر تھے اور فنا فی التوحید تھے، مولانا قاضی شمس الدین صاحب اپنی ایک تحریر میں لکھتے ہیں کہ حضرت مرحوم بڑے لمبے قدو قامت کے انسان تھے، رنگ گندمی سفیدی مائل، چہرہ مدور، سر میانہ، ہاتھ، پاؤں خوب کھلے، متواضع، سادہ دیسی لباس پہنتے پگڑی بڑی باندھتے، سخی النفس، دنیاداروں سے دور اور علماء، طلباء اور غرباء کے قریب رہتے اگر کوئی عالم آجاتا تو کبھی کبھار اس کے لئے مرغا ذبح کر دیتے، واپسی پر اسٹیشن تک گھوڑی بھی گاہ بگاہ دیتے اکثر اوقات تعلیم و تدریس، تذکیر، مراقبہ، اذکار میں مشغول رہتے، عشاء کی نماز بڑی تاخیر سے پڑھتے اور معاً اندرون خانہ تشریف لے جاتے اور صبح کی سنت اندرون خانہ پڑھا کرتے تھے، اگر کوئی دنیادار آدمی آجاتا تو آپ کی طبیعت اسے دیکھتے ہی پریشان ہو جاتی اس کی معروضات سن کر مناسب جواب دے کر فرماتے، اچھا رخصت، کبھی جمعہ کے روز والدین کی قبر پر فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لے جاتے اپنے خانگی کام یہاں تک کہ اینٹ گارے کا کام اور فصلوں کی کٹائی کا کام بھی اپنے ہاتھ سے کرتے گو اس میں خدام اور مریدین بھی شریک کار ہوتے کبھی پابرہنہ بھی چلتے تھے، کھانا بہت کم اور معمولی درجہ کا کھاتے تھے، احادیث کے بڑے مشکل مقامات دو چار لفظوں میں حل کر دیتے تھے کشف و کرامات تو ان کے بعض متوسلین بھی رکھتے تھے۔" حضرتؒ بڑے بابرکت تھے، قاضی نور محمد صاحب مرحوم جب حج پر تشریف لے گئے، تو حضرتؒ نے انکو ایک روپیہ دے کر فرمایا کہ جب اور روپے خرچ ہو جائیں تو آخر میں یہ روپیہ خرچ کرنا وہ روپیہ قاضی صاحبؒ کے بٹوے میں رہتے رہتے سیاہ ہو گیا اور یہ نوبت نہ آئی کہ اور خرچ ہو جائیں اور اسکو خرچ کریں، یہاں تک کہ قاضی صاحبؒ دنیا سے رخصت ہو گئے۔" حضرت مولانا حسین علیؒ بہت بلند روحانیت کے مالک تھے، ایک دفعہ علاج کی غرض سے بڑے شہر میں تشریف لائے اور پھر فرمانے لگے کہ مجھے جلد واپس لے چلو اور اس کے بعد دوسرے موقع پر آپ نے فرمایا کہ کئی مہینوں کے بعد اصلی حالت عود کر آئی ہے، شہریت کی مسموم

فضانے آپ کی روحانیت پر اس قدر اثر کیا۔ آپ علماء کا غایت درجہ احترام فرماتے تھے اور طلباء کے ساتھ بے حد شفقت کا سلوک فرماتے تھے طلباء کو روپے صابن اور ضروریات کی اشیاء عنایت فرماتے۔ آپ امراء ورؤسا کی تعظیم نہ فرماتے تھے۔

آپ کو اویسی طریق پر بھی فیض حاصل تھا جیسا کہ تحفۂ ابراہیمیہ کے آخر سے ظاہر ہے آپ میں خدا پرستی، بے نیازی، استغناء توکل کامل درجہ کا پایا جاتا تھا، آپ کی وفات کے قریب آپ کے متوسلین آپ کے پاس جمع ہوئے اور جماعت کی تشکیل کے بارہ میں مشورہ کیا، حضرتؒ نے فرمایا کہ میں نے ساری عمر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کام کیا ہے جو شخص لوجہ اللہ کام کرتا ہے وہ اسی طریق پر کرے رسمی باتوں کو میں پسند نہیں کرتا چنانچہ مولانا قاضی شمس الدین صاحب اپنی ایک تحریر میں فرماتے ہیں کہ حضرت مرحوم کی وفات کے وقت احقر موجود نہ تھا، البتہ اس سے قبل ہم سب جمع ہوئے اور استدعا کی تبلیغ کے لئے لاؤڈ سپیکر خریدلیں، فرمایا کہ ویسے ہی سادہ طریق پر تبلیغ کرو، جب حضرت مرحوم بیمار تھے تو احقر نے عرض کیا کہ آپ کو ایبٹ آباد لے چلیں فرمانے لگے عجیب جگہ بتلائی ہے یہ موقعہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں لے جانے کا ہے یا ایبٹ آباد، کوہ مری کا" مولانا قاضی شمس الدین صاحب فرماتے ہیں کہ "ایک دن احقر حضرت مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوا اور دل میں خیال آیا کہ آج حضرت مرحوم سے کوئی سلوک کا اونچا مسئلہ دریافت کریں قبل اس کے کہ احقر سوال کرتا، حضرت نے "حُبّ صرف" کا مسئلہ بیان کرنا شروع کر دیا، یہ سلوک مجددی میں سب سے اونچا مقام ہوتا ہے"۔ مولانا غلام نبی صاحب اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں کہ "ایک دفعہ میں نے حضرت مولانا حسین علیؒ سے دریافت کیا سرہند شریف جانے کے بارہ میں، آپ نے فرمایا کہ سرہند شریف بہت فیض کا مقام ہے، آپ بھی جایا کریں، چنانچہ ایک دفعہ میں سرہند گیا تو وہاں کے سجادہ نشین محمد صادق صاحب نے کہا کہ حضرت مولانا حسین علیؒ یہاں تشریف لاتے ہیں۔"

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب مرحوم کے ساتھ مناظرہ

مشہور ہے کہ حضرت مولانا حسین علیؒ کا پیر مہر علی شاہ صاحب کے ساتھ مناظرہ ہوا تھا غالباً یہ ۱۹۲۴ء کے لگ بھگ زمانہ میں ہوا تھا، میں نے مختلف حضرات سے اس بارہ میں دریافت کیا لیکن صحیح کیفیت معلوم نہ ہوسکی، البتہ قاضی شمس الدین صاحب فرماتے ہیں کہ "مناظرہ وغیرہ کوئی خاص نہیں ہوا مسئلہ علم غیب پر

ملک مظفر صاحب کے بنگلہ پر دو چار باتیں ہوئی تھیں پیر مہر علی شاہ صاحب نے کچھ تصور تصدیق یا اس قسم
کی بات چھیڑ دی، اس پر حضرت مرحوم نے فرمایا کہ اس طرح آپ بھاگنا چاہتے ہیں تو ایسا نہیں ہونے دیا
جائے گا، باہر میدان میں نکل کر مناظرہ کریں، آپ کو معلوم ہو جائے گا اور اس پر قصہ ختم ہو گیا"۔

حضرت مولانا احمد خان صاحب کے ساتھ اختلاف

مولانا قاضی شمس الدین صاحب فرماتے ہیں کہ کچھ مسائل میں کبھی کبھار کشمکش ہو جایا کرتی تھی اور خصوصاً
مسئلہ علم غیب وغیرہ میں مگر اس کے باوجود ایک دوسرے کا احترام اور ادب کرتے تھے اور فضا سازگار
ہی رہتی تھی، مگر بعد میں حضرت مولانا احمد خان صاحب مرحوم کے جانشینوں اور حاشیہ نشینوں
نے اس فضاء کو کچھ مکدر کر دیا" مولانا قاضی شمس الدین صاحب کے اس بیان کی تصدیق کرنا بظاہر مشکل
معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضرت مولانا احمد خان صاحبؒ بھی اکابر میں سے تھے اور مولانا حسین علیؒ اور
مولانا احمد خانؒ ایک ہی مرشد کے مرید تھے، البتہ میرے ایک استفسار کے جواب میں مولانا قاضی
شمس الدین صاحب آف درویش ہری پور ہزارہ نے ایک بات لکھی ہے جو قرین فہم معلوم ہوتی ہے
وہ تحریر کرتے ہیں کہ مولانا احمد خان صاحب قدس سرہٗ سے کوئی کشیدگی نہ تھی بعض مسائل کے طرز اظہار
و بیان میں حضرت مولانا حسین علیؒ قدس سرہٗ کے مزاج میں شدت تھی جو حضرت مولانا احمد خان
صاحب کو ناگوار تھی، ایک دفعہ حضرت مولانا انور شاہ صاحب قدس سرہٗ میانوالی تشریف لائے ان کے
ہمراہ حضرت مولانا سید غیاث الدین شاہ صاحب تھے، انہوں نے بیان کیا کہ جب حضرت شاہ صاحب
نے مسائل مولانا مرحوم کے مزاج کے مطابق بیان نہ کئے تو مولانا نے فرمایا کہ شاہ صاحب رڑے تے
نہیں چڑھے" یعنی بات کھل کر صاف نہیں کی، ریلوے اسٹیشن میانوالی پر حضرت شاہ صاحب سے مولانا
احمد خان صاحب کی شکایت کی کہ یہ میرا پیر بھائی ہے اور مسئلہ میں بھی میرے ساتھ متفق ہے مگر یہ
بات صاف اور سخت نہیں کرتا، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" واغلظ علیہم" حضرت مولانا احمد خان صاحب
نے فرمایا کہ مولانا وہ جہاد کا مقام ہے، تبلیغ کے مقام پر "فقولا لہ قولا لینا" آیا ہے، شاہ صاحب
نے فرمایا بہت خوب پھر مولانا حسین علی صاحب سے فرمایا کہ مولانا آپ کی شدت نے آپ کے مخالفین کی
جماعت کو بڑا کر دیا ہے"۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ اختلاف مسلک کا اختلاف نہیں بلکہ یہ تو
طرز بیان کا اختلاف ہے، یہ چیز مزاجی خصوصیات اور ماحول کے اثرات اور مخاطبین کے طرز عمل سے

ہمیشہ مختلف ہوتی ہے اگر مولانا حسین علیؒ کے طرزِ ادا میں کچھ شدت تھی تو یہ بات عیب نہیں بلکہ ان کا کمال ہے، جب کہ توحید ان کا حال تھا، وہ کیسے توحید کے خلاف کسی چیز کو برداشت کر سکتے تھے یہ بات نفسانیت پر ہرگز مبنی نہیں قرار دی جا سکتی برخلاف اس کے حضرتؒ کے بعض متوسلین کا حال اس سے یکسر مختلف ہے جس کی توجیہ بجز نفسانیت اور ضد یا جذبہ برتری کے کسی اور طرح تعبیر کرنا مشکل ہے مولانا قاضی شمس الدین صاحب اپنی ایک تحریر میں لکھتے ہیں کہ اسی طرح حضرت مولانا حسین احمد مدنی مرحوم کے حین حیات حضرت رائے پوری مرحوم کے متوسلین اور حضرت مدنی مرحوم کے متوسلین اور حضرت مولانا حسین علیؒ کے متوسلین یہ سب ایک جماعت اور ایک ہاتھ سمجھا جاتا تھا، حضرت رائے پوری مرحوم تو مولانا غلام اللہ خاں صاحب اور ان کے ہمنواؤں کو "توحید والوں کا دُرلی جتھا" سے موسوم کرتے تھے اور حضرت مدنی مرحوم کے یہاں مولوی عبدالرؤف صاحب دیوبند حاضر ہوئے تین دن ان کے مہمان رہے۔ یہ پوچھتے تھے کہ حضرت، اللہ تعالیٰ کے ماسوا کسی کو عالم الغیب اعتقاد کرنا کیسا ہے، آپ فرماتے شرک ہے، یہ کہتے آپ لکھ دیں کہ اس عقیدہ والا مشرک ہے، آپ فرماتے کہ لکھ کر نہیں دیتا ایسے فی الجملہ اختلافات کے باوجود بڑی محبت بڑا پیار، اور ادب و احترام اور یک جہتی رہتی تھی حضرت مدنی کے انتقال کے بعد یہ فضا مکدر ہو گئی جس سے مسلک دیوبندیت اور اس کے اتفاق اور اتحاد کو سخت دھکا لگا۔[1]

علمی مسائل میں حضرت مولانا حسین علیؒ کی تحقیقات

علمِ حدیث، تفسیر اور فقہ میں آپ کی تحقیقات عالیہ بہت گرانقدر ہیں، علوم میں آپ کی نگاہ بہت غائر ہے، حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مسلک کی تائید میں آپ نے بہت خدمات انجام دی ہیں اور علماء کے لیے علمِ حدیث میں گہرا شغف اور جذبہ تحقیق کی لگن پیدا کی ہے تفسیر میں تو آپ کا طرز بالکل انوکھا ہے

---

[1] نہایت ہی افسوس سے اس بات کا اظہار کرنا پڑ رہا ہے کہ اس یک جہتی اور اتفاق و اتحاد کو پارہ پارہ کرنے میں بڑی حد تک خود مولانا قاضی شمس الدین صاحب کی اپنی وہ تحریریں بھی ہیں جو انہوں نے القول الجلی، مسالک العلماء اور الہام الباری میں بے دھڑک طریقہ پر لکھی ہیں، ایک ایسے بزرگ کی طرف سے اتفاق و اتحاد کی کمی پر افسوس بڑا تعجب انگیز معلوم ہوتا ہے جو اپنی ہمہ دانی کے زعم میں دوسروں کو "طفل مکتب" سے تعبیر کرتا ہو، اگر یہ بزرگ اپنی حدت اور شدت کو محسوس کرتے تو یقیناً نوبت یہاں تک نہ پہنچتی۔ فالی اللہ المشتکیٰ ۱۲ سواتی۔

مسئلہ توحید الٰہی کے جملہ پہلوؤں پر بہت عمدہ تحقیق فرمائی ہے اور اس کے علاوہ مسئلہ ذبح فوق العقدہ کی تحقیق بھی بڑی عمدہ ہے، احتیاط تو اسی میں معلوم ہوتی ہے کہ اسکو حرام قرار دیا جائے کیونکہ فقہاء کرام نے تزکیہ کے لئے عروق اربعہ میں سے اکثر کا کٹنا شرط قرار دیا ہے اور یہ اسی شکل میں متحقق ہو سکتا ہے، جب کہ تحت العقدہ ذبح ہو احتیاط تو اسی میں ہے اگرچہ دیگر محققین علماء نے فوق العقدہ ذبح میں حرمت کا قول نہیں کیا جیسا کہ مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہؒ نے ایسے ذبیحہ کے حلال ہونے کا قول کیا ہے مگر احتیاط زیادہ حضرت مولانا حسین علیؒ کی تحقیق میں معلوم ہوتی ہے۔

مسئلہ سماع موتیٰ کے بارہ میں حضرت مولانا حسین علیؒ کی ذاتی رائے عدم سماع کی طرف معلوم ہوتی ہے، جیسا کہ تحریرات حدیث میں اس پر پوری بحث موجود ہے لیکن اس کے ساتھ جمہور کے مسلک کو بھی بڑے شرح صدر کے ساتھ آپ نے لکھا ہے:-

ونؤمن بان المیت یعرف من یزورہ اذا	اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ میت پہچانتا
اتاہ وآکدہ یوم الجمعۃ بعد طلوع الفجر	ہے جو اس کی زیارت کے لئے جاتا ہے اور یہ بات بروز
قبل طلوع الشمس (تحریرات حدیث ص۲۵۷)	جمعہ طلوع فجر کے بعد اور سورج نکلنے سے قبل بہت
	زیادہ نمایاں ہوتی ہے۔

جس سے آپ کی انصاف پسندی اور جمہور کے مسلک کا احترام صاف ظاہر ہے۔

اسی طرح رفع یدین کے بارہ میں بھی آپ کی تحقیق قابل داد ہے، البتہ رفع السبابہ کے متعلق آپ کی تحقیق مرجوح معلوم ہوتی ہے اس میں زیادہ تر آپ کا تاثر حضرت مجددؒ کے مکتوبات سے ہے لیکن اس میں راجح پہلو دوسرا ہے کیونکہ احادیث رفع السبابہ میں کسی قسم کا تضاد یا تعارض نہیں ہے، اور مسند احمد اور صحیح مسلم میں بھی اس کے متعلق صاف روایت موجود ہے موطا امام محمد میں حضرت امام اعظمؒ کا مسلک بھی امام محمدؒ نے صراحت سے بیان کیا ہے اور فقہائے احناف کے معتبر فتاویٰ میں بھی اس کی صراحت موجود ہے اور اس کے نسخ کی کوئی صاف اور صریح دلیل موجود نہیں۔

طلاق مکرہ کے بارہ میں بھی آپ کی تحقیق قابلِ لحاظ ہے اگرچہ جمہور احناف کے نزدیک طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

تحفۂ ابراہیمیہ کی اشاعت :۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس کی پہلی طباعت معراشکل

ہیں سنہ ۱۹۲۵ء میں ہوئی تھی اس کی اشاعت حضرتؒ کے مرید اور تلمیذ مولانا غلام نبی صاحب مولوی فاضل نے کی تھی، کتابت بھی معمولی اور کچھ اغلاط بھی کتاب میں موجود تھیں۔ مولانا غلام نبی صاحب خود اس کی طباعت کے بارہ میں اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں کہ جب میں حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا، اسی دوران میں آپ کی تحریری تصانیف اور کتابیں قلمی مسودے دیکھنے کا موقع ملا، میں نے ایک دن تحفہ ابراہیمیہ کا مسودہ دیکھا، دل میں خیال آیا کہ میں اس کو نقل کر لوں اور شائع کرا دوں یہ سنہ ۱۹۳۴ء کا زمانہ تھا چنانچہ حضرتؒ نے اجازت فرمائی کہ لکھ لو بلکہ آپ خود لکھاتے رہے اور میں لکھتا رہا، آپ نے خود بہشت سلاسل لکھوائے البتہ ہر سلسلہ کے آخری دو نام میں نے از خود لکھے اور نام بھی اس کا فیوضات حسینی المعروف تحفہ ابراہیمیہ رکھا تھا اور پھر سنہ ۱۹۳۵ء میں میں نے اسے شائع کرا دیا، حضرتؒ کو کتاب طباعت کے بعد دکھائی، آپ نے بعض غلطیاں جو رہ گئی تھیں ان کی اصلاح فرما دی پھر کچھ عرصے کے بعد آپ نے فرمایا کہ تحفہ ابراہیمیہ کے سب نسخے ہمیں دے دو اور ہم سے بلغۃ الحیران کے چند نسخے لے لو کیونکہ ہمارے مرید کوئی کتاب مانگتے ہیں اور ہمارے پاس انہیں دینے کے لئے کوئی کتاب نہیں ہے۔ میں نے سب نسخے آپ کی خدمت میں پیش کر دیئے اور اس کے تبادلہ میں بلغۃ الحیران کے چند نسخے لے لئے، مولوی غلام نبی صاحب موصوف اس کی اشاعت کے وقت مڈل سکول دائرہ عالم شاہ تحصیل پھالیہ، ضلع گجرات میں تھے، آج کل چک شمالی ۱۰۴ سرگودھا میں سکھا میں مدرس ہیں۔

حضرت مولانا سرفراز خان صاحب کا بیان ہے کہ جب میں بیعت کے لئے حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا تو اس وقت حضرتؒ نے اپنے ہاتھ مبارک سے تحفہ ابراہیمیہ کا نسخہ مجھے عطا فرمایا تھا اور ساتھ ہی فرمایا تھا کہ اس کا مطالعہ کر لو، اور اگر کوئی بات پوچھنی ہو تو پوچھ لو۔ چنانچہ میں نے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ میں اس کا مطالعہ کیا اور بعض مقامات سے کچھ باتیں حضرتؒ سے دریافت کیں، آپ نے ان کا جواب عنایت فرمایا۔

تحفہ ابراہیمیہ میں حضرت مولانا حسین علیؒ نے سلوک و تصوف اور حقائق و معارف کے اکثر مسائل نہایت ہی اختصار سے بیان کر دیئے ہیں، ان مسائل کو اس رسالہ میں درج کر دیا گیا ہے، جن پر باطنی تربیت کا مدار ہے، رسالہ کا وہ حصہ جس میں ریاضات اور اعمال کا ذکر ہے وہ تو عوام کے لئے قابل فہم ہے لیکن بعض مسائل ایسے بھی ہیں جو دقیق ہیں مثلاً مسئلہ وحدۃ الوجود اس کی تشریح حضرت

نے اس طرح کی ہے کہ جس سے عام اہل علم بھی مستفید ہو سکتے اس مسئلہ کے بعض پہلو ہم اس مقدمہ میں درج کر دیتے ہیں تاکہ اس مسئلہ کو سمجھنے والے حضرات کے لئے آسانی ہو اس کے علاوہ مسئلہ تصور شیخ مسئلہ توسل کی بحث بھی چونکہ کتاب میں درج ہے کسی قدر مزید وضاحت کے لئے مقدمہ میں اس کا بیان بھی مناسب معلوم ہوتا ہے اسناد بزرگان دین کی بحث ہم یہاں درج کرنا مناسب خیال نہیں کرتے جس کو تحقیق اور تسلی کرنا ہو وہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کی کتاب انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ملاحظہ کر سکتا ہے۔

تصوّر شیخ

شغل برزخ، شغل رابطہ، تصور شیخ[1]، یہ ایک حقیقت کے مختلف نام ہیں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ

"مرشدوں کی نسبت یہ خیال غلط ہے کہ وہ ہر دم ساتھ رہتے ہیں اور ہر دم آگاہ رہتے ہیں یہ خدا ہی کی شان ہے، گاہ بگاہ بطور خرقِ عادت بعض اکابر سے ایسے معاملات ظاہر ہوئے ہیں۔ اس سے جاہلوں کو یہ دھوکا پڑا ہے، تصور میں صورت کا خیال امر فضول ہے۔ جیسے کسی کے تذکرہ کے وقت کسی کا خیال آتا ہے ایسا ہی تصور شیخ ہیں مگر تصور کرو تو اپنے آپ کو اپنی جگہ اور شیخ کو اپنے وطن میں اور اس کے ساتھ یہ خیال رہے کہ ادھر سے کچھ فیض آتا ہے اللہ الصمد اور بسم اللہ کو برائے چندے موقوف رکھو اور الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ" بہت مختصر ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاضر ناظر نہ سمجھنا چاہیئے ورنہ سلام کیا ہوگا، کفر ہوگا بلکہ یوں سمجھے یہ پیام فرشتے پہنچاتے ہیں السلام (فیوض قاسمیہ ص۴۹) قدماء کے نزدیک اس مسئلہ کی حیثیت ایک واسطہ اور وسیلہ کی ہے متاخرین نے اسکو بگاڑ دیا اور تصور شیخ واسطہ نہ رہا بلکہ مقصود بن گیا، اسی لئے حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ نے اسکی اسی پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے اسکو اشغال مبتدعہ میں شمار کیا ہے ورنہ مسئلہ اپنی جگہ ثابت ہے کیونکہ

---

[1] حکیم الامت حضرت مولانا شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ

قالوا والركن الاعظم ربط القلب بالشيخ على وصف المحبة والتعظيم وملاحظة صورته (القول الجميل ص۵۵)

مشائخ چشت نے فرمایا ہے کہ دوام ذکر اور حضور قلب کے سلسلہ میں) رکن اعظم دل کا لگانا اور مربوط کرنا ہے مرشد کے ساتھ محبت اور تعظیم کے ساتھ اور اسکی صورت کے ملاحظہ

یہ موقوف علیہ نہیں بلکہ صرف حضوری اور دل جمعی کا واسطہ ہے اگر اس پر عوام کے عقیدہ میں خرابی پیدا ہونے کا شبہ ہو تو صونًا للعقیدۃ اس کا ترک کرنا ہی بہتر ہے جیسا کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا ہے کہ کسی کا تصور کرنا بطور خیال کے کچھ حرج نہیں مگر رابطہ جو مشائخ میں مروج ہے اسکو مشائخ نے کسی علاج کے واسطے تجویز کیا تھا اگر اسی حد پر ہے کہ جس حد پر بزرگوں نے تجویز کیا تھا تو چنداں دشوار نہیں گو ترک اس کا بھی اولی ہے کہ مختلف فیہ بین العلماء ہے اور ایسا ضروری بھی نہیں کہ بدوں اسکے کام نہ چل سکے اور جو اس حد سے بڑھ جاوے تو البتہ ناجائز ہے (فتاوی رشیدیہ ۱۹۷)

فتاوی رشیدیہ میں سوال ۵ کا جواب دیتے ہوئے حضرت فرماتے ہیں "نفس تصور جائز ہے اگر کوئی امر ممنوع اس کے ساتھ نہ ہو جیسا کہ تمام اشیاء کا آدمی خیال و تصور کرتا ہے مگر جیسا اس کے ساتھ تعظیم اس شکل کا کرنا اور متصرف باطن مرید میں جاننا مفہوم ہوا تو موجب شرک کا ہو گیا لہذا قدماً اس کی تجویز کرتے تھے کہ اس میں خلط معصیت کا نہ تھا اور متاخرین نے اسکو حرام کہا تو یہ حکم کا اختلاف بسبب اختلاف اہل زمانہ کے ہوا"۔ ایک دوسرے سوال کا جواب میں حضرت مولانا گنگوہیؒ فرماتے ہیں "اس شغل میں متاخرین صوفیہ نے غلو کیا ہے اور شرک تک نوبت پہنچی لہذا متاخرین علماء نے اسکو منع فرمایا اور اب متاخرین کے قول پر عمل چاہیئے اس شغل کی کچھ ضرورت نہیں اور نہ صحابہ میں اس شغل کا کچھ اثر تھا" ان فتاوی سے معلوم ہوتا ہے کہ نفس تصور شیخ میں شرعاً ممانعت نہیں ہے بلکہ جو چیزیں اس میں ناجائز کی گئی ہیں وہ ممنوع ہیں انہی کے اقتران کی وجہ سے اس میں قباحت آتی ہے لہذا مطلق تصور شیخ کو حرام یا شرک قرار دینا غلط فہمی اور غلط گوئی ہے"۔ اصل مسئلہ کی حقیقت کو حضرت مولانا نانوتویؒ نے اپنے ایک دوسرے مکتوب میں واضح فرمایا ہے چنانچہ مولوی محمد دائم علی صاحب کے مکتوب کے جواب میں فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالی کی یاد کے وقت اگر شیخ کو اپنا رابطہ تصور کریں تو اس میں کچھ حرج نہیں کیونکہ لا الہ الا اللہ کے بعد محمد رسول اللہ" اسی جانب مشیر ہے اور اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی شخص کو کسی ایسے آدمی سے کام پڑے جو اس کے ساتھ نظر عنایت رکھتا ہو اور اپنے کام کا بوجھ اس پر ڈال دے جیسا کہ ضرورت مند اشخاص ضرورت کے وقت بتقاضائے ضرورت تدبیر کار کے لئے کیا کرتے ہیں کہ ایسے شخص کی طرف توجہ اور اس کے ساتھ نیازمندی لازمی ہوتی ہے اور اس کا توسل واجب ہوتا ہے، اسی طرح طالبان خدا کے لئے بھی یاد خدا ضروری ہے اور رہبروں کے ساتھ نیازمندی بھی ضروری امر ہے اور عرض نیاز کے وقت اپنے

عدم استحقاق اور اپنی لیاقت کی نفی لازمی ہے، اس لئے ان مقربان الٰہی کا توسل واجب ٹھہرا خلاصہ یہ ہے کہ ایسا تصور اعتقاد شفاعت کا ایک شعبہ ہے یا اعتقاد رسالت کا پرتو ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ اکابر طریقت نے اس تصور کو رابطہ اور وسیلہ کے نام سے موسوم کیا ہے ہاں اگر اس تصور کو مستقل درجہ دے دیا جائے اور ربط اور وسیلہ سے اسکو جدا کر دیا جائے تو پھر اس کی حیثیت وہی ہوگی جس کے بارہ میں اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے "مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ" (حضرت ابراہیم علیہم السلام نے فرمایا تھا یہ کیا مورتیاں ہیں جن پر تم جھکے ہوئے اور جمے بیٹھے ہو؟)

دل اندر صمد باید اے دوست بست
کہ عاجز ترست از صنم ہر چہ ہست (سعدی)

اگرچہ اس قسم کا تصور کرنے والے افراد باعتبار اعتقاد و استقلال باہم بہت کچھ مختلف ہونگے بہر حال یہ بات خیال میں رہے کہ مقربان الٰہی کو ایسا یاد کرنا کہ اللہ تعالیٰ کی یاد کے تقاضے سے نہ ہو اور خدا کی یاد کو دل سے محو کر دینا اگرچہ پیر کو اس کی خبر بھی نہ ہو یہ بھی ان تماثیل" کے مشابہ ہے جن کی طرف آیت میں اشارہ کیا گیا ہے، اگرچہ صاحب تصور اپنے پیر کو اسلام کے اعتقاد کے مطابق محتاج بندہ ہی اعتقاد کرتا ہو کیونکہ اصلی یاد اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سے ہے (جس کو اس نے اس پیر کی طرف لگا دیا ہے) چنانچہ یہ بات قرآن و حدیث کے جاننے والے ماہرین سے مخفی نہیں اور جب یہ بات ہے کہ ذکر اور یاد محبت کا ثمرہ ہے اور محبت اصلی بجز ذات خداوندی کے جو کہ ہر جمال و کمال کی اصل ہے سزاوار نہیں پس جس نے باختیار خود اپنے دل کو دوسروں کی یاد میں اس طرح مشغول کیا اور یاد خدا سے دل ہٹا دیا اور پھر اپنے اس کام کو بنظر استحسان دیکھا تو لامحالہ ایسا شخص ان لوگوں کی راہ پر چلنے والا ہوگا جنہوں نے اپنے آپ کو بتوں (تماثیل) کے لئے وقف کر دیا ہو اور چونکہ تصور شیخ کی یہ صورت وہ ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے جن حضرات نے علی الاطلاق تصور شیخ سے منع کیا ہے چونکہ انہوں نے اسی صورت کو اپنے سامنے معمول بہ پایا یا انہوں نے علی الاطلاق اس لئے منع فرمایا کہ شریعت اور حقیقت میں رخنہ اندازی نہ ہو اور جو کچھ بھی انہوں نے کیا ہے بجا کیا ہے لیکن حقیقت وہی ہے جو اس پراگندہ حال نے عرض کر دی ہے۔" (فیوض قاسمیہ ص۳۱)

مکتوبات شیخ الاسلام جلد چہارم مکتوب ۱۴۶ میں ایک صاحب کے جواب میں شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنیؒ فرماتے ہیں کہ تصور شیخ قبائح سے خالی نہیں اس لئے اس کی اجازت نہیں دی"

جاسکتی" ص ۱۶۵۔ مگر ایک دوسرے شخص کے لئے اس طرح فرماتے ہیں "خلاصہ یہ ہے کہ خطرات کے دور کرنے اور خیالات کو جمع کرنے اور ہمت کو قوی بنانے کی عبادات میں جس قدر اہمیت ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے اور چونکہ تصور شیخ کی تاثیر اس امر میں انتہائی درجہ پر مفید ہے "کان الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ" (بے شک شیخ ومرشد اپنی قوم میں ایسا ہے جیسا نبی اپنی امت میں جس طرح نبی کا کام امت کی رہنمائی ہے، اسی طرح شیخ ومرشد کا کام بھی اپنے متوسلین کی ہدایت رہنمائی تو ہے) اس لئے تجربہ اور نصوص نے اکابر امت کو اس طریقے کے جاری کرنے پر آمادہ کیا تھا امت کو اس سے بیشمار فوائد حاصل ہوئے جیسا کہ مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کے ارشاد سے ظاہر ہے مگر چونکہ متاخرین غلط کاروں نے اس میں محظورات اور ناجائز اشیاء داخل کردیں مثلاً شیخ کو ہر جگہ حاضر ناظر اعتقاد کرنا یا اس کے تصور اور توجہ الی الشیخ میں اس قدر منہمک ہوجانا کہ مقصود حقیقی اور محبوب حقیقی سے مستغنی اور غافل ہوجائیں یا شیخ کو مثل کعبہ بہر نماز میں قبلہ اور متوجہ الیہ بنا لینا یا باطن مرید میں شیخ کو متصرف سمجھنے لگنا یا اس صورت کی اور شیخ کی حد سے زیادہ تعظیم کرنے لگنا یا اس سے نا عاقبت اندیشوں اور جہلاء کا صورت پرستی حقیقی اختیار کرنا جیسے مختلف مبتدع پیروں کے یہاں رائج ہوگیا ہے اس لئے سمجھدار اکابرین پر لازم ہوگیا کہ اس پر نکیر فرمائیں اور ذریعہ شرک وکفر کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیں بہرحال یہ امر مطلقاً ممنوع ہے نہ مطلقاً ضروری ہے، فتویٰ دینے اور عمل کرنے میں غور وفکر اور سوچ سمجھ سے کام لینا چاہیئے۔ واللہ اعلم (مکتوبات شیخ الاسلام جلد ۱ ص ۲۳۵، ۲۳۶)

شیخ سے تعلق

حضرت خواجہ محمد باقی باللہؒ کے خلیفہ شیخ تاج الدین سنبھلیؒ نے علم سلوک میں ایک رسالہ لکھا ہے جس میں نقشبندی طریقہ کے اشغال لکھے ہیں، اس رسالہ کو بجنسہ حضرت شاہ ولی اللہ نے اپنی کتاب "انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" میں نقل کیا ہے، اس رسالہ کی اہمیت اس سے ظاہر ہے کہ اس کے بارہ میں شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ

"ایں فقیر آنرا پیش حضرت ایشاں بحثاً و درایۃً خواندہ است"

اس رسالہ کو اس فقیر (شاہ ولی اللہؒ) نے اپنے والد گرامی شاہ عبدالرحیمؒ سے بحث اور درایت کے ساتھ پڑھا ہے یعنی اس کے مطالب میں بحث

کرتے ہوئے اور سمجھ کر پڑھا ہے۔

شیخ تاج الدینؒ اس رسالہ میں فرماتے ہیں کہ

"اللہ تعالیٰ تمہیں توفیق دے تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ نقشبندی طریقہ کے بزرگانِ کرام کا اعتقاد اہلِ سنت والجماعت کا اعتقاد ہے اور ان کا طریقہ (طریقۂ سلوک) دوامِ عبودیت ہے اور یہ دوامِ عبودیت بغیر عبادت مواکرنے کے متصور نہیں ہو سکتی اور اس کا مطلب یہ ہے کہ بندہ ہمیشہ حق تعالیٰ کے ساتھ ہو اور حق کے ساتھ حضوری کی اس صفت میں غیر کے شعور کی مزاحمت بھی نہ ہو اور یہ سعادت "جذبۂ الٰہی" یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کشش کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی اور کوئی سبب طریقِ جذب میں شیخ کی صحبت سے زیادہ قوی نہیں شیخ سے مراد وہ جس کا سلوک جذبے ہو"۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ

قال الشیخ ابو علی الدقاق قدس سرہ الشجرۃ التی تنبت بنفسہا لا ثمرۃ لہا وان کان لہا ثمر یکون بغیر لذۃ و سنۃ اللہ تعالیٰ جاریۃ علی انہ لابد من السبب فکما ان التوالد والتناسل الصوری لایحصل بغیر الوالد والوالدۃ کذالک التوالد المعنوی حصولہ بغیر المرشد متعذر قال فی الرسالۃ المکیۃ من لا شیخ لہ فالشیطان شیخہ (انتباہ ص۳۳)

حضرت شیخ ابو علی دقاقؒ نے فرمایا ہے کہ وہ درخت جو خود بخود اگا ہوا اس کا پھل نہیں ہوتا اگر پھل ہو تو پھر وہ شیریں اور لذیذ نہیں ہوتا سنۃ اللہ جاری ہے کہ ہر چیز کے لئے سبب کا ہونا ضروری ہے جس طرح ظاہری توالد و تناسل کے لئے ماں باپ کا وجود ضروری ہے اسی طرح معنوی توالد بھی بغیر مرشد کے حاصل کرنا دشوار ہے رسالہ مکیہ میں لکھا ہے کہ جس کا کوئی شیخ (مرشد) نہیں تو شیطان اس کا شیخ ہے (یعنی شیطان ایسے شخص کو بڑی آسانی سے گمراہ کر لیتا ہے جس کا کوئی مرشد نہ ہو)

اور اسی طرح حضرت پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانیؒ نے بھی فرمایا ہے کہ

من لا یری مفلحا لا یفلح (الفتح الربانی مترجم ۲۳)

جو شخص کامیاب لوگوں کو نہیں دیکھتا وہ کامیاب نہیں ہوتا

مسئلہ توسل کی توضیح

اس پر تو جملہ اکابر علماء محدثین و فقہاء کرام کا اتفاق ہے کہ دعا میں توسل بالاعمال الصالحہ درست ہے

جس کے استدلال میں صحیحین کی وہ روایت شاہد ہے جس میں تین آدمیوں کا ذکر ہے جو کسی پہاڑ کی غار کے اندر پھنس گئے تھے اور اعمال صالحہ کا توسل کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا مانگی اور اس مصیبت سے رہائی حاصل کی یہ تو متفق امر ہے، اب اس میں بعض حضرات کا اختلاف ہے کہ توسل کسی کی ذات کے ساتھ کرنا درست ہے یا نہیں، جمہور علماء اور محدثین فقہاء اس کے جواز کے قائل ہیں چنانچہ کوئی شخص اگر اپنی دعا میں یوں کہے کہ الٰہی بحرمت فلاں یا بوسیلہ یا بطفیل یا بوجاہت یا بصدقہ یا بحق یا برکت یا بجاہ فلاں میری اس حاجت کو پورا فرمادے تو اس طرح دعا کرنے میں کوئی خرابی نہیں یہ جائز اور مباح ہے اصل اصول تو دعا کی قبولیت کا یہ ہے کہ سب سے پہلے دعا کرنے والا اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے اس کے بعد درود شریف پڑھے پھر دعا مانگے جیسا کہ احادیث میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صراحت کے ساتھ مروی ہے یہ درود شریف کا پڑھنا بھی ایک قسم کا توسل ہے اسی طرح اگر دعا میں اللہ تعالیٰ کی ذات کا توسل کرتا ہے جیسا کہ حضرت مولانا نانوتویؒ نے اپنے مناجاتی قصیدہ میں فرمایا ہے ؎

بذاتِ پاک خود کاں اصل ہستی ست — از و قائم بلندیہا و پستی ست

یا اللہ تعالیٰ کی صفات اور اسماء پاک کا واسطہ پیش کرے تو یہ بھی بلاشک و شبہ درست ہے یہ سب ترحم کے لئے ہوتا ہے اللھم انی اسئلك بذاتك وبصفاتك وباسمائك وبعظمتك وبجلالك وبوجهك الكريم وبعزتك العظيم یا جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا میں یہ بات سکھلائی اللھم ارحمنی بالقرآن العظیم کہ اے خداوند کریم مجھ پر رحم فرما قرآن عظیم کی برکت سے۔

سعدیؒ کا یہ شعر زبان زد خلائق ہے جو دعا میں ہمیشہ پڑھا جاتا ہے ؎

الٰہی بحق بنی فاطمہ — کہ بر قول ایماں کنم خاتمہ

اے اللہ حضرت فاطمہؓ کی اولاد کے حق اور طفیل سے میرا خاتمہ ایمان پر ہو ایک اور شعر میں سعدیؒ فرماتے ہیں ؎

بحقت کہ چشمم ز باطل بدوز — بنورت کہ فردا بنارم مسوز

اے خداوند کریم میں تجھ کو تیرے حق کا واسطہ دیتا ہوں کہ میری آنکھ کو باطل کی طرف سے بند کر دے اور میں تجھ سے تیرے نور کے واسطے سے التجا کرتا ہوں کل قیامت کو مجھے آگ میں نہ جلانا۔

اسی طرح ابن ماجہ شریف کی وہ روایت جس میں بحق ممشائی (کہ اے اللہ میرے اس چلنے کے

حق اور وسیلہ سے میرے اس کام کو پورا کر دے) کا ذکر بھی ہے اس کے جواز میں تو کوئی کلام ہی نہیں اسی طرح بعض دعوات میں یہ آیا ہے کہ ؎

اسئلک بحق السائلین — فان للسائل علیک حقا

میں تجھ سے سائلین کے حق کے واسطہ سے دعا کرتا ہوں کیونکہ سائلین کا بھی تجھ پر حق ہے

اس طرف اشارہ موجود ہے، اب ہم مناسب خیال کرتے ہیں کہ چند دلائل اس بارہ میں قرآن و حدیث اور بزرگان دین کے اقوال سے ذکر کر دیں تاکہ مسئلہ کی حقیقت اچھی طرح واضح ہو جائے۔

(۱) ثُمَّ نُنَجِّیْ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا كَذٰلِكَ حَقًّا عَلَیْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِیْنَ (سورۂ یونس) حقا اوجبہ اللہ تعالیٰ علی نفسہ الکریم (ابن کثیر جلد ۲ ص ۴۳۳)

پھر ہم بچاتے ہیں اپنے رسولوں کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور اسی طرح حق ہے ہم پر ایمان والوں کو بچانا امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ یہ ایسا حق ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس کریم یعنی ذات پر لازم کیا ہے (یعنی محض اپنے فضل و کرم سے ، یہ ایسا حق نہیں جس طرح معتزلہ وجوب علی اللہ کے طریق پر کہتے ہیں)

(۲) وَكَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (الروم آیت ۔۔)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حق ہے ہم پر ایمان والوں کی مدد و نصرت کرنا۔

و فی تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۴۳۹ تحت قولہ تعالیٰ وکان حقا علینا نصر المؤمنین روی ابن ابی حاتم حدثنا ابن نفیل حدثنا موسیٰ بن المعین عن لیث عن شھر بن حوشب عن ام الدرداء عن ابی الدرداءؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما من امرء مسلم یرد عن عرض اخیہ الا کان حقا علی اللہ ان یرد عنہ نار جھنم یوم القیامۃ ثم تلا ھذہ الآیۃ وکان حقا الآیۃ و

امام ابن کثیرؒ نے اس آیت کے تحت محدث ابن ابی حاتم کے حوالہ سے حضرت ابو الدرداءؓ کی روایت نقل کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے جو مسلم اپنے مسلم بھائی کی عزت و ناموس کی طرف سے دفاع کرے گا تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ قیامت کے دن اس سے جہنم کی آگ کو ہٹا دے۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی اور تفسیر مظہری میں اسی آیت کے تحت اس روایت کو نقل کرنے کے بعد حضرت قاضی

في المظهري جلد ۲ صـ۲۵۲ تحت هذه الآية
بعد نقل الرواية اخرجه الترمذي وحسنه
واخرجه اسحاق بن راهويه والطبراني
وغيرهما من حديث اسماء بنت يزيد

ثناء اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو امام ترمذیؒ
نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے اور اس کی سند کی
تحسین کی ہے، نیز اسکو امام اسحاق بن راھویہؒ
نے اور طبرانیؒ اور انکے علاوہ دوسرے محدثین نے بھی
حضرت اسماءؓ بنت یزید کی روایت سے بیان کیا ہے۔

(۳) عن معاذؓ قال كنت ردف النبي
صلى الله عليه وسلم على حمار ليس بيني
وبينه الا موخرة الرحل فقال يا معاذ
هل تدري ما حق الله على عباده وما
حق العباد على الله قلت الله ورسوله اعلم
قال فان حق الله على العباد ان يعبدوه
ولا يشركوا به شيئا وحق العباد على الله
ان لا يعذب من لا يشرك به شيئا قلت
يا رسول الله افلا ابشر به الناس قال
لا تبشرهم فيتكلوا (متفق عليه مشكوٰة
صـ۱۴)

حضرت معاذؓ روایت کرتے ہیں کہ میں آنحضرت صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم کا ردیف تھا ایک گدھے پر آپکے درمیان
اور میرے درمیان صرف پالان کے پچھلے حصہ کا
فاصلہ تھا یعنی میں آپکے بالکل قریب تھا آپنے فرمایا
معاذ جانتے ہو اللہ تعالیٰ کا کیا حق ہے بندوں پر اور
بندوں کا کیا حق ہے اللہ تعالیٰ پر معاذ نے جواب
دیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں پھر آنحضرت
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا حق بندوں
پر یہ ہے کہ بندے اس کی عبادت کریں اور اس کے
ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں اور بندوں کا
یہ حق ہے کہ جب وہ اللہ کے ساتھ شرک نہ کریں تو
اللہ تعالیٰ انہیں بخشدے، معاذؓ نے کہا کہ حضرت کیا
میں لوگوں کو اسکی بشارت نہ سنادوں آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا کہ اگر تم لوگوں کو اس کی
بشارت سنادوگے تو وہ کام کرنے سے رک
جائیں گے اور اسی پر بھروسہ کریں گے۔

(۴) عن ثوبانؓ قال قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم ما من عبد مسلم

حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان بندہ صبح

يقول اذا امسى واذا اصبح ثلاثا رضيت
بالله ربا وبالاسلام دينا وبمحمد نبيا
الا كان حقا على الله ان يرضيه يوم
القيامه (رواه احمد والترمذی جلد ۲ ص ۱۷۴
مشکوٰۃ ص ۲۱۰)

اور شام تین مرتبہ یہ دعا مانگتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ
کو رب مان کر اور اسلام کو دین اور نبی کریم محمد
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی مان کر راضی ہوا ہوں
تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ ایسے شخص کو قیامت والے
دن راضی کر دے۔

(۵) عن معاذ بن جبلؓ ان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قال من صام رمضان
وصلى الصلوٰة وحج البیت لا ادری اذکر
الزکوٰۃ ام لا الا کان حقا علی اللہ ان یغفر له
ان هاجر فی سبیل اللہ او مکث بارضه
التی ولد بها الحدیث (ترمذی ج ۲ ص ۳۶۳)

حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے رمضان کے روزے
رکھے اور نماز پڑھی اور بیت اللہ کا حج کیا (معاذ فرماتے
ہیں کہ) مجھے خیال نہیں کہ حضور نے زکوٰۃ کا ذکر کیا یا
نہیں تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس بندے کو بخش دے
چاہے وہ اللہ کی راہ میں ہجرت کرے یا اپنی اسی
سرزمین میں ٹھہرا رہے جہاں پیدا ہوا ہے۔

(۶) انس بن مالکؓ قال کان اخوان
علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فکان احدهما یاتی النبی صلی اللہ علیه
وسلم والآخر یحترف فشکا المحترف
اخاہ الی النبی صلی اللہ علیه وسلم
فقال لعلک ترزق به (ترمذی ج ۲ ص ۳۹)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک میں دو بھائی تھے ایک
حضور اقدس کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور دوسرا
بھائی پیشہ کرتا تھا چنانچہ اس پیشہ کرنے والے نے اپنے
بھائی کی شکایت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے
کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تجھے کیا خبر
شاید تجھے اس کی برکت سے روزی ملتی ہو۔

(۷) عن ابی الدرداءؓ عن النبی صلی اللہ علیه
وسلم قال ابغونی فی ضعفائکم فانما ترزقون
او تنصرون بضعفائکم (ابوداؤد، مشکوٰۃ
ص ۴۴۷)

حضرت ابو درداءؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا کہ مجھے اپنے ضعیفوں
اور کمزوروں میں تلاش کرو (یعنی اگر میری رضا مطلوب
ہو تو کمزوروں کو راضی کر دو میری رضا حاصل ہوگی)

بے شک تمہیں روزی ملتی ہے یا تمہاری امداد کی جاتی ہے ضعیفوں کے طفیل۔

(۸) عن امیۃ ابن خالد بن عبد اللہ بن اسید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یستفتح بصعالیک المہاجرین (شرح السنۃ مشکوٰۃ ص۴۴۷) ای بفقرائھم وببرکۃ دعائھم وفی النہایۃ ای یستنصر بھم ومنہ قولہ تعالیٰ ان تستفتحوا فقد جاءکم الفتح وقال ابن الملک بان یقول اللھم انصرنا علی الاعداء بحق عبادک الفقراء المہاجرین وفیہ تعظیم الفقراء والرغبۃ الی دعائھم والتبرک بوجودھم (مرقاۃ حاشیہ مشکوٰۃ)

حضرت امیۃ بن محمد خالد بن اسید روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح طلب کرتے تھے غربا مہاجرین کی برکت سے اور صاحب نہایۃ نے اس کا معنی یہ کیا ہے کہ حضور ان کی برکت سے مدد و نصرت طلب کرتے تھے جیسا کہ ان تستفتحوا کی آیت میں یہی مراد لیا گیا ہے محدث ابن ملک فرماتے ہیں کہ اپنی دعا میں یوں کہے کہ اے اللہ ہمیں دشمنوں پر غلبہ فرما اپنے بندے فقراء مہاجرین کے حق سے اور اس میں اشارہ ہے فقراء کی تعظیم کی طرف اور ان سے دعا کرانے کی طرف رغبت ہے اور ان کی ذات سے تبرک حاصل کرنے کی طرف۔

جیسا کہ بلغۃ الحیران ص۳۸ میں ہے کہ "یعنی اے اہل کتاب پہلے تو تم کہتے تھے کہ رسول خاتم النبیین جو کہ آنے والے ہیں اس کے ہمراہ ہو کر جنگ کریں گے اس رسول کے وسیلہ سے فتح کی دعا مانگتے تھے جیسا کہ قال تعالیٰ وَکَانُوا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُونَ عَلَی الَّذِیْنَ کَفَرُوا۔ اب وہ رسول آخر الزمان آگیا ہے"۔ اسی طرح بلغۃ الحیران ص۳۳۷) میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے قول "مجھے مصیبت کے وقت پکارو" کی توجیہ اس طرح کی گئی ہے کہ اذکرنی اس کا معنی یہ ہے بتوسل میرے دعا مانگو۔

(۹) عن عثمان بن حنیفؓ ان اعمی اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ ادع اللہ ان یکشف لی عن بصری قال

حضرت عثمان بن حنیفؓ سے روایت ہے کہ ایک نابینا شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں آیا اور اس نے عرض کیا کہ حضرت آپ اللہ

قال ادادعُ قال یا رسول اللہ انہ قد شق علیّ ذھاب بصری قال فانطلق فتوضأ ثم صلّ رکعتین ثم قل اللھم انی اسئلك واتوجه الیك بنبی محمد نبی الرحمة یا محمد انی اتوجه الی ربی بك ان یکشف لی عن بصری اللھم شفعه فیّ وشفعنی فی نفسی فرجع وقد کشف اللہ عن بصرہ رواہ الترمذی قال حدیث حسن صحیح غریب والنسائی واللفظ له وابن ماجة وابن خزیمة فی صحیحه والحاکم وقال صحیح علی شرط البخاری ومسلم ولیس عند الترمذی ثم صلّ رکعتین انما قال فامرہ ان یتوضأ فیحسن الوضوء ثم یدعو ھذا الدعاء فذکر بنحوہ ورواہ فی الدعوات ورواہ الطبرانی وذکر فی اوله قصة وھو ان رجلا کان یختلف الی عثمان بن عفانؓ فی حاجة وکان عثمان لا یلتفت الیه ولا ینظر فی حاجته فلقی عثمان بن حنیف فشکا ذلك الیه فقال له عثمان بن حنیف ائت المیضاة فتوضأ ثم ائت المسجد فصل فیه رکعتین

تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میری آنکھوں کی بینائی کھول دے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تجھے اسی حالت پر کیوں نہ چھوڑ دوں اس شخص نے عرض کیا کہ حضور میری آنکھوں کی روشنی چلے جانے سے مجھے بڑی تکلیف ہے حضور نے فرمایا اچھا جاؤ وضو کرو پھر دو رکعت نماز پڑھو اس کے بعد اس طرح دعا کرو اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تیری طرف متوجہ کرتا ہوں جو رحمت والے نبی ہیں اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کو متوجہ کرتا ہوں اپنے رب کی طرف تاکہ وہ میری آنکھوں کی بینائی کھول دے اے اللہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سفارش میرے حق میں قبول فرما اور میرے حق میں انکو شفیع بنادے اسکے بعد وہ شخص واپس لوٹا اس حالت میں کہ اللہ تعالیٰ نے اسکی بینائی لوٹا دی اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے اپنی کتاب میں روایت کیا ہے اور ابن خزیمہؒ نے اسکو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور حاکمؒ نے بھی اسکو روایت کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ یہ روایت صحیح ہے اور بخاری اور مسلم کی شرط پر ہے البتہ امام ترمذیؒ نے جو روایت بیان کی ہے اس میں دو رکعت پڑھنے کا ذکر نہیں ہے بلکہ اس میں یہ ذکر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ

لہ اس روایت کو طبرانیؒ نے اپنی معجم صغیر ص۱۰۳ میں بیان کیا ہے اور نیز سبکیؒ نے شفاء السقام میں بیان کیا ہے کہ طبرانی نے اس کو معجم کبیر میں بھی روایت کیا ہے، حضرت عثمان بن حنیف کے ترجمہ (رجال ۱) میں اور یہ طبرانی کے جزء ثانی میں ہے ۱۲ اسواتی

ثم قل اللهم انی اسئلک واتوجه الیک
نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی الرحمۃ
یا محمد انی اتوجه بک الی ربی فیقضی
حاجتی وتذکر حاجتک ورح الی حتی
اروح معک فانطلق الرجل فصنع ما قال
ثم اتی باب عثمان فجاء البواب حتی اخذ
بیده فادخله علی عثمان بن عفان فاجلسه معه
علی الطنفسة قال ما حاجتک فذکر
حاجته فقضاها له ثم قال ما ذکرت حاجتک
حتی هذه الساعة وقال ما کانت لک من
حاجة فأتنا ثم ان الرجل خرج من
عنده فلقی عثمان بن حنیف فقال له جزاک اللہ
خیراً ما کان ینظر فی حاجتی ولا یلتفت
الی حتی کلمته فقال عثمان بن حنیف واللہ
ما کلمته ولکن شهدت رسول اللہ صلی اللہ
علیه وسلم واتاه رجل ضریر فشکا الیه ذهاب
بصره فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم او
تصبر فقال یا رسول اللہ انه لیس لی
قائد وقد شق علی فقال النبی صلی اللہ علیه
وسلم ائت المیضاة فتوضأ ثم صل رکعتین
ثم ادع بهذه الدعوات فقال عثمان بن
حنیف فواللہ ما تفرقنا وطال بنا الحدیث
حتی دخل علینا الرجل کانه لم یکن له

علیہ وسلم نے اس شخص سے یہ فرمایا کہ وہ اچھی طرح وضو
کرے اور پھر یہ دعا مانگے اس حدیث کو امام ترمذی
نے کتاب الدعوات میں بیان کیا ہے اور اس حدیث
کو طبرانی نے بھی روایت کیا ہے اور اس کی ابتداء
میں ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک شخص اپنے کسی
مقصد کے لئے حضرت عثمان بن عفان رض کی خدمت
میں مختلف اوقات میں آیا جایا تھا لیکن حضرت عثمان رض
اس کی طرف التفات نہیں فرماتے تھے وہ شخص حضرت
عثمان بن حنیف سے ملا اور اس بارہ میں شکوہ کیا
کہ حضرت عثمان رض میری طرف توجہ نہیں فرماتے،
حضرت عثمان بن حنیف رض نے اس شخص سے کہا کہ
وضوء کی جگہ پہ چل کر وضو کر پھر مسجد میں جا کر دو
رکعت نماز پڑھو اور پھر اس طرح دعا کرو "اے اللہ
میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف میں اپنے
نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو متوجہ کرتا ہوں جو
رحمت والے نبی ہیں اے (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
میں آپ کو اپنے رب کی طرف متوجہ کرتا ہوں (سفارشی
بناتا ہوں) کہ میری حاجت پوری کر دی جائے" اور
اس کے بعد اپنی حاجت کا ذکر کر پھر میرے پاس آ
تاکہ میں تمہارے ساتھ حضرت عثمان رض کے پاس جاؤں
چنانچہ اس شخص نے حضرت عثمان بن حنیف نے
جو کچھ بتایا تھا اس پر عمل کیا اور پھر حضرت عثمان رض
کے دروازہ پر آیا، دربان نے اس کا ہاتھ پکڑ کر حضرت

ثم قال الطبرانی بعد ذکر طرقہ والحدیث صحیح۔[1] عثمانؓ کے پاس پہنچا یا حضرت عثمانؓ نے اسے اپنے ساتھ چٹائی پر بٹھایا اور پوچھا کہ تمہارا کیا کام ہے اس نے اپنا مقصد بیان کیا حضرت عثمانؓ نے وہ پورا کر دیا اور پھر حضرت عثمان نے فرمایا کہ تمہارا کام مجھے یاد ہی نہیں رہا تھا حتیٰ کہ یہ وقت آگیا اور پھر فرمایا کہ تمہارا جو کام ہو ہمارے پاس چلے آنا پھر وہ شخص وہاں سے نکل کر حضرت عثمان بن حنیفؓ سے ملا اور اس کو کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے حضرت عثمان بن عفانؓ تو میری ضرورت کی طرف نگاہ نہیں اٹھاتے تھے اور میری طرف التفات توجہ نہیں کرتے تھے جب تک کہ آپ نے ان سے میرے بارہ میں گفتگو نہیں کی حضرت عثمان بن حنیفؓ نے کہا کہ بخدا میں نے تو ان سے کوئی گفتگو نہیں کی بلکہ میں نے دیکھا ہے کہ ایک نابینا شخص حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اس نے حضور کے سامنے اپنے نابینا ہونے کی تکلیف کا اظہار کیا حضور نے فرمایا کیا تم صبر نہیں کر سکتے اس شخص نے عرض کیا کہ حضور میرا قائد (راہنما) کوئی نہیں اور مجھے بڑی تکلیف ہے تو حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جاؤ وضو کرو اور پھر دو رکعت نماز پڑھو اور اس کے بعد یہ دعا مانگو حضرت عثمان بن حنیف فرماتے ہیں کہ بخدا ابھی ہم مجلس سے جدا بھی نہیں ہوئے تھے کیونکہ ہماری مجلس میں بات چیت دراز ہو گئی تھی کہ وہ نابینا شخص آیا تو ایسا تھا کہ گویا اسکو اس سے قبل کوئی تکلیف نہیں پہنچی یعنی اس کی بینائی آنکھوں میں بالکل صحیح حالت میں ہو گئی۔ طبرانی نے اس حدیث کے متعدد طرق (مختلف سندیں) ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے (الترغیب والترہیب للمنذری جلد ا صفحہ ۲۴۲)

یہ حدیث نص صریح ہے اس بات پر کہ وفات کے بعد بھی توسل بالذات کرنا جائز اور صحیح ہے۔

صاحب ہدایہ کی عبارت سے اشتباہ

بعض حضرات صاحب ہدایہ کی عبارت پیش کرتے ہیں اور یہ تقریباً فقہ کی دوسری کتابوں میں

---

[1] اس حدیث کو طبرانی نے اپنی معجم صغیر ص ۱۰۳ و ۱۰۴ میں کئی سندوں کے ساتھ ذکر کیا ہے اور آخر میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو شعبہ نے ابی جعفر خطمی (اسمہ عمیر بن یزید الانصاری المدنی ثم البصری ثقہ ابن معین والنسائی مات ۱۰۰ھ حاشیہ نسائی ص ۲۷) سے روایت کیا ہے اور وہ ثقہ ہے جس کی توثیق ابن معینؒ اور امام نسائیؒ نے کی ہے اور پھر اس روایت کو حضرت شعبہ سے صرف عثمان بن عمر بن فارس ہی نے روایت کیا ہے اور حدیث صحیح ہے اور کوکب الدری کے حاشیہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب نے نقل کیا ہے کہ والحدیث صحیحہ الحاکم واقرہ علیہ الذہبی[2]

---

[2] یعنی اس حدیث کی امام حاکمؒ نے تصحیح کی ہے اور امام ذہبیؒ نے بھی اسکو اسی طرح برقرار رکھا ہے۔ ۱۲ سواتی

بھی موجود ہے۔

ویکرہ ان یقول فی دعائہ بحق فلان او بحق انبیاءک ورسلک لانہ لاحق للمخلوق علی الخالق (ھدایہ اخیرین ص۴۵۵)

اور مکروہ ہے کہ کوئی شخص اپنی دعاء میں یوں کہے کہ بحق فلاں یا بحق انبیاء یا بحق رسلک کیونکہ مخلوق کا خالق پر کوئی حق نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ عبارت اپنے اطلاق پر نہیں ہے ورنہ مندرجہ بالا احادیث بالکل اس کے خلاف واقع ہوں گی، اصل بات یہ ہے کہ صاحبِ ہدایہ معتزلہ کے عقیدہ کی تردید کر رہے ہیں اور اس دور کے سب ہی فقہاء گویا اپنے سامنے معتزلہ کو رکھ کر ایسی عبارتیں لکھتے رہے ہیں کیونکہ معتزلہ کا عقیدہ ہے وجوب اصلح علی اللہ یعنی جو چیز بندے کے لئے اصلح ہو وہ اللہ پر واجب ہے، اس اعتقاد کی تردید کے لئے صاحبِ ہدایہ نے یہ فرمایا یہ بات دلیل سے بالکل واضح ہے لیکن وہ حق جو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے اختیار اور فضل سے اپنے ذمہ لیا ہے اس کی تردید نہیں اور احادیث و آیات میں اسی حق کا ذکر ہے (حق الفضل والکرم لاحق الوجوب) دعاء میں اسی حق کا واسطہ دیا جاتا ہے کیونکہ صاحبِ ہدایہ نے اس سے قبل یہ لکھا ہے کہ۔

قال (صاحب جامع الصغیر) ویکرہ ان یقول الرجل فی دعائہ اسئلک بمعقد العز من عرشک الخ

یعنی مکروہ ہے کہ کوئی شخص دعاء میں یہ کہے کہ میں تجھ سے تیرے عرش کے مقام عزت کے واسطے سے سوال کرتا ہوں۔

صاحبِ ہدایہ فرماتے ہیں کہ اس لفظ کو دو طرح پڑھا گیا ہے معقد اور مقعد یہ ثانی بلاشبہ مکروہ ہے کیونکہ یہ قعود سے مشتق ہے (اب اللہ تعالیٰ کو قعود علی العرش کی صفت سے موصوف کرنا بالکل غلط ہے اور یہ تو فرقہ مجسمہ کا مذہب ہے جو باطل ہے) اور اگر یہ معقد ہے تو یہ اس لئے مکروہ ہے کہ یہ موہم ہے اس بات کا کہ عزت کا تعلق عرش کے ساتھ ہے (اس سے یہ وہم ہوگا کہ یہ عزت بھی حادث ہے کیونکہ اس کا تعلق محدث کے ساتھ ہوا یعنی عرش کے ساتھ حالانکہ عزت تو اللہ تعالیٰ کی صفت قدیمہ ہے ہمیشہ اس کے ساتھ موصوف تھا اور رہیگا) اور عرش محدث ہے اور اللہ تعالیٰ بجمیع صفاتہ قدیم ہے لیکن امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ ایسا اپنی دعاء میں کہنے سے کوئی حرج نہیں اور یہ ہی مسلک فقیہ ابو اللیث نے اختیار کیا ہے، کیونکہ یہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ماثور ہے (جیسا کہ بیہقی نے دعوات کبیر میں حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعاء میں فرماتے تھے" اللھم انی اسئلک

بمعقد العز من عرشك ومنتهى الرحمة من كتابك وباسمك الاعظم وجدك الاعلى وكلماتك التامة" لیکن ہم کہتے ہیں کہ یہ خبر واحد ہے اور احتیاط اس کے ترک جانے میں ہے"

ظاہر ہے کہ صاحب ہدایہ اور اس قسم سے دوسرے فقہاء کرام کے سامنے باطل فرقے مثل مجسمہ اور معتزلہ کا عقیدہ ہے اس کی تردید منظور ہے نہ کہ مطلقاً عدم جواز ورنہ ان مذکورۃ الصدر احادیث کا کچھ معنیٰ نہ بن سکیگا۔

(۱۰) حضرت شاہ ولی اللہؒ کا ارشاد۔

"ومن ادب الدعاء تقديم الثناء على الله والتوسل بنبي الله ليستجاب"۔ (حجة الله البالغه جلد ۲ ص ۲۰۴)

اور دعا کے آداب میں یہ ہے کہ دعا مانگنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے اور پھر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ توسل کرے تاکہ دعا مستجاب ہو (درود بھی توسل کی ایک صورت ہے)۔

(۱۱) حضرت مولانا حسین علیؒ فرماتے ہیں کہ۔

" قاعدہ جلیلہ ص ۴۹ میں ہے وسیلہ پکڑنا ساتھ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بیچ دعا کے بعد وفات کے بعض صحابہ اور تابعین اور امام احمد وغیرہ سے منقول ہے اس کا معنیٰ ہے اسئلك بنبيك محمدا ای اسئلك بايماني به وبمحبته (یعنی میں تیرے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان اور محبت کے طفیل سے سوال کرتا ہوں) ص ۳۸ میں ہے التوسل بالایمان وبطاعته اصل الایمان یعنی ایمان اور طاعت کے ساتھ توسل کرنا تو اصل ایمان ہے۔ (التبیان فی تفسیر القرآن ص ۲۸) اور ذات کے ساتھ توسل کا مآل بھی ایمان اور محبت ہی ہوتا ہے، لہٰذا ذات کے ساتھ توسل کرنے میں بھی کوئی قباحت نہیں لا زم آئی۔

(۱۲) حضرت خواجہ محمد عثمانؒ فرماتے ہیں کہ:۔

وباید مرید راکہ توسل کند بحق تعالیٰ بمشائخ

اور مرید کو چاہیئے کہ اللہ کے سامنے اپنے مشائخ کرام

سلہ اس کے حاشیہ میں حضرت مولانا حسین علیؒ فرماتے ہیں کہ:۔

"حضرت قبلہ ما فرمودند بعد از ہر نماز فرض دعائے از حق تعالیٰ بواسطہ حضرات قدس اللہ تعالیٰ بخوانند"۔

ہمارے قبلہ مرشد صاحب نے فرمایا ہے کہ ہر نماز فرض کے بعد دعا اللہ تعالیٰ سے کرے بواسطہ حضرات مشائخ رحمۃ اللہ علیہم۔ ۱۲ سواتی

کرام خود دریک وقت از روز و شب واولیٰ
بعد از تہجد است واگر دو وقت کند اولیٰ تر است
و طریقش اینکہ بخواند فاتحہ را و اخلاص را سہ بار
باز گوید الٰہی برسان ثواب آنچہ خواندم بروح
مقدس سید المرسلین و شفیع المذنبین سیدنا محمد
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و بارواح جمیع انبیاء
والمرسلین و ملائکہ مقربین و صحابہ و تابعین و اولیاء
و صالحین خصوصاً حضرات نقشبندیہ احمدیہ
قدس اللہ اسرارہم۔

کے ساتھ شب و روز میں ایک وقت توسل کرے اور
بہتر وقت تہجد کے بعد ہے اگر دو وقت کرے تو
زیادہ بہتر ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ فاتحہ ایک بار
پڑھے اور تین بار سورۃ اخلاص پڑھے اور پھر کہے کہ
الٰہی جو کچھ میں نے پڑھا ہے اس کا ثواب حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کی روح مقدس کو پہنچا دے اور تمام انبیاء اور
مرسلین کی ارواح اور ملائکہ مقربین اور صحابہ اور
تابعین اولیاء اور صالحین خصوصاً حضرات نقشبندیہ
احمدیہ کے ارواح کو۔

وبعد ازاں بگوید۔
الٰہی بحرمت شفیع المذنبین الخ

الٰہی بحرمت غوث دوران قطب زمان حضرت شاہ ابوسعید احمدیؒ۔
الٰہی بحرمت غوث دوران محبوب رحمان حافظ قرآن وسیلتنا الی اللہ المجید حضرت شاہ احمد سعیدؒ
الٰہی بحرمت حاجی الحرمین الشریفین مقبول رب المشرقین والمغربین وسیلتنا الی اللہ الصمد حضرت حاجی دوست محمد قندھاریؒ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ مشکل کشا سید الاولیاء سند الاتقیاء زبدۃ الفقہاء رأس العلماء رئیس الفضلاء
شیخ المحدثین قبلۃ السالکین امام العارفین برہان المعرفۃ شمس الحقیقۃ فرید العصر وحید الزمان حاجی الحرمین
الشریفین مظہر فیض الرحمٰن پیر دستگیر حضرت مولانا محمد عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (فوائد عثمانی ص۱)
یاد رہے کہ مجموعہ فوائد عثمانی جس کو حضرت خواجہ محمد عثمانؒ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا سید محمد علی
اکبر شاہ صاحب دہلوی حنفی نقشبندی مجددیؒ نے مرتب کیا ہے اس میں ملفوظات، مکتوبات،
معمولات، عبادات، کرامات، خلفاء کے حالات اور دیگر مسائل تصوف کا بیان ہے اس کا تعارف جامع نے
ان الفاظ سے کرایا ہے کہ "ایں رسالہ است در احوال جناب خواجہ مشکل کشا سید الاولیاء سند الاتقیاء
زبدۃ الفقہاء رأس العلماء رئیس الفضلاء شیخ المحدثین قبلۃ السالکین امام العارفین برہان المعرفۃ،
شمس الحقیقۃ، فرید العصر وحید الزمان حاجی الحرمین الشریفین مظہر فیض الرحمٰن پیر دستگیر حضرت مولانا

محمد عثمان صاحب قبلی روحی واہلی ومالی فداہ" اور فوائد عثمانی کی تصحیح حضرت مولانا حسین علیؒ نے کی ہے اور جا بجا اس پر حواشی بھی تحریر فرمائے ہیں اور آخر میں صداقت نامہ بھی لکھا ہے ان کے الفاظ یہ ہیں۔

(حمد و صلوٰۃ کے بعد) امابعد فیقول
الفقیر الحقیر المدعو بحسین علی انی
طالعت هذا الکتاب من اوله الی
آخره بامر سیدی ومولائی ومرشدی
حضرت سیدی محمد سراج الدین
لازال فیوضاته علینا فائضة نفعنا
الله بهذا الکتاب والناظرین الآخرین
آمین یارب العالمین۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد کہتا ہے بندہ فقیر حقیر جس کو حسین
علیؒ کے نام سے پکارا جاتا ہے کہ میں نے اس کتاب
کا مطالعہ اول سے آخر تک اپنے آقا اور مرشد
حضرت خواجہ محمد سراج الدینؒ کے حکم سے کیا ہے
ان کے فیوضات ہم پر ہمیشہ فائز رہیں اللہ تعالیٰ اس
کتاب سے ہمیں فائدہ پہنچائے اور دوسرے ناظرین
کو بھی آمین یارب العالمین۔

اسی فوائد عثمانی میں ہے کہ:۔

فرمودند (لطیفہ) اکثر تنازعات دین ودنیا
از حب جاہ وریاست اند کہ صادق ومصدوق
فرمودہ" حب الدنیا رأس کل خطیئة"
چنانچہ تنازعات" لامذہبان" واہل سنت وجماعت"
درباب امداد اولیاء کرام والا ہیچکس از اہل اسلام
قائل نیست کہ انبیاء علیہم السلام واولیاء اللہ
استقلالاً ضار ونافع اند اگر ہستند سبب ہستند
وانکار ایشاں محض خالی از عناد نیست چراکہ در
ہمہ کار عادۃ اللہ جاری ست کہ مسبب بسبب باشد
(ص ۵۳ و ۵۴)

حضرت خواجہ محمد عثمانؒ نے فرمایا کہ اکثر دین و دنیا کے
تنازعات اور جھگڑے حب جاہ اور ریاست کی طلب
کی وجہ سے واقع ہوتے ہیں کیونکہ صادق و مصدوق
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دنیا کی محبت تمام
گناہوں کی اصل اور جڑھ ہے جیسا کہ "لامذہبوں" اور
اہل سنت کے تنازعات اولیاء کرام کی امداد کے
متعلق ورنہ اہل اسلام میں سے کوئی شخص بھی ایسا
نہ ہوگا کہ اولیاء کرام کو استقلالاً نافع اور ضار کہتا ہو
اگر ہیں تو محض سبب ہیں اور ان (لامذہبوں) کا انکار
محض عناد کی وجہ سے ہے کیونکہ عادۃ اللہ جاری ہے
تمام کاموں میں کہ مسبب سبب کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے

(۱۳) حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے مسئلہ استمداد پر روشنی ڈالی ہے چنانچہ فتاویٰ عزیزی میں ہے

ہم نقل کرتے ہیں۔

سوال :۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام، شہداء عظام، اور صلحاء عالی مقام سے ان کی وفات کے بعد اس طرح استمداد کرنا کہ اے فلاں حق تعالیٰ سے میرے لئے آپ حاجت طلب کریں اور میرے لئے سفارش کریں اور میرے لئے دعاء کریں کیا یہ درست ہے یا نہیں؟

جواب :۔ اموات سے استمداد خواہ قبور کے نزدیک ہوں یا غائبانہ بلاشبہ بدعت ہے اور صحابہ اور تابعین کے زمانے میں نہیں تھا، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ کس قسم کی بدعات میں سے ہے آیا بدعت سیئہ یا بدعت حسنہ[1] اور نیز حکم بھی مختلف ہوتا ہے، استمداد کے طرق کے مختلف ہونے سے اگر استمداد اس طریق پر ہو جس طرح سوال میں مذکور ہے تو ظاہر ہے یہ جائز ہے اس لئے کہ اس صورت میں شرک نہیں ہوتا یہ اس طرح ہی ہے جس طرح صلحاء سے دعاء اور التجاء کے لئے ان کی زندگی میں استمداد کی جاتی ہے اگر کسی دوسری طرح ہوگی تو اس کا حکم بھی اس کے موافق جدا ہوگا اور حدیث شریف میں حاجت براری کے لئے اس طرح وارد ہوا ہے کہ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نابینا شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ آپ میرے لئے دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے عافیت دے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم صبر کرو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا اس نے کہا کہ حضرت آپ دعاء فرمائیں آپ نے حکم دیا کہ وضو کرو اور پھر یہ دعاء مانگو اللّٰھم انی اسئلك واتوجہ الخ (فتاویٰ عزیزی جلد ۱ ص ۸۹) نیز حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ :۔

اور استمداد کی صورت یہی ہے کہ محتاج انسان اپنی حاجت طلب کرتا ہے اللہ تعالیٰ سے کسی بندہ مکرم کی روحانیت کے توسل سے جو کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقرب برگزیدہ ہوتا ہے اور محتاج یہ

---

[1] یاد رہے کہ "بدعت حسنہ" ان علماء حق کی اصطلاح میں وہی ہوتی ہے جو سنت کے مخالف نہ ہو جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ہر بدعت ضلالت ہے اور اس کی تفریق درست نہیں اور جس کو علماء بدعت حسنہ کہتے ہیں وہ سنت کی قسم ہی ہوتی ہے جیسا صلوٰۃ تراویح پر حضرت عمرؓ نے "نعمت البدعۃ ہذہ" کا اطلاق فرمایا ہے جیسا کہ بخاری شریف اور دیگر کتب احادیث میں موجود ہے فافہم۔ ۱۲ سواتی

کہتا ہے کہ اے بندہ خدا اور اے اللہ کے ولی میرے لئے سفارش کر اور اللہ تعالیٰ سے میرے لئے مطلوب
کو طلب کر تاکہ اللہ تعالیٰ میری حاجت کو پورا کر دے بندہ تو درمیان میں صرف وسیلہ ہی ہے، اور
معطی اور مسئول تو پروردگار ہی ہے اور اس میں کسی قسم کا شائبہ شرک بھی نہیں جیسا کہ (توسل کے منکر
نے وہم کیا ہے اور یہ بالکل اسی طرح ہے جیسا کہ توسل اور طلب دعاء صلحاء اور دوستان خدا سے حالت
حیات میں کرتا ہے اور یہ بالاتفاق جائز ہے تو یہ توسل بعد از وفات کیسے ناجائز ہوگا کیونکہ ارواح کاملین
میں حین حیات اور بعد از ممات کچھ فرق نہیں سوائے اس کے کہ کمال کی طرف ترقی ہوتی ہے چنانچہ شرح
مشکوٰۃ میں ہے اور شرح صدور میں سیوطی نے مفصل ذکر کیا ہے اور احادیث و روایات متعدد طرق سے
بیان کی ہیں (فتاوی عزیزی جلد ۲ ص ۱۰۱)

(۴) حضرت شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ "صراط مستقیم" میں فرماتے ہیں۔

(فائدہ ۳) من جملہ سوفی شعار مشرکین کی بدعات میں سے جو کہ خواص عوام اہل زمانہ میں عموماً
اور ملک ہندوستان میں خصوصاً شہرت یافتہ ہیں اور بعضے مقبولان حق بھی اس میں مبتلا ہو گئے
ہیں وہ ہے مرشد کی تعظیم میں اس درجہ کا افراط کہ اس کے خدا ہونے یا نبی ہونے کا اعتقاد ظاہر ہو
پس ضروری بات ہے کہ اس معاملہ کی حد اعتدال کو سمجھ لینا چاہیئے جس کا بیان یہ ہے کہ:۔

مرشد بلا ریب وسیلہ راہ خدا تعالیٰ است	مرشد بلاشبہ راہ خدا کا وسیلہ ہے اللہ تعالیٰ نے
قال اللہ تعالیٰ یا ایھا الذین آمنوا اتقوا	فرمایا ہے کہ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی
اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا	طرف پہنچنے کے لئے وسیلہ تلاش کرو اور اس کے
فی سبیلہ لعلکم تفلحون (المائدہ)	رستے میں جہاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

اس آیت میں فلاح کے لئے چار چیزیں مقرر فرمائی ہیں ایک ایمان دوسری تقویٰ تیسری
طلب وسیلہ اور چوتھی جہاد اللہ کی راہ میں جہاد اہل سلوک اس آیت سے سلوک کی طرف اشارہ سمجھتے
ہیں اور مرشد کو وسیلہ جانتے ہیں اس لئے مرشد کی تلاش حقیقی فلاح اور یقینی کامیابی کے لئے مجاہدہ
سے پہلے ضروری ہے اور سنت اللہ بھی اسی طرح جاری ہے لہذا مرشد کے بغیر کامیابی بہت نادر ہے
پس مرشد ایسا پکڑیں کہ وہ کسی طرح بھی شریعت کے مخالف نہ ہو اور صراط مستقیم یعنی قرآن و حدیث پر
راسخ القدم ہو ایسے شخص کو اپنا مرشد اور ہادی ٹھہرائیں لیکن ایسا نہ ہو کہ مرید ہر حال میں مرشد کے اتباع

کو منظورِ خاطر رکھے بلکہ مطلق پیشوا تو شرع شریف کو جانے اور بالاصالہ اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کا متبع ہو اور جس چیز کا بھی شرع شریف کے مطابق مرشد حکم دے اس کا اتباع کرے اور دل وجان کے ساتھ اسکو قبول کرے اور شریعت کے مباح امر کو مرشد کے حکم سے لازم جانے اور جو کچھ شریعت کے خلاف کہے تو ہرگز اس کا اتباع نہ کرے بلکہ اسکو رد کر دے کیوں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے "لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق" یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت ہرگز نہ کرنی چاہیئے اور مرشد کی محبت بھی بایں طور ہونی چاہیئے کہ اپنے مال وجان کو مرشد کی رضا اور اسکے آرام کی خاطر صرف کرے اور دنیا کی کسی چیز کو اس کی رضا سے زیادہ عزیز نہ جانے کیونکہ جو فائدہ مرشد سے حاصل ہوگا وہ دنیا کے تمام منافع سے ہزار ہا درجہ بہتر ہے لیکن مرشد کی محبت اس طرح ممنوع ہوگی کہ اللہ ورسول کی نافرمانی کو مرشد کی محبت کے سامنے گوارا کرے کیوں کہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے دربار سے دور کرنے کا موجب ہے تمام قسم کی محبتیں اور حقوق کی اصل اللہ تعالیٰ کی محبت اور حق ہے، اللہ کی محبت اور اس کے حق کے سامنے کسی اور کی محبت اور حق کو خیال میں لانا اللہ تعالیٰ سے محجوب اور اس کی عنایتوں سے محروم ہونا ہے اگر پیر کے ساتھ بیعت کرنے کے بعد طالب حق کو اس پیر میں کوئی منکر کام معلوم ہو جائے تو اسکو نصیحت کرنی چاہیئے اور اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے دعا کرنی چاہیئے اور اگر وہ باز نہ آئے اور اس برے کام کو نہ چھوڑے تو اگر وہ کام فساد عقیدہ سے تعلق رکھتا ہے تو اس سے بیعت توڑ دے اور اسکو اپنا پیر و مرشد نہ جانے اور اگر وہ کام فساد عقیدہ کی قسم سے نہ ہو تو بیعت نہ توڑے لیکن ایسے مرشد کو آزمائش میں مبتلا خیال کرے اور اس کام میں اس کی پیروی کرنا حرام جان کر اس ابتلاء سے اس کی نجات کے لئے ظاہری اور باطنی کوشش کرتا رہے۔

(۱۵) حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے منظوم شجرہ طریقت جو سلاسل طیبہ میں درج ہیں اور اس کے علاوہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بھی مناجات مقبول میں ان کو درج کیا ہے حضرت نانوتویؒ کا شجرہ منظومہ تو کافی طویل ہے بطورِ نمونہ کے ہم چند اشعار اس کے نقل کرتے ہیں تاکہ مسئلہ توسل پر روشنی پڑ سکے ؎

بحق مقتدائے عشق بازاں ۔۔۔ رئیس پیشوائے مقتدایاں
امام راست بازاں شیخ عالم ۔۔۔ ولی خاص صدیق معظم

شہِ والا گہر امداد اللہ ؛ کہ بہر عالم است امداد اللہ

اخیر میں فرماتے ہیں ؎

باں کو رحمت للعالمین ست بدرگاہت شفیع المذنبین ست
بحق سرور عالم محمدؐ ؛ بحق برترِ عالم محمدؐ

؎ بچشم لطف اے حکم تو بر سر بحال قاسمِ بے چارہ بنگر

اس شجرہ کا ابتدائی شعر اس طرح ہے ؎

الٰہی غرق دریائے گناہم تو میدانی و خود ہستی گواہم

حضرت مولانا گنگوہی کا شجرہ منظومہ

سیدیؒ شیخی رشید احمد امام وقت شیخ وہ مرا صادق یقیں از بہر جاہش اے غنی
بہر امداد و بنور و حضرت عبد الرحیم عبد باری، عبد ہادی عضد دیں مکی نبی
ہم محمدی و محب اللہ و شاہ بو سعید ہم نظام الدین جلال و عبد قدوس احمدی
ہم محمد عارف و ہم عبد حق شیخ جلال شمس دیں ترک و علاء الدین فرید جودھنی
قطب دیں و ہم معین الدین عثمان شریف ہم ممود و دو ابو یوسف محمد احمدی
بو اسحاق و ہم ممشاد و ہبیرہ نامور ہم حذیفہ و ابن ادہم ہم فضیل مرشدی
عبد واحد ہم حسن بصری علی فخر دیں سید الکونین فخر العالمین بشریٰ نبی

پاک کن قلبِ مرا تو از خیال غیر خویش
بہر ذات خود شفا یم دہ ز امراض ولی

(۱۶) شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنی کی تحقیق

سیدی و مرشدی حضرت مولانا مدنیؒ نے "بحق" اور "توسل" کی نہایت ہی قیمتی تحقیق فرمائی ہے جو اہل انصاف کے لئے اطمینان کا باعث ہوگی اور اہل بصیرت کے لئے "کحل الجواہر" سے زیادہ بصارت افروز ہوگی، حضرتؒ فرماتے ہیں کہ حقیقت حال یہ ہے کہ لفظ حق متعدد معنوں میں آتا ہے۔

---

[1] یہ پہلا شعر حضرت مولانا شاہ اشرف علیؒ نے اضافہ فرمایا ہے باقی اشعار حضرت گنگوہیؒ کے ہیں۔ ۱۲ اسحاقی

(۱) واجب عقلی جس کا ثبوت اور لزوم دلائل عقلیہ قطعیہ سے ہوتا ہو اور اس کا خلاف مستحیل اور ممنوع عقلی ہو۔

(۲) واجب شرعی جس کا ثبوت اور لزوم نص شرعی اور وعدہ خداوندی کی بنا پر ہوا ہو اگرچہ عقلاً اس کا وجود ضروری نہ ہو۔

(۳) مستحق و ثابت یعنی وہ چیز جو کہ وجود اور ثبوت رکھتی ہو اگرچہ ضروری نہ ہو۔

(۴) جدیر اور لائق یعنی وہ چیز جس کا موجود ہونا بہتر اور اعلیٰ ہو اگرچہ ضروری نہ ہو۔

(۵) مشابہ بالواجب یعنی وہ چیز جو کہ ضروری چیز کے مماثل اور مشابہ ہے اگرچہ واقع میں لازم اور ضروری نہیں جیسے زید اسد۔

(۶) موجود صوری یعنی مشاکلۃً اور صورۃً عبارت میں جو کسی چیز کو دوسرے کے برابر قرار دی گئی ہو جیسے "جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا" اگرچہ وہ حقیقت میں موجود نہ ہو۔

(۷) احترام اور بڑائی یعنی وہ چیز جو کہ مرتبہ اور شرف رکھنے والی ہو اور قبولیت سے نوازی گئی ہو۔

(۸) مہتم بالشان یعنی وہ چیز جس کو نہایت اہم اور قابل اعتناء کوئی قرار دے اگرچہ واقع میں وہ لازم نہیں ہے جیسے حدیث شریف میں "حق علی کل مسلم ان یغتسل فی کل سبعۃ ایام" (یعنی ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ ہفتہ میں ایک دن نہانے کا اہتمام کرے)

الغرض استعمال عربی اور لغت عرب میں لفظ حق ان متعدد معانی وغیرہ میں مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ شراح حدیث عینی قاری عسقلانی وغیرہ اور قاموس، لسان العرب، مجمع البحار وغیرہ علماء لغت ذکر فرماتے ہیں مگر سب سے پہلے معنی میں سلف میں اختلاف واقع ہوا معتزلہ چونکہ عدل اور اصلح کو اللہ تعالیٰ پر عقلاً واجب قرار دیتے ہیں اس لئے غفران اھل توحید اللہ تعالیٰ پر عقلاً واجب کہتے ہیں اور یہ حق بندوں کا اس پر لازم بالتزوم العقلی قرار دیتے ہیں اور اہل سنت والجماعت کسی فعل کو اللہ تعالیٰ پر عقلاً اور ذاتاً واجب نہیں کہتے اس لئے یہ دعا کرنا "اللھم انی اسئلك بحق فلاں یا بحق الانبیاء والمرسلین" اہل اعتزال کے عقائد کے موافق ہوگا اہل سنت والجماعت کے خلاف ہوگا قرون تابعین اور تبع تابعین میں معتزلہ کا بہت زور و شور تھا اس لئے فقہاء کرام نے سداً للذریعۃ منع فرمایا تھا۔

اب جب کہ وہ اور ان کے عقائد معدوم ہو گئے تو اس کا اشتباہ بھی معدوم ہو گیا تو اس لفظ کے استعمال میں پہلے معنی کے ارادہ کرنے کا احتمال ہی نہیں بلکہ دوسرے معانی ہی لئے جاتے ہیں اس لئے اس میں کوئی حرج نہ ہوگا۔

شرح نقایہ جلد ثانی کتاب الکراہتہ صفحہ ۳۳۶ میں فرماتے ہیں

قیل وبحرم ان یقول فی دعائہ بحق فلان نبیا کان او ولیا او بحق البیت او المشعر الحرام لانہ لاحق للخلق علی اللہ لکن قد یقال لاحق لھم وجوبا من اصلہ ولکن اللہ سبحانہ جعل لھم حقا فضلاً او یراد بالحق الحرمۃ والعظمۃ فیکون من باب الوسیلۃ وقد قال اللہ سبحانہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وقد عد من آداب الدعاء التوسل بالانبیاء والاولیاء علی ما فی الحصن الحصین وقد جاء فی روایۃ اللھم انی اسئلک بحق السائلین علیک وبحق ممشائی۔ الیک فانی لم اخرج اشراً ولا بطراً (الحدیث)

حضرت ملا علی بن القاریؒ فرماتے ہیں کہا گیا ہے کہ کوئی شخص اپنی دعا میں یوں کہے کہ بحق فلاں خواہ وہ نبی ہو یا ولی یا بحق البیت یا مشعر الحرام کہے تو ایسا کہنا حرام ہوگا کیونکہ مخلوق کا کوئی حق خالق پر نہیں ہے لیکن کبھی اس کا مطلب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ان کا کوئی حق نہیں وجوباً لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اپنے فضل وکرم سے حق بنایا ہے یا حق سے مراد حرمت ہے تو پھر یہ وسیلہ کے باب سے ہوگا اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور نیز انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے ساتھ توسل آداب دعا میں شمار کیا گیا ہے جیسا کہ حصن حصین[1] میں ہے اور ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ اے اللہ میں تجھ سے سائلین کے حق اور وسیلہ سے مانگتا ہوں اور میں تجھ سے اپنے چلنے کے وسیلہ سے دعا مانگتا ہوں۔ کیونکہ میں اتراتے ہوئے اور اکڑ کر نہیں چلتا (جیسا کہ ابن ماجہ کی حدیث میں ہے)

رد المحتار حاشیہ در المختار للعلامہ ابن العابدین الشامیؒ میں ہے

---

[1] محدث حصن حصین والے فرماتے ہیں کہ:۔ وان یتوسل الی اللہ تعالیٰ بانبیائہ والصالحین من عبادہ (حصن حصین صفحہ طبع مصر) آداب دعا میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے سامنے اسکی انبیاء اور نیک بندوں کا توسل پیش کرے۔ ۱۲ سواتی

(قوله وكره بحق السلك) هذا لم يخالف منه ابو يوسفؒ بخلاف مسئلة المتن السابقة كما افاده الاتقاني وفي التاتارخانية وجاء في الآثار ما دل على الجواز (قوله لانه لا حق للخلق على الخالق) قد يقال انه لا حق لهم وجوبا على الله لكن الله سبحانه وتعالى جعل لهم حقا في فضله او يراد بالحق الحرمة والعظمة فيكون من باب الوسيلة و قد قال (وابتغوا اليه الوسيلة) وقال السبكي يحسن التوسل بالنبي صلى الله عليه وسلم الى ربه ولم ينكره احد من السلف ولا الخلف الا ابن تيمية فابتدع ما لم يقل عالم قبله الخ (رد المحتار جلد ۵ ص ۲۸۱)

(علامہ شامی فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں امام ابو یوسفؒ نے جواز کا قول کیا ہے اور فتاوی تاتارخانیہ میں ہے کہ اس مسئلہ میں ایسے آثار وارد ہوئے ہیں جن سے جواز معلوم ہوتا ہے اور یہ استدلال کہ مخلوق کا کوئی حق خالق پر نہیں اس کا مطلب یہ لیا گیا ہے کہ وجوبی حق اللہ تعالیٰ پر کسی کا نہیں لیکن اس نے اپنے فضل سے ان کا حق اپنے ذمہ لیا ہے اور یا مراد حق سے حرمت عظمت ہے اور یہ باب وسیلہ سے ہوگا جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔ اور امام سبکی نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ توسل کرنے کو اللہ تعالیٰ کے سامنے مستحسن قرار دیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ اس مسئلہ میں سلف اور خلف میں سے کسی نے انکار نہیں کیا سوائے امام ابن تیمیہؒ کے اور امام ابن تیمیہؒ نے ایک ایسی نئی بات کی ہے جو ان سے قبل کسی عالم نے نہیں کی)

خلاصہ یہ ہے کہ دعاء میں بحق فلاں یا بحرمت فلاں کہنا نہ صرف جائز ہے بلکہ وارد اور مستحسن ہے مودودی صاحب منع کرتے ہیں غلطی پر ہیں اور ہدایہ کی عبارت سے ان کا استدلال صحیح نہیں ہے ہدایہ میں حق بمعنی واجب العقلی کو منع کیا گیا ہے اور اہل سنت جب دعاء میں یہ کلمہ کہتے ہیں تو واجب عقلی مراد نہیں لیتے بلکہ ایسے معانی مراد لیتے ہیں جن سے توسل سمجھا جاتا ہو جو کہ ارجی للاجابۃ ہے" واللہ اعلم

مسئلہ وحدت الوجود میں راہ اعتدال

ہست رب الناس را با جان ناس — اتصالے بے تکیف بے قیاس

بود نقش و نگار سا ہے کچھ ؟ — صورت اک اعتبار سا ہے کچھ

یہ جو مہلت جسے کہیں ہیں عمر　　دیکھو تو انتظار سا ہے کچھ ! (میر تقی)

اس مسئلہ پر کچھ لکھنے سے بہت ڈر لگتا ہے چونکہ بہت دقیق، مشکل بلکہ اصعب المسائل ہے لیکن جب صدیوں سے یہ مسئلہ بھی اہل نظر و فکر کے سامنے چھڑا ہوا ہے تو مجبوراً اس کے بارہ میں بھی بعض باتوں کا اظہار ناگزیر ہے اس میں افراط و تفریط بہت واقع ہوئی ہے ہماری کوشش یہ ہونی چاہئے کہ اس میں راہِ اعتدال معلوم ہو سکے تمام کائنات مخلوق ہے تو یقینی بات ہے کہ یہ معلوم کیا جائے کہ اس کائنات کا اپنے خالق اور اللہ سے کیا تعلق ہے اور یہ کائنات کس طرح عالم وجود میں آئی اس لئے مسئلہ کے سمجھنے سے بھی چارہ کار نہیں اور مسئلہ کی اصل حقیقت کو بھی بقدر استطاعت جاننا لازمی ہے۔

حضرت شاہ رفیع الدینؒ کا ارشاد

حضرت مولانا شاہ رفیع الدین محدث دھلویؒ نے اس بارہ میں خوب کلام کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ :-

"میں کہتا ہوں جیسا کہ ایک بے عقلوں کی جماعت اس مسئلہ (وحدۃ الوجود) کی فضیلت بیان کرنے میں راہِ صواب سے ہٹ گئی ہے اور اسی مسئلہ کی معرفت میں انہوں نے شریعت ہدایت کے کمال کو منحصر سمجھ لیا ہے، اسی طرح ایک دوسرے بے عقلوں اور بے وقوفوں کی جماعت اس مسئلہ کے انکار کرنے میں راہِ صواب سے اس قدر دور جا پڑی ہے کہ اس مسئلہ کا انکشاف اور اسکے اسرار کا مشاہدہ ان کے نزدیک ایسے خیالات کی قسم سے ہے جو واقع کے مطابق نہیں اور اس مسئلہ کے قائلین کو وہ اسباب کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ ان کے مزاج میں سوداء کا غلبہ ہے اسی طرح کچھ ایسے لوگ بھی ہیں کہ اس حال کو زندقہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور ایک گروہ اسکو راہِ صواب سے قصور اور انحراف سمجھتا ہے اور بعض اسکو خطائے اجتہادی کے قبیل سے خیال کرتے ہیں، الغرض لوگ طرح طرح کے اوہام باطلہ کا شکار ہیں خلاصہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ حقیقت کی نگاہ میں توحید ایمانی لازماً اس مسئلہ کا اسوۂ حسنہ اور نمونہ سابق میں موجود ہے طائفہ مرجئہ اس اصل ایمان کو کامیابی کے تمام مراتب میں کافی خیال کرتا ہے اور عذاب سے خلاصی کلی یا مکمل رہائی کا باعث اسکو سمجھتا ہے اور مرجئہ کہتے ہیں کہ ایمان کے ساتھ کوئی معصیت نقصان نہیں دیتی جیسا کہ کفر کے ساتھ کوئی نیکی فائدہ نہیں دیتی، اور خارجیوں کے گروہ نے اسکو اپنے اصلی مقام سے بالکل ہی ایسا نیچے گرا دیا ہے کہ

اس سے نہ نجات مل سکے اور نہ نار مؤبد سے رہائی ممکن ہو بلکہ انہوں نے ارتکاب صغیرۃ و کبیرۃ کو کفر صریح شمار کیا ہے خود بھی گمراہ ہوئے اور دیگر بہت سی مخلوق کو راہ راست سے گمراہ کیا، اور حق بات یہ ہے کہ جس طرح توحید ایمانی نجات کے مراتب میں اصل ہے لیکن اس کے ساتھ اعمال صالحہ کی امداد ضروری ہے جیسا کہ توحید عرفانی مراتب عرفان میں اصل ہے لیکن اس کے ساتھ عمدہ احوال کا تلبس بھی ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ یہ احوال اعمال صالحہ کا ثمرہ ہیں اور اس بات کو اصل نجات میں دخل نہیں اعمال صالحہ بھی عذاب سے رہائی اور جنت کے درجات کی ترقی کا باعث ہیں اور توحید وجودی کا حق کمال اتباع کے بغیر میسر نہیں ہو سکتا جیسا کہ بزرگان دین کی کتب میں مصرح ہے دیکھا جائے تو یہ افراط و تفریط صرف اس مسئلہ وحدۃ الوجود کے ساتھ ہی مخصوص نہیں بلکہ تمام عقائد دینیہ، اعمال شرعیہ اخلاق محمودہ تین درجے رکھتے ہیں، افراط، تفریط، توسط اور بحکم خیر الامور اوسطہا کہ بہتر کام اوسط درجہ کے ہوتے ہیں توسط (اعتدال ومیانہ روی)، ہر معاملہ میں خواہ اعتقاد ہو، عمل ہو یا اخلاق پسندیدہ ہے اور افراط و تفریط مذموم ہے امام بیضاوی نے ان اللہ یأمر بالعدل کی تفسیر میں فرمایا ہے "یأمر بالعدل بالتوسط فی الامور اعتقادا کالتوحید المتوسط بین التعطیل والتشریک والقول بالکسب المتوسط بین الجبر والقدر وعملا کالتقید باداء الواجبات والمندوبات المأثورۃ المتوسط بین البطالۃ والترھب وخلقا کالجود المتوسط بین البخل والتبذیر" (یعنی اللہ تعالیٰ حکم دیتا عدل یعنی توسط اور میانہ روی اختیار کرنے کا تمام امور میں مثلاً اعتقاد ہے تو اس میں توحید کو اختیار کرنا جو متوسط ہے تعطیل (یعنی خدا کو معطل خیال کرنے) اور شرک کے درمیان اور بندہ کے لئے کسب کا قول کرنا کہ بندہ کا سب ہے اور خدا خالق ہے یہ متوسط ہے جبر اور قدر کے درمیان، اور عمل میں جیسا کہ واجبات اور مندوبات کی پابندی کرنی یہ متوسط ہے بالکل بیکار محض رہنے اور غایت درجہ کے زہد اور رہبانیت میں اور اخلاق میں مثلاً سخاوت متوسط ہے بخل اور فضول خرچی کے درمیان)۔

جب افراط و تفریط کی راہ طے کرنا تمام اصول و فروع میں نامناسب ہے تو اس مسئلہ وحدۃ الوجود میں جو معارف کی اصل ہے اور مطالب میں ادق ہے اس میں افراط و تفریط اختیار کرنا تو بہت زیادہ ہی نامناسب ہوگا پس اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو غارت کرے جنہوں نے اہل اللہ کے کلام کو غیر محمل پر محمول کیا اور غیر محل میں اتارا الحاد و زندقہ اختیار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے محجوب ہو کر اور بے کانگی اختیار

کرتے ہوئے محض شیطانی خرافات کا اتباع کیا اور سرکشوں کے حکم کی تعمیل"۔ (دمغ الباطل مخطوطہ ۴۵ و ۴۶)

حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی کی تحقیق

"وحدۃ الوجود" کی صوفیہ کرام کی اصطلاح میں عام طور پر تعبیر یہ کی جاتی ہے کہ تمام موجودات کو ایک وجود حق خیال کرنا اور ماسوا کے وجود کو محض از قسم اعتبارات سمجھنا جیسا کہ مثلاً موج، حباب، گرداب، قطرہ، ژالہ، وغیرہ سب کو ایک ہی پانی سمجھتے ہیں لیکن یہ تعبیر تو بہت سادہ ہے اس سے یقیناً اس مسئلہ کی حقیقت کو نہیں سمجھا جا سکتا اصل بات یہ ہے جیسا کہ حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی فرماتے ہیں:-

"جو چیز حواس خمسہ ظاہرہ (باصرہ، سامعہ، شامہ، ذائقہ، لامسہ) اور حواس باطنہ (حس مشترک، خیال، وہم، حافظہ، متصرفہ) کی مدد سے مدرک ہوتی ہے وہ اگر واقع کے مطابق ہے تو یہ حق ہے اور اگر وہ واقع کے مطابق نہیں تو وہ باطل ہے اور یہ بات قائلین وحدۃ الوجود کے نزدیک محقق اور ثابت ہے کہ حق جس طرح اللہ تعالیٰ کے بعض مظاہر سے ہے اسی طرح باطل بھی اس کے بعض مظاہر سے ہے حضرت شیخ ابو مدین مغربیؒ جو کہ شیخ محی الدین ابن العربیؒ کے شیخ ہیں فرماتے ہیں کہ ؎

لا تنکر الباطل فی طورہ فانہ بعض ظہوراتہ
واعطہ منک بمقدارہ حتی توفی حق اثباتہ

باطل کو اوپرا مت سمجھو اس کے طور میں یعنی عیب کی طرف مت منسوب کرو کیونکہ وہ بھی اسکے ظہور کا کرشمہ ہے اس لئے کہ وجود ہر شئی کا اسکے وجود کا پرتو ہے اس لئے اپنے حوصلہ کے مطابق اس کا حق ادا کرو تا کہ تم بھی مرتبہ کمال تک پہنچ سکو اور وہ مرتبہ وحدۃ الوجود ہے یعنی ہر چیز کے وجود میں وجود حق دکھائی دے (لیکن مبتدی شخص کو اس میں مشغول نہ ہونا چاہیئے کیونکہ وہ اپنے لازمی اور ضروری معاملات سے رہ جائے گا اور سمجھ نہ آنے پر گمراہی کا خطرہ ہے)

شیخ مؤید الدین الجندیؒ نے اس پر ایک اور شعر کا اضافہ کیا ہے ؎

فالحق قد یظہر فی صورتہ وینکر الجاہل فی ذاتہ

یعنی حق کا ظہور کبھی اس کی صورت سے ہوتا ہے اور جاہل اس کی ذات (اصل) سے ہی انکار کر دیتا ہے پس جو کچھ نفس کے اندر مدرک ہوتا ہے کلیات ہوں یا جزئیات اسکے مطالعہ میں وجود مطلق ایک

خاص شان کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے اور یہ راستہ تمام راستوں میں اقرب اور اوثق ہے جس سے خطرات بند ہو جاتے ہیں اور شک نہیں کہ اس حالت میں کیفیت غیبیہ اور حالت ذوقیہ پیدا ہوتی ہے اور مراتب کیانی (شہنشاہی والہی) ادراک کے احاطہ میں آتے ہیں اور درست بات یہ ہے کہ اس مطالعہ کی نفی کردو اور اس غیبی کیفیت کو پکڑ لو اور اپنے نفس کو چھوڑ دو اور اچھی طرح بے ہوشی کے دامن کو سمیٹ لو کہ غیب سے باہر آنا ناشکر گذاری ہے، اس طریق کے محققین کے نزدیک اگرچہ اس سے باہر آنا توجہ و تفکر حقائق اور تدبر و قائق علمی و عملی سے ملا ہوا ہو کیونکہ غیبت و بے خودی وادی حیرت کی ابتدا ہے اور وہ ان مقامات کا آغز ہے (کشکول کلیمی ص ۲۷و۲۸)

"سالک بچشم دل اپنی حقیقت جو کہ "حقیقت جامعہ" ہے کی طرف دیکھتا ہے اور اپنی حقیقت کو اپنی چشم دل سے مشہود رکھتا ہے اپنے تمام احوال و افعال میں اس کے بعد نظر کرتا ہے کہ اس کی یہ حقیقت جامعہ تمام موجودات حسنہ و قبیحہ لطیفہ و کثیفہ محسوسہ و غیر محسوسہ میں جاری و ساری ہے یہاں تک وہ مشاہدہ کرتا ہے کہ جمیع عوالم اس کے ساتھ قائم ہیں اور یہ سرایت اس کے تمام موجودات کے اندر سرایت کئے ہوئے ہے پس جو محسوس و معقول ہے (جس عقل میں جو چیز آتی ہے) وہ آئینہ ہوتا ہے کہ سالک اس میں اپنی حقیقت جامعہ کو دیکھتا ہے گویا تمام عالم بمنزلہ جسم کے بن جاتا ہے اور سالک بمنزلہ اس جسم کی روح کے اور اس مرتبہ کو مرتبہ جمع الجمع (یا شہود خلق قائم بحق) کہتے ہیں جب سالک میں یہ مراقبہ خوب قوت پکڑ لیتا ہے اور جو کچھ عوالم میں گذرتا ہے سالک اس سے متاثر ہوتا ہے غم ہو یا خوشی اس لئے کہ جسم پر اگر راحت یا تکلیف وارد ہو تو روح کا ادراک لازمی ہے۔"

(کشکول کلیمی ص ۲۸و۲۹)

بعضے اس وجود مطلق کو دریائے نور غیر متناہی سے تعبیر کرتے ہیں اور خود اپنے آپ کو ایک قطرۂ نور جو اس دریائے نور میں مستہلک نیست ہونے والا دیکھتے ہیں اور بعضے اس کو ظلمت غیر متناہی قرار دیتے ہیں اور خود اپنے آپ کو اپنا ظل خیال کرتے ہیں جو شب دیجور میں مستہلک تھا اور بعضے اسکو اس خلا کے ساتھ جو آسمان و زمین کے درمیان ہے یا ہر چیز کے درمیان ہے تمثیل دیتے ہیں اور یہ محض تمثیل ہے جو معقول و محسوس کے ساتھ کمزور اور ضعیف عقول والے لوگوں کی تفہیم کی خاطر دی گئی ہے ورنہ ذات برحق ان تمام تشبیہات و تمثیلات سے بہت بلند ہے ع

والناس فیما یعشقون مذاھب

مطلوب اس سے موہوم ہستی کا فنا کرنا ہے جو کہ دیدہ سالک پر وجود مطلق جو کہ اس کی حقیقت ہے کے مشاہدے سے پردہ ڈالے ہوئے ہے۔"

حاصل یہ ہے کہ سالک اپنے نفس ناطقہ میں ایک نسبت دریافت کرتا ہے لیکن وہ یہ نہیں جانتا کہ اس نسبت کی طرف ثانی کس کے ساتھ مربوط ہے اور سالک اس کو جس میں بھی بند کرتا ہے تو لامحالہ اس کے لئے ایک تعین پیدا ہو جاتا ہے اور وہ بارگاہ مطلوب اور دربار مقصود قطعی طور پر اس تعین سے ماوراء ہے اور جس مرتبہ میں ٹھہرتا ہے وہ ورا مطلوب اس سے ماوراء ہے جو کچھ سالک کے حیطہ تصور میں متعین ہوتا ہے وہ لامحالہ ذہن سالک کے تعین سے ہی متعین ہوتا ہے ادھر متعین جو کسی بھی قید و تشخص سے متعین ہو وہ مطلوب نہیں اور اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ مطلق (ذات) کی کنہ (حقیقت) تک کسی نبی اور ولی کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا ؎

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں

(کشکول کلیمی ص ۴۲)

میرزاھدؒ کی تحقیق

حضرت مولانا محمد زاہد ھرویؒ استاذ شاہ عبدالرحیمؒ والد امام ولی اللہؒ وجود کی حقیقت پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"تحقیق یہ ہے کہ وجود مصدری معنی سے (مصدری معنی وجود کا ہونا ہے) ایک امر اعتباری ہے جو نفس الامر میں متحقق اور ثابت ہے اور وجود بمعنی ما بہ الموجودیۃ (جس کے ساتھ ہستی کا قیام ہوتا ہے) خود بنفسہ موجود ہے بلکہ واجب لذاتہ ہے اور یہ اس لئے کہ کسی چیز کے اعتباری ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ نفس الامر میں متحقق ہو بایں معنی کہ اس کا موصوف ایسا ہو کہ اس چیز کا انتزاع اس سے ہو سکے یہاں تین چیزیں ہیں ایک منتزع عنہ (جس سے کوئی چیز انتزاع کی جا سکتی ہو) اور یہ ماہیت ہے من حیث ہی کے درجہ میں اور دوسرا منتزع ہے اور وہ وجود ہے معنی مصدری کے اعتبار سے اور تیسرا منشا انتزاع ہے اور وہ وجود بمعنی ما بہ الموجودیۃ ہے جو قائم بنفسہ ہے اور واجب لذاتہ ہے کیونکہ یہ ماہیت کے ساتھ قائم نہیں انضمام کے طریق پر ورنہ اس کا مأخوذ موصوف سے ہونا لازم آئے گا اور نہ اس کا قیام ماہیت کے ساتھ انتزاع کے

طریق پر ہے ورنہ وجود بالمعنی المصدری کے انتزاع کے وقت ایک اور انتزاع لازم آئے گا بلکہ انتزاعات کا ایک غیر متناہی سلسلہ قائم ہو جائے گا"

اسی طرح حضرت میرزاھدؒ واجب الوجود کے علم کی بحث میں فرماتے ہیں کہ:

"خوب جان لو واجب الوجود کے لئے ایک علم اجمالی ہے اور ایک علم تفصیلی علم اجمالی سو وہ علم تفصیلی کا مبداء ہے اور یہ صفت کمال ہے اور عین الذات ہے اور اس کی تحقیق جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے مجھے اس کی سمجھ عطا فرمائی ہے یہ ہے کہ ممکن کی دو جہتیں ہیں، ایک جہت وجود اور فعلیت ہے اور دوسری جہت عدم اور لا فعلیت ہے ممکن دوسری جہت کے اعتبار سے اس قابل نہیں کہ علم کا اس کے ساتھ تعلق ہو کیونکہ اس جہت سے تو وہ معدوم محض ہے اور جس جہت کے اعتبار سے اس کے ساتھ علم کا تعلق ہے وہ پہلی جہت ہے اور یہ جہت بھی اس کی طرف راجع ہے اس لئے کہ ممکن کا وجود بعینہ وجود واجب ہے جیسا کہ محققین اس طرف گئے ہیں پس اللہ تعالیٰ کا علم ممکنات کے ساتھ مشتمل ہے اس کے علم کے ساتھ جو اپنی ذات کے ساتھ ہے اس طرح کہ اس سے کوئی چیز بھی غائب نہیں اور اسکے فہم پر اوصاف انتزاعیہ کی حالت جو ان کے موصوفات کے ساتھ ہوتی ہے اس کی امداد حاصل کی جاسکتی ہے کیونکہ ان اوصاف انتزاعیہ کے لئے ایک قسم کا وجود ہوتا ہے جو خارجی وجود کے قائم مقام ہونے سے آثار کے ترتب میں اور یہ منشا اتصاف بھی ہوتا ہے اور اسی کے باعث ان کے درمیان اور انکے موصوفات کے درمیان امتیاز کی لکیر کھینچی جاسکتی ہے اور علم تفصیلی تو وہ علم حضوری ہے موجودات خارجیہ اور صور ذہنیہ علویہ اور سفلیہ کے ساتھ" (حیات ولی ص ۲۱۳ و ۲۱۴ بحوالہ تعلیقات تجوید)

حضرت شاہ ولی اللہؒ کا ارشاد

حضرت شاہ ولی اللہؒ اپنے مکتوب میں جو مولانا عبد القادر جونپوری کے مکتوب کے جواب میں لکھا ہے فرماتے ہیں آپ کا مکتوب شریف ملا جو بلند مقصد پر دلالت کرتا ہے ایک ایسے مسئلہ سے تعرض کیا گیا ہے جس میں افکار حیران ہیں اور نظریں اس تک پہنچنے سے ہچکچاتی ہیں میرے لئے کیسے ممکن ہے کہ ایک ورق میں اس کا جواب لکھ دوں یا ایک کلمہ میں اس کا حل پیش کر دوں ہاں میں ایک نکتہ ذکر کرتا ہوں آپ کی تقریر میں جو تیسرا معنیٰ توحید کا ذکر کیا گیا ہے کہ:

"ممکنات کی ذوات تماما اور محمولات کے ذرات سب چھوٹے بڑے فنا ہیں اپنے جواہر کے

اشباح میں اور بے حقیقت ہیں اپنی ذات میں پس اگر واجب کا فیض نہ ہوتو یہاں نہ کوئی ذوات ہے اور نہ ماہیت سمجھ میں آئے ان ماہیات وذوات کا تقرر اور صدور اور ان پر حکم لگانے کی صلاحیت صرف اس ذات عالی کی طرف نظر کرتے ہوئے ہے جس کے فیض کا سایہ بہت پھیلا ہوا اور رواں ہے۔"

یہ جو آپ نے کہا ہے یہ بعینہ وحدۃ الوجود ہے محققین کے نزدیک جو اہل معرفت اور اہل شہود ہیں لیکن ان کی زبانیں اور طرز بیان اس بارہ میں مختلف ہیں بعض نے مجاز اور مسامحت کی زبان میں گفتگو کی ہے اور بعض نے تحقیقی طور پر حقیقت کو کھول کر بیان کرنے کا طریق اختیار کیا ہے ؎

عباراتنا شتی وحسنك واحد   وكل الى ذاك الجمال يشير

پس یہ فیض بالذات وحدانی ہے اور باعتبار قوابل کے متکثر ہے اس فیض کو فیض اقدس سے موسوم کیا جاتا ہے، ماہیات کے صدور کی جہت سے اور اس کو فیض مقدس سے تعبیر کیا جاتا ہے تعینات اور لوازم وجود خارجی کی صدور کی جہت سے باقی ان کا یہ کہنا کہ وہی وجود مطلق ہے تو اس مطلق سے ان کی مراد امر انتزاعی نہیں ہوا کرتا جو افراد سے انتزاع کیا جاتا ہے جیسا کہ متکلم کلیات میں اس کی تقریر کرتا ہے اور نہ اس سے مراد موجود فی ضمن الافراد ہوتا ہے جو بالاستقلال موجود نہیں ہوتا جیسا کہ حکیم کا زعم ہے بلکہ اس سے مراد ایک ایسا امر ہے جو فی نفسہ متحقق ہے اور متعین بذاتہ ہے جس کی طرف تمام ممکنات کی نسبت یکساں ہے۔"

(مکتوب شاہ ولی اللہؒ مندرجہ حیات ولی ص۵۴۲)

اعیان ثابتہ

حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں کہ کشف کی بصیرت فیصلہ کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے لئے نقائص ہیں جو علم کے مرتبہ میں بالکل متمایز ہیں یعنی ایک دوسرے سے ممتاز ہیں پس علم کی نقیض جہل ہے اور قدرت کی نقیض عجز ہے اور بصر کی نقیض عمیٰ (نابینائی اور اندھاپن) ہے اور اسی طرح یہ نقائض اعدام اصلیہ ہیں (یعنی اپنے اصل مرتبہ میں معدوم ہیں) اور علم کے مرتبہ میں متقرر یعنی ثابت ہیں لیکن اپنے نقائض کی طرف اضافت سے یعنی جب انکو ان کے نقائض کی طرف مضاف کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کی صنع اور کمال قدرت سے یہ اعدام اس مرتبہ میں اپنے نقائض کے رنگ سے رنگین ہو جاتے ہیں اور وہ نقائض صفات کمال ہیں اور جب یہ مرتبہ علم میں آپس میں باہم مخلوط ہوتے ہیں، تو ان کو "اعیان ثابتہ" کہا جاتا ہے اور ان کا اس مرتبہ میں وجود کے رنگ سے رنگین ہونا ہی کون اوّل ہے اور

سبب ہے خارج میں موجود ہونے کا پس اعیانِ ثابتہ ظلال ہیں صفات کے اور ممکنات ظلال ہیں خارج ظلی میں ان اعیانِ ثابتہ کے اور ممکنات کے ظلال ہونے کا معنی یہ ہے کہ وجود اور اس کے توابع کا فیضان اور افاضہ مبدأ فیاض سے ممکنات پر جو موجود فی الخارج ہیں ان اعیانِ ثابتہ کے توسط کے بغیر نہیں ہوسکتا جیسا کہ قندیل کی روشنی اشیا پر زجاجہ (شیشہ) کے توسط سے ہوتی ہے پھر یہ بات بھی ہے کہ اعیانِ ثابتہ کا توسط صفات اور ممکنات کے درمیان صرف اس دار دنیا میں ہے رہا آخرت تو وہاں وجود اور اس کے توابع کا افاضہ صفات سے بغیر اعیانِ ثابتہ کے توسط سے ہوگا اور یہی وجہ ہے کہ ممکنات پر فنا کا طاری ہونا دنیا میں ہے آخرت میں نہیں" (تفسیر مظہری ج۱ ص۱۹)

شیخ ابو الرضاؒ کی تحقیق

حضرت امام ولی اللہ کے عم بزرگوار حضرت شیخ ابو الرضا محمد صاحبؒ (جو حضرت شاہ عبدالرحیمؒ کے استاذ بھی ہیں) فرماتے ہیں کہ "وجود عالم مستلزم ہے عدم واجب کو کیونکہ بتقدیر وجود عالم واجب یا تو خارج از عالم ہوگا تو محدود ہوگا اور محدود واجب نہیں ہوسکتا یا داخل عالم ہوگا پس حلول لازم آیا حالانکہ حق تعالیٰ حلول سے منزہ ہے اور اسی طرح عدم ممکنات من جمیع الوجوہ بھی ضروری البطلان ہے لہذا یہ بات متعین ہوگئی کہ عالم عبارت ہے حقیقت وجود کے تعینات اعتباریہ سے یا بالفاظ دیگر یوں کہہ سکتے ہیں کہ عالم بذاتِ خود معدوم ہے اور پھر موجود بالغیر ہے اور وہ غیر اس کا قیوم ہے۔"
(انفاس العارفین ص۱۰۱)

اسی طرح شیخ ابو الرضاؒ نے فرمایا کہ:

"ایک مرتبہ علماء اور عرفاء کی ایک بڑی مجلس میں میں نے مسئلہ وحدۃ الوجود ثابت کیا اور متکلمین کی عبارات سے تمسک کیا عقلی ونقلی دلائل پیش کئے لیکن وحدۃ الوجود کا ذکر نہ کیا سب نے اس کو قبول کیا دیکھو اہل رسوم کا تعصب الفاظ سے کس طرح زیادہ ہوتا ہے۔" (انفاس العارفین ص۱۰۲)

اسی طرح آپ نے ایک دفعہ یوں فرمایا کہ:

"وجود عالم وہم کے مرتبہ میں ہے اور حق تعالیٰ وجود خالص ہے ایک عارف نے کہا ہے کہ وجود کل میں ساری ہے کیونکہ موجود حقیقی اور موہوم میں باہم تضاد ہے اور ان کے درمیان جامع نہیں جیسا کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ سراب دریا سے بعید ترین اشیاء میں سے ہے" (انفاس العارفین ص۱۰۲)

شاہ رفیع الدینؒ کی تحقیق

رسالہ شرح رباعیات میں شاہ رفیع الدینؒ نے ایک رباعی درج کی ہے ؎

دریاد تو حالتے عجیب داشتہ ام	تیری یاد میں میری عجیب حالت ہے اور تیرے عشق میں
در عشق تو تخم نادرے کاشتہ ام	میں نے عجیب نادر تخم بویا ہے میں نہ تو خود تیری ذات
نہ خود توام ونہ جز تو چیزے دگرم	میں ہوں اور نہ تیرے سوا کوئی اور چیز ہوں بڑا حیران
حیرت زدہ ام چہ وہم پنداشتہ ام	ہوں کہ میں نے کیا وہم اپنے لئے پیدا کر لیا ہے۔

شاہ رفیع الدینؒ فرماتے ہیں کہ "اس کا حاصل یہ ہے کہ" وجود مطلق حقیقی کے لئے ایک ذات مستقل ثابت ہے اور وہ مجرد ہے قیود سے اور مغایر ہے مقید سے باعتبار ذات کے اور نیز باعتبار ظرف حصول کے اس طرح کہ مقیدات کی ذوات کے لئے اس موطن میں فرع اور اس ذات کے ساتھ اتحاد متصور نہیں ہو سکتا اور اس بارگاہ جلال میں ان خاک و بان خسیس کا نام و نشان بھی نہیں (جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے) کان اللہ ولم یکن معہ شئی وھو الآن علی ما علیہ کان" اللہ کی ذات تھی اور اس کے ساتھ اور کوئی چیز نہیں تھی اور اب بھی اس کی ذات اسی طرح ہے جیسے پہلے تھی اور مقید کے لئے بجز ذات موہوم کے جس کی کہنہ (حقیقت) وہی ذات مطلق ہے مع قیود عدمیہ کے اپنے مواطن ظلیہ میں اس کے علاوہ کوئی جوہر اور ذات نہیں ہے پس مطلق کے لئے باعتبار ذات کے غیریت ثابت ہے اور نیز مراتب ظہور میں اتحاد بھی حاصل ہے اور مقید کے لئے بھی ایک امر ہے اور اس کی وجہ سے ہی اس کے لئے مطلق سے مغایرت اور استقلال کا حکم لگایا جا سکتا ہے ورنہ دار وجود میں اس کے سوا اور کچھ بھی نہیں" اس مسئلہ کو جاننے اور سمجھنے کے سلسلہ میں تباہی اور خرابی کا منشا یہ ہوتا ہے کہ عدمی قیود کو اس حیثیت سے کہ وہ عدمی ہیں ذات مقید میں داخل کر دیا جاتا ہے اور اس سے خرابی پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ ذات مقید تو کوئی جدا نہیں اس ذات مطلق سے اور ذات مطلق کا بلند و برتر ہونا ثبوت کی تقیید سے اور اطلاق حقیقی کی حیثیت سے ان قیود کا اس سے استغنا کرنا بھی مسلم اور اس معنی کی حقیقت پر آگاہ ہونا کمال یادداشت" ہے اور اس کمون کے حصول کا موجب لفظ محبت ذاتیہ ہے اس ذات کی حقیقت کے آثار کے ظہور کے لحاظ سے"۔

اسی طرح شاہ رفیع الدینؒ رسالہ تحقیق اذان میں فرماتے ہیں:۔

"اللہ اکبر یعنی وہ اپنی ذات میں بلند ہے اس حیثیت سے کہ طبقات وجود میں سب سے اعلیٰ و اکمل طبقہ میں ہے اللہ اکبر یعنی اس کے ظہور کا احاطہ ناممکن ہے اسکی کمالات کے سریان کے اعتبار سے ظاہر میں خواہ معقولہ ہوں یا مشہودہ اور اس کا خلاصہ معرفت ہے حجابات کے منتفی ہونے کی اور کثرت کی ظلمات کے محو کرنے کی ذات قدیم سے قیومیت کے انکشاف کی راہ سے لا الٰہ الا اللہ یعنی مواطن خارج میں حقیقۃً کوئی چیز بھی متحقق نہیں اور نہ بالاصالہ جمیع کمالات کے ساتھ ظاہر ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے جو محیط ہے تمام مراتب اور تمام کمالات کا۔"

شاہ عبد العزیزؒ کی تحقیق

حدیث ابی رزین پر بحث کرتے ہوئے حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :-

"حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ کو باعتبار اس عالم کی طرف توجہ کے کئی مراتب حاصل ہیں اور ان کا بیان یہ ہے کہ مرتبہ اولیٰ یقینی ہے اور وہ شامل ہے جمیع تعینات ازلیہ ابدیہ کو اور جامع ہے جمیع حقائق کونیہ اور الٰہیہ کو لیکن بغیر بعض کے بعض سے تفصیل امتیاز کے اور اسکو تعین اول کہتے ہیں اور اس کے اوپر لاتعین اور اطلاق کا مرتبہ ہے، دوسرا مرتبہ تفصیل امتیاز کا ہے اور اس مرتبہ کو تعین ثانی کہتے ہیں اور اس مرتبہ میں حقائق کونیہ اور الٰہیہ ایک دوسرے سے ممتاز ہوتے ہیں حقائق الٰہیہ کے لئے وحدت حقیقی ہے اور کثرت نسبی (اضافی) ہے اور حقائق کونیہ کے لئے اسکے برعکس کثرت حقیقی اور وحدت نسبی ہے اور ان دونوں مرتبوں میں حقائق کونیہ کو اصلاً وجود خارجی سے حصہ نہیں ملتا اور تعدد و تمیز کی بو بھی انہوں نے نہیں سونگھی ہوتی۔

تیسرا مرتبہ عالم ارواح مجردہ بسیطہ کا ہے کہ اس کا ادراک سوائے قوت عقلیہ کے کسی چیز سے نہیں ہو سکتا اور قوت عقلیہ سے بھی ان کا ادراک آثار اور احکام کے مشاہدہ سے ہوتا ہے۔

چوتھا مرتبہ عالم مثال کا ہے جس کے ادراک کا آلہ خیال ہے۔

پانچواں مرتبہ عالم حس شہادت کا ہے جو حواس ظاہرہ سے مدرک ہوتا ہے اور

چھٹا مرتبہ احدیت کا ہے اور وہ تمام مراتب کا جامع ہے اور وہ انسان کامل کا مرتبہ ہے اور جب ان میں سے ہر ایک مرتبہ گویا بمنزلہ ایک محل اور مکان کے ہے اس حقیقت مطلقہ کے لئے پس

برسبیل تشبیہ و مجاز آئین کے کلمہ سے سوال کیا جاسکتا ہے۔ (فتاویٰ عزیزی جلد ۱ ص۲)

سوال :- مسئلہ وحدۃ الوجود کے بارہ میں کیا فرماتے ہیں جو عاقل، بالغ مسلمان ہو اور شریعت نبویہ میں اعتقاد رکھتا ہو اور کہتا ہو کہ ہمہ اوست "یعنی خدائے تعالیٰ ہی تمام اشیاء میں ہے" آیا یہ کلام کفر ہے یا نہ؟

جواب :- اس کلام کا ظاہری مفہوم خلاف شرع ہے اگر اس کلام کے کہنے والا حق تعالیٰ کے حلول کا اعتقاد رکھتا ہے اشیاء میں یا اشیاء کے اتحاد کا اس ذات مقدس کے ساتھ تو یہ کفر ہے اور اگر کہتا ہے کہ میری مراد اس سے یہ ہے کہ ہر چیز میں اس کی صفات کا ظہور ہے جیسا کہ دیکھنے والا آئینہ میں صورت دیکھتا ہے تو یہ کفر نہیں لیکن اس کلام کی ترویج موہم ہے خلاف شریعت مجالس محافل خصوصاً مجمع عوام میں جو کہ بات کی تہہ تک نہیں پہنچ سکتے بہت ہی قبیح اور مذموم ہے بخاری شریف کتاب العلم میں امیر المومنین حضرت علیؓ سے موقوفاً اور بعض کتب میں مرفوعاً بھی وارد ہوا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ) :-

"لوگوں کے سامنے ایسی باتیں بیان کرو جس کو لوگ جانتے ہوں (یعنی سمجھ سکتے ہوں) کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کی جائے"

مسئلہ وحدۃ الوجود شریعت میں صراحت کے ساتھ نہیں وارد ہوا نہ کتاب اللہ میں اور نہ حدیث میں صوفیہ کرام نے کشف و شہود کی تائید سے کتاب سنت سے اشارات نکالے ہیں جیساکہ

(۱) الا انہ بکل شئی محیط — سنو! بیشک وہ ہر چیز کو گھیرنے والا اور احاطہ کرنے والا ہے

(۲) کل شئی ھالک الا وجھہ — ہر چیز فانی ہے سوائے اس کی ذات کے۔

(۳) الا کل ما خلا اللہ باطل — سنو! ہر چیز اللہ تعالیٰ کے ماسوا بے حقیقت فانی اور زائل ہے

(۴) ولو انکم دلیتم بحبل الی الارض السفلی السابعۃ لیھبط علی اللہ — اگر تم کوئی رسی ڈال دو ساتویں زمین سے نیچے تک تو وہاں بھی اللہ تعالیٰ تک ہی پہنچے گی۔

(۵) واذا صلی احدکم فلا یبزق امامہ فان اللہ قبل وجھہ۔ — اور جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھتا ہو تو وہ اپنے سامنے نہ تھوکے کیونکہ سامنے اللہ تعالیٰ کی ہستی ہوتی ہے

لیکن ظاہر ہے کہ یہ اشارات دلیل صریح نہیں بن سکتے بلکہ علماء ظاہر ان ہی اشارات کو اٹ

کہ صوفیہ کرام پر الزام عائد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بکل شئی محیط صریح دلیل ہے غیریت پر کیونکہ محیط غیر محاط ہوتا ہے (احاطہ کرنے والا اس چیز کے مغایر ہوتا ہے جس کا احاطہ کیا گیا ہے)۔

اور اسی طرح کل شئی ھالک "(ای فی المستقبل لا فی الحال) اس کی دلیل کل نفس ذائقة الموت ہے اور اس کے علاوہ بھی اس پر بہت سے دلائل ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان فانجینا موسیٰ ومن معہ اجمعین" اور اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ "کم اھلکنا من القرون من قبلھم" اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ بالفعل ھالک نہیں ان کے برخلاف جو ان سے پہلے گذرے ہیں اور اسی طرح "کل شئی ماخلا اللہ باطل" سے مراد بطلان عبادت ہے نہ بطلان ذات مراد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "ربنا ماخلقت ھٰذا باطلا" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مخلوق میں سے کوئی شئی باطل نہیں اور اسی طرح لیھبط علی اللہ" بھی دلالت کرتا ہے کہ ھابط رسی ہے اور وہ غیر اللہ ہے اور اسی طرح "فاللہ قبل وجھہ" کیونکہ توحید وجودی کو بتلانے والی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سامنے اوپر نیچے سب طرف ہے اس میں سامنے کی تخصیص کا کیا معنیٰ حاصل یہ ہے کہ یہ اشارات صراحۃً مثبت مدعا نہیں بلکہ مدار اس مسئلہ کا صوفیہ کرام کے کشف و شہود پر ہے۔

محققین نے اس مسئلہ کی وضاحت اس طرح کی ہے کہ کسی طرح بھی شریعت کے مخالف نہیں ہوتا کیونکہ وجود مطلق جو کہ عین ذات حق ہے کے مختلف مراتب ثابت کرتے ہیں ایک مرتبہ میں وہ واجب ہے اور ایک میں ممکن اسی طرح حادث اور قدیم مجرد اور مادی، مومن و کافر سگ و خوک اور فی حد ذاتہٖ مبرّا ہے ان قیود سے اور نقائص سے ملوّث نہیں ہوتا جیسا کہ جسم جو قابل ابعاد ثلاثہ (طول عرض عمق) ہے سگ و خوک میں نجس نہیں ہوجاتا اس لئے کہا گیا ہے ؎

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد　　　گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

پس اگر مخاطب جنس عوام سے ہوگا جو کہ فرق مراتب بخوبی نہیں کرسکتا تو اس کے سامنے اس مسئلہ کا بیان کرنا الحاد و زندقہ کا سبب ہوگا اس سے احتراز کرنا واجب ہے جیسا کہ حضرت معاذؓ کی حدیث بخاری شریف کتاب العلم، باب الترخص بالعلم قوما دون قوم حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا حضرت معاذؓ آپ کے ردیف تھے کہ

اے معاذ! انہوں نے عرض کیا میں حاضر ہوں حضور ارشاد آپنے فرمایا جو کوئی صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور میری رسالت کی گواہی دیگا تو اللہ تعالیٰ اس پر آتش دوزخ حرام کر دے گا، معاذؓ نے عرض کیا کہ میں لوگوں کو بشارت نہ سناؤں، حضورؐ نے فرمایا پھر لوگ اعمال کرنے چھوڑ دیں گے۔

(فتاویٰ عزیزی جلد ۱ ص ۲۸ و ۲۹)

سوال :- کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ ایک شخص وحدت شہود کا قائل ہے اور وہ یوں کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتابوں کا نازل کرنا اور رسولوں کا بھیجنا اسی مطلب کے لئے تھا اور جو آدمی کلمہ طیبہ کا معنی وحدت وجود یا وحدت شہود کے طریقہ پر نہیں سمجھتا اس کا کلمہ طیبہ پر ایمان درست نہیں کیا اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر اور آپ کی لائی ہوئی شریعت پر ایمان اس کی نجات کا ذریعہ بن جائے گا لیکن چونکہ توحید بمعنی مذکور پر اس کی تصدیق نہیں اس لئے وہ مشرک ہوگیا اگرچہ ایسا شخص علماء محدثین اور ائمہ مجتہدین میں سے ہی کیوں نہ ہو۔ اب دریافت طلب یہ بات ہے کہ جو شخص ایسا عقیدہ رکھتا ہو وہ اہل سنت والجماعت میں سے ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

جواب :- اگر کوئی شخص وحدۃ الوجود کا قائل ہوبے افراط و بے غلو یعنی مرتبہ واجب اور ممکن کے درمیان فرق کرتا ہو اور اسی طرح مسلم اور کافر کے درمیان نبی و دجال نماز و زنا خنزیر بکری وغیرہ کے درمیان فرق کرتا ہو اور وہ لوگ جو وحدت الوجود کے قائل نہیں محدثین فقہاء اور متکلمین ان کی تکفیر و تضلیل نہ کرتا ہو اور یہ بھی جانتا ہو کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اس مسئلہ کے نہ دریافت کرنے میں معذور ہیں تو ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے اس لئے کہ بہت سے ائمہ ہدیٰ مثلاً شیخ محی الدین بن العربیؒ اور دوسرے صوفیائے کرام اس قسم کے گذرے ہیں تو ان کے پیچھے نماز کس طرح ناجائز ہو گی ہاں اگر وحدت الوجود کا قائل غلو اور افراط سے کام لیتا ہو جس طرح یہاں ہوا ہے تو وہ مبتدع ہے" ولا یجوز الصلوٰۃ خلف المبتدع" اور مبتدع کے پیچھے نماز درست نہیں جیسا کہ کتب فقہ میں مذکور ہے واللہ اعلم

سوال :- ایک طالب علم اور سب مسلمان علماء دین اور مفتیان کرام سے استفسار کرتے ہیں کہ جو شخص وحدت شہود کے کشف کا اس طرح قائل ہے جس طرح وحدت شہود کا کشف ہے بغیر

شائبہ اتحاد و اتحاد و اباحت حلول کلی طبعی کے آیا وہ مسلمان ہے؟ نیز حضرت غوث الاعظمؒ اور حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اور حضرت خواجہ قطب الدینؒ حضرت خواجہ فرید الدین قدس اسرارہم یہی مشرب رکھتے تھے یا نہ؟

جواب:۔ وحدت وجود کا قول اس طرح کہ احکام شرع کے مخالف نہ ہو یعنی تمام موجودات کو مظاہر حق جانے اور وجود کو واحد یقین کرے اور وجود کے ہر مرتبہ کا حکم جداگانہ ثابت کرے بعض مراتب میں وجود کو موصوف عبدیت سے اور بعض میں الوہیت سے کرتا ہو اور بعض میں حلال اور بعض میں حرام بعض میں طاہر اور بعض میں نجس اور مراتب وجود کو باہم خلط نہ کرتا ہو اور یہ کہتا ہو کہ ؎

ہر مرتبہ وجود حکمے دارد　　گر حفظ مراتب نکنی زندیقی

اور نیز یہ بھی کہتا ہو کہ العبد عبد وان ترقی والرب رب وان تنزل[۱] کہ عبد عبد ہی ہوتا ہے اگرچہ بہت ترقی کر جائے اور رب رب ہی ہے اگرچہ تنزل فرمائے یہ عقیدہ عین ایمان اور اسلام ہے شائبہ کفر کا اس میں نہیں اور مشائخ کبار اور علماء نامدار نے اس قول کی تصریح فرمائی ہے اور اس باب میں تصنیفات کی ہیں اس میں قادریوں میں سے شیخ عبد الرزاق اور چشتیاء میں حضرت سید گیسو دراز اور سید جعفر مکی اور حضرات نقشبندیہ میں سے خواجہ محمد باقی باللہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار مولانا عبد الرحمن جامی مولانا عبد الغفور لاری شیخ عبد الرزاق کاشی اور مشائخ عرب میں سے شیخ محی الدین ابن العربی شیخ صدر الدین قونوی شیخ عبد الکریم جیلی شیخ عبد الوہاب اور علماء مدینہ میں سے شیخ ابراہیم کردی اور مشائخ مکہ میں سے شیخ حسام الدین علی متقی اور دوسرے علماء جیسا شیخ عبد الحق محدث دہلوی مرج البحرین میں اس قول کی طرف گئے ہیں پس اس قول کو کفر جاننا ان سب مسلمانوں کی تکفیر کا باعث ہوگا معاذ اللہ اور حضرت غوث الاعظمؒ کے کلام میں اور حضرت خواجہ بزرگ (معین الدین اجمیریؒ) قطب الدینؒ کے کلام میں اس طرف اشارات پائے جاتے ہیں اور خواجہ فرید الدین سے منقول ہے کہ اپنے مریدین کو بزبان پنجابی[۱] ایسے ذکر کی تلقین فرماتے تھے جس میں وحدۃ الوجود کی تصریح پائی جاتی ہے

---

[۱] حضرت شیخ شکر گنج قدس سرہ بزبان پنجابی ذکر کردہ اند "اضول توں" جانب علویات اشارت است "اہول توں" جانب سفلیات اشارت است "توہیں توں" جانب اطلاق" (کشکول کلیمی ص ۲۵)

[۲] حضرت میر سید محمد گیسو دراز قدس سرہ نقل فرمودند کہ ساکت باشد و فکر کند کہ رباقی حاشیہ ص ۹۱ پر ملاحظہ کریں

اور احادیث صحیحہ میں بھی اس کی طرف اشارات اس معنی میں وارد ہوئے ہیں جیساکہ ترمذی شریف کی حدیث میں لو انکم دلیتم بحبل الی الارض السفلی لہبط علی اللہ" اور نیز صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے کہ :-

اذا رفعت من الرکوع فقل ربنا لک الحمد

فان اللہ یقول علی لسان عبدہ سمع اللہ لمن حمدہ

بلکہ بہت سی آیات میں اس کی طرف اشارات ہوئے ہیں زیادہ صریح یہ آیت ہے :-

سنریھم آیاتنا فی الآفاق و فی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق اولم یکف بربک انہ علی کل شئی شھید الا انھم فی مریۃ من لقاء ربھم الا انہ بکل شئی محیط (سورۃ حم السجدہ)	ہم اپنی نشانیاں ان کو دکھائیں گے آفاق میں اور خود ان کے نفوس میں یہاں تک کہ اچھی طرح ان کے لئے ظاہر ہو جائے کہ وہی حق ہے کیا یہ بات کافی نہیں کہ تیرا رب ہر چیز پہ گواہ ہے سنو! لوگ شک میں ہیں اپنے رب کے ساتھ ملاقات کرنے کے بارہ میں۔ سنو! وہ تو ہر چیز کو گھیرنے والا ہے۔
فاینما تولوا فثم وجہ اللہ	جدھر بھی تم رخ کرو وہاں ہی اللہ ہے۔
وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی	آپ نے نہیں پھینکے کنکر لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکے ہیں۔
ید اللہ فوق ایدیھم	اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ کے اوپر ہے۔

(فتاوی عزیزی جلد ۲ صفحہ ۱۰۲ و ۱۰۳)

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے جن حضرات کا ذکر کیا ہے ان کے علاوہ بہت سے علماء اور محققین ہیں جو اسی عقیدہ کے قائل ہیں مثلاً خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ حضرت علاؤ الدولہ سمنانیؒ حضرت

(صفحہ ۹۰ کا بقیہ حاشیہ) من نیم اوست سہ

من نیم واللہ یاراں من نیم ۔۔۔ جان جانم ست سرم تن نیم

چوں مدیں معنی ف کرما بحکم جاء الحق وزھق الباطل صدائے انا انت بہ آید واں اقرب طرق وراء صوا است (کشکول کلیمی ص ۱۳) ۱۲ اسواتی

علیؓ کے خطبات میں بھی اس طرف اشارات موجود ہیں حضرت بایزید بسطامیؒ، امام غزالیؒ، شیخ فرید الدین عطارؒ، مولانا جلال الدین رومیؒ، خواجہ محمد باقی باللہؒ، اس مسئلہ وحدت الوجود کے امام اور مجدد تھے اور آپ کے صاحبزادے خواجہ خوردؒ، سید احمد شہیدؒ، مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ، شاہ رفیع الدینؒ، شاہ اسحاقؒ، حضرت حاجی امداد اللہؒ، خواجہ سید علی ہجویریؒ، خواجہ شہاب الدین سہروردیؒ، شاہ عبد الرحیمؒ، شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ اور ولی اللہی خاندان کے تمام اکابر اسی مسلک کے تھے۔

ہمہ اوست

مولانا سید جمال الدین دہلویؒ اپنی کتاب جمال العارفین کے حاشیہ ص۲۱ میں لکھتے ہیں کہ حضرت مولانا قاری عبد الرحمٰن صاحب پانی پتی ۹ رجب المرجب سنہ ۱۳۰۶ھ کو عصر کے وقت اپنی پڑھ والی مسجد واقع پانی پت میں ایک مجمع کے روبرو جس میں مولوی عبد السلام صاحب خلف الصدق قاری صاحب ممدوح اور قاضی عبد الخالق صاحب وغیرہ مخدوم زادے اور مولوی محمد یوسف ساکن جنید اور منشی بہار علی ساکن جھجر وغیرہم بہت سے سامع قرأت وغیرہ حاضر تھے فقیر راقم کے استفسار پر اپنا مولانا محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی سے کتابی اور اکتسابی سلوک و تصوف کا طے کرنا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدثؒ نے علاوہ الطاف القدس کے خاص اس مسئلہ وحدت الوجود کے اثبات میں ایک مدلل کتاب لکھی ہے جس پر انکے بعد مولوی غلام یحییٰ صاحب مرید حضرت مرزا جان جاناںؒ نے کچھ لکھا ہے لیکن اس پر مولانا شاہ رفیع الدین دہلویؒ نے دمغ الباطل لاجواب کتاب لکھی ہے اسکے بعد فرمایا کہ نواب باندہ ذو الفقار بہادر نے مجھ سے خود بیان کیا کہ میں نے اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدثؒ سے پوچھا کہ بعضے "ہمہ اوست" کہتے ہیں اور بعضے "ہمہ از وست" صحیح کیا ہے؟ فرمایا کہ نہ "ہمہ اوست" نہ "ہمہ اندوست" بلکہ "اوست" (انتہی کلام القاری) اسی طرح مولانا سید جمال الدین دہلویؒ کتاب مذکور کے حاشیہ ص۲۵ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ، ذی الحجہ سنہ ۱۲۹۲ھ کو نانوتہ میں بعد جلسہ دوم (مدرسہ دیوبند) اس وقت مشفقی مولوی رشید احمد صاحب گنگوہیؒ اور چند آدمی بیٹھے تھے

فقیر راقم محمد جمال الدین عفی عنہ نے قاسم الخیرات مولوی محمد قاسم صاحب نانوتویؒ سے ذکر کر دیا کہ قاضی عنایت علی منگلوری رڑکی میں کہتے تھے کہ میں نے مولوی محمد قاسم سے وحدۃ الوجود کا ثبوت چاہا با صواب جواب نہ پایا یہ بات کیونکر ہے مولوی صاحب موصوف نے صاف صاف کہدیا کہ کس سے کہوں کوئی سمجھے تو سمجھاؤں شہود اور وجود دونو درست ہیں قاضی صاحب ممدوح ایسے غبی ہیں کہ ان کی تمام کردہ اقلیدس میں سے اس وقت کہ ہم نے پڑھی نہ تھی پانچویں یا نویں الی شکل اول مقالہ اقلیدس لکھ کر جو ثبوت مانگا حل نہ کر سکے پھر آپ بتائیں کہ وحدت الوجود کو کیا سمجھیں گے کوئی اس مادہ کا آدمی گفتگو کرے اور سمجھے" چنانچہ احقر راقم کے نام مولانا کا مکتوب ایک بڑی حجت ہے (اس سے مراد جمال قاسمی ہے جس مکتوب میں حضرت نانوتویؒ نے مسئلہ وحدۃ الوجود اور حیات انبیاء بیان کیا ہے)۔

شیخ ابن عربیؒ کا قول

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں کہ :-

اعلم ایہا الولی الحمیم ان الوجود منقسم
بین عابد و معبود فالعابد کل ما سوا
اللہ تعالی وھو العالم المعبر عنه والمسمی
عبدا والمعبود ھو المسمی اللہ وما فی الوجود
الا ما ذکرناہ فکل ما سوا اللہ عبد للہ
ما خلق ویخلق وفیما ذکرنا اسرار عظیمة
متعلق بباب المعرفة باللہ وتوحیدہ و
بمعرفة العالم ورتبته وبین العلماء فی
ھذہ المسئلة من الخلاف ما لا یرتفع ابدا
ولا یتحقق فیه قدم یثبت علیه ولهذا
قدر اللہ السعادة لعبادہ بالایمان وفی
العلم بتوحیدہ خاصة ما ثم طریق الی السعادة

اے مخلص دوست خوب جان لو کہ وجود تقسیم ہے عابد اور
معبود کے درمیان پس اللہ تعالیٰ کے ماسوا کل عابد ہے
اور اسکو عالم سے تعبیر کرتے ہیں اور معبود وہی ہے
جس کا نام اللہ ہے اور وجود میں اس کے سوا اور
کچھ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ماسوا جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ
کا عبد ہے جو اس نے پیدا کیا ہے اور یا جس کو آئندہ پیدا
کرے گا اور یہ جو ہم نے بیان کیا ہے اس میں بڑے
اسرار ہیں جو اللہ اور اس کی توحید کی معرفت سے
تعلق رکھتے ہیں اور جو عالم اور اسکی مرتبہ کی معرفت
سے تعلق رکھتے ہیں اور اس مسئلہ (وحدۃ الوجود) میں
علماء کے درمیان اختلاف ہے جو کبھی اٹھ نہیں سکتا اور
کسی کا قدم ٹک نہیں سکتا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بندوں

الا هذا" (فتوحات مکیہ ج۲ ص۔ باب ۔)[۲۱]

کی سعادت اس میں منحصر ہے کہ وہ ایمان لائیں
اور اسکی توحید کا علم خاص طور پر حاصل کریں سعادت
کی طرف راہ اس کے سوا اور کچھ نہیں۔

اسی طرح" الجواھر والیواقیت" والے نے بیان کیا ہے کہ حضرت شیخ ابن عربیؒ فتوحات مکیہ میں بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس سے تمہیں صحیح طور پر معلوم ہوگا کہ عالم (جہاں) عین حق تعالیٰ (من کل الوجوہ) نہیں ہے اس لیے کہ اگر ایسا ہو یعنی عالم عین حق تعالیٰ ہو تو پھر اس کو بدیع (موجد) کیسے کہہ سکتے ہیں۔ (حاشیہ کچکول نامہ ص[۲۱])

شیخ ابوالحسن داھریؒ کی تحقیق

شیخ ابوالحسن داھریؒ صاحب" کچکول نامہ" اپنی کتاب "ینابیع الحیات الابدیہ" میں فرماتے ہیں کہ" اے طالب صادق جان لو کہ وہ لوگ (اللہ ان پر راضی ہو) کہتے ہیں کہ وجود واحد ہے یعنی ایک ہے اور وہ حق تعالیٰ کی ہستی ہے اور تمام موجودات کی ہستی اسی حق تعالیٰ کی ہستی ہے بعینہ بے کم و بیش لیکن جب وحدت وجود کا اطلاق کرتے ہیں تو باین معنی نہیں کہتے کہ تمام موجودات آلہہ متعددہ ہیں یہ تو شرک ہے کھلا اور نہ بہ معنی کہ اللہ تعالیٰ اشیاء میں حلول کر گیا ہے یہ مذہب حلولیوں کا ہے اور نہ یہ معنی کہ اللہ تعالیٰ مخلوقات کے ساتھ متحد ہو گیا ہے کیونکہ یہ چیز تو ترکیب سے ہو سکتی ہے واللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند و برتر ہے بلکہ باین معنی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی موجود نہیں اور تمام موجود (ہست) اسی کی ہستی ہے لیکن یہ فرق ملحوظ رکھتے ہیں کہ مراتب کی رعایت کرتے ہیں کہ ہستی کو من حیث صرافت حقیقت حق تعالیٰ کہتے ہیں اور من حیث تعینات حقائق عالم کہتے ہیں"۔ (حاشیہ کچکول نامہ ص[۲۲])

مشاھدۂ قیومیت

حضرت ابوطالب مکیؒ فرماتے ہیں اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے" اللھم اجعل فی سمعی نورا"

هذه الانوار التی سألها رسول الله صلی الله علیه وسلم فی کل جزء من اجزائه انما هو دوام النظر من نور النور لیشاهد القیومیة

یہ انوار جن کا سوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہے اپنے ہر ہر جز میں دراصل اس سے مراد" نور النور" کی طرف دوام نظر ہے تاکہ قیومیت کا

فی کل سکون وحرکۃ منہ یکلؤہ بنظرہ
ویتولاہ بحیطتہ فینظر الیہ بدوام نظرہ
یستقیم لہ بتولی حفظہ فلا یزیغ بصرہ
ولا یطغیٰ ولا تستہویہ النفس بہ دی۔
(قوت القلوب جلد ۱ ص ۱۲)

مشاہدہ ہر سکون اور ہر حرکت میں حاصل ہو اور وہ اپنی نظر خاص سے حفاظت کرے اور اپنے احاطہ سے سرپرستی فرمائے اور دوام نظر سے اس کی حفاظت و نگرانی نصیب ہو جائے نگاہ کج نہ ہو اور حد سے آگے نہ بڑھے اور نفس خواہش کے ساتھ بہکا نہ سکے۔

الغرض اس سے مراد قیومیت کا مشاہدہ ہے ہر حرکت و سکون میں ظاہر ہے کہ جب یہ بات کسی خوش قسمت کو حاصل ہو جائے تو پھر نفس و شیطان کا تسلط کس طرح ہو سکتا ہے؟

مراقبہ وحدت

حضرت مولانا حاجی امداد اللہ مکیؒ مراقبہ وحدت اور ہمہ اوست کے متعلق فرماتے ہیں:۔

مراقبہ وحدت و ہمہ اوست ھو الاول والآخر ھو الظاھر ھو الباطن بزبان گفتہ با ملاحظہ معنی تصور کند کہ ہیچ نیست مگر اوست ودراں مستغرق شود۔ (ضیاء القلوب مترجم ص ۳۴)

مراقبہ وحدت اور ہمہ اوست یہ ہے کہ "ھو الاول والآخر ھو الظاھر ھو الباطن" زبان سے کہے اور معنی کا تصور کرے کہ کچھ نہیں وہی ہے اور پھر اس میں مستغرق ہو جائے۔

لیکن حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ یہ مراقبہ مبتدیوں کے لئے نہیں بلکہ اس قسم کے مراقبہ سے محققین نے منع کیا ہے کیونکہ اس سے فائدہ کے بجائے نقصان کا امکان ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ:۔

مراقبہ توحید ذاتی کہ ہمہ ذوات را حق دانند و غیر اورا موجود نہ دانند محققان حالی ایں مراقبہ را منع فرمودہ اند کہ فہم آں بدون وجدان راست نیاید بطریق اجمال دائما دریں حال باشد بعنایت الٰہی رفتہ رفتہ بروجہ کمال کشف خواہد شد و در ابتدا حال بتفتیش و استیقان مشغول نہ شود۔
(ضیاء القلوب ص ۵۷)

توحید ذاتی کا مراقبہ کہ تمام ذوات کو حق جانے اور اس کے ماسوا کو موجود نہ سمجھے محققین نے جو اصحاب حال ہیں اس مراقبہ سے منع فرمایا ہے کہ اس کا سمجھنا بغیر وجدان (کشف) کے ٹھیک نہیں ہو سکتا اجمالی طور پر یوں سمجھ لینا چاہیئے کہ ہمیشہ اسی حال میں ہے اللہ تعالیٰ کی عنایت سے رفتہ رفتہ پورے طور پر منکشف ہو جائے گا ابتدائی حالت میں تفتیش و تحقیق میں مشغول نہ ہو ظاہر ہے کہ یہ ایک کشفی اور وجدانی چیز ہے جب تک خود صاحب حال وجدان نہ ہو اس میں انہماک مضرت رساں ہوگا۔

حضرت شاہ رفیع الدین رسالہ شرح برہان العاشقین میں فرماتے ہیں کہ :-

"بدن کو ریاضت میں اور نفس کو مجاہدہ میں اور قلب کو مشاہدِ عظمت میں اور روح کو شعاعِ ہدایت میں تلاش کی ایک ایسی نوع کے ساتھ ہم نے ایسا محو کر دیا کہ عدمِ اصلی کے ساتھ لاحق ہو گئے اور مقام "کان اللّٰہ ولم یکن معہ شئی وھو آلان کما کان" حاصل ہو گیا اگر بدن اور نفس کو ایک شمار کرو اور چوتھا عین ثابتہ کو شمار کرو جیسا کہ اس فن کے علماء محققین کے نزدیک مسلّم ہے کہ جب تک نظر عین ثابتہ سے اور اس اسم سے جو اس کا مبدأ تعین ہے، آگے نہ گذر جائے اور استعدادِ جزئی کے طوق کو اپنی گردن سے اتار نہ دے تو اس وقت تک شیون ذاتیہ تک نہیں پہنچ سکتا اور تجلی ذات کی حقیقت سے بدون تجلی کرکی استعداد کے آئینہ کی آمیزش سے واصل نہیں ہو سکتا (اگر عین ثابتہ سے آگے گذر گیا) تو پھر تجلی ذات میسر ہو جائیگی اور وحدت کے آئینہ میں کثرت اسماء کا مشاہدہ اور صفات الٰہی اور تعینات اور اعتبارات امکانی حاصل ہو جائیگا، اچھی طرح یہ بات ذہن نشین کر لو کہ نفس سے مراد روح ہوائی ہے، قلب سے نفس ناطقہ اور روح سے مراد وہ وجود ہے جو میثاق کے وقت تھا اور عین سے مراد وہ امتیاز ہے جو علم الٰہی میں تھا اور شیون ذاتیہ سے مراد اندراج اور اتحاد ہے، ذات صرفت کے ساتھ علمی اور عینی تمیز سے قبل" (صفحہ ۱۱)

حضرت حاجی امداد اللہؒ کی تحقیق وحدۃ الوجود کے بارہ میں

صاحب شمائم امدادیہ لکھتے ہیں کہ :-

"ایک دن ایک شخص نے مسئلہ "وحدت الوجود" دریافت کیا (حضرت حاجی امداد اللہؒ نے) فرمایا کہ یہ مسئلہ حق و صحیح و مطابق بواقع ہے اس مسئلہ میں کچھ شک و شبہ نہیں ہے معتقد علیہ تمامی مشائخ کا ہے مگر قال و اقرار نہیں ہے البتہ حال و تصدیق ہے یعنی اس مسئلہ میں تیقن و تصدیق قلبی کافی ہے استتار اس کا لازم اور افشاء ناجائز ہے کیونکہ اسباب ثبوت اس مسئلہ کے کچھ نازک ہیں بلکہ بحدے دقیق کہ فہم عوام بلکہ فہم علماء ظاہر میں کہ اصطلاح عرفاء سے عاری ہیں نہیں آتے تو الفاظ میں کہنا اور دوسروں کو سمجھانا کب ممکن ہے بلکہ جن صوفیوں کا سلوک ناتمام ہے اور وہ مقام نفس سے ترقی کر کے مرتبہ قلب تک نہیں پہنچے ہیں اس سے ضرر شدید پاتے ہیں اور مکر نفس سے چاہ الحاد و قعر ضلالت میں پڑ جاتے ہیں نعوذ باللہ منہا۔ اس جگہ پر زبان روکنا واجب ہے"۔ (شمائم امدادیہ صفحہ ۳۱)

عبد و رب میں عینیت و غیریت دونوں متحقق ہیں وہ ایک وجہ سے اور یہ ایک وجہ سے اگرچہ بادی النظر میں اجتماع ضدین ایک شخص میں محال معلوم ہوتا ہے" الضدان لا یجتمعان" قول صحیح ہے مگر اس میں دو ضد لغوی مراد ہیں اور ضد اصطلاحی جمع ہوتے ہیں اسی وجہ سے محققین کو جامع الاضداد" کہتے ہیں" (شمائم امدادیہ ص۳۶)

"جاننا چاہیئے کہ عبد و رب میں عینیت حقیقی لغوی کا جو اعتقاد رکھے اور غیریت کا بجمیع وجوہ انکار کرے وہ ملحد و زندیق ہے کیونکہ اس عقیدہ سے عابد و معبود ساجد و مسجود کا کچھ فرق نہیں رہتا اور یہ غیر واقع ہے نعوذ باللہ من ذالک"۔ (شمائم امدادیہ ص۳۱)

تمثیل لطیف

"بندہ قبل وجود خود باطن خدا تھا اور خدا ظاہر بندہ کنت کنزاً مخفیاً الخ اس پر دلیل ہے حقائق کونیہ کہ نتائج علم الٰہی ہیں ذات مطلق میں مندمج و مخفی تھے اور صرف اپنی ذات پر ظاہر تھے جب ذات نے چاہا کہ ظہور خود در کسوۂ پرسو اعیان کو ان کے لباس قابلیات میں اپنی تجلی کے جلوہ سے ظاہر فرمایا اور خود شدت ظہور خود سے ان کی نگاہ سے مخفی ہو گیا مثل تخم کے کہ درخت مع تمام شاخوں اور پتوں و پھول پھل کے اس میں چھپا تھا گویا تخم بالفعل تھا اور شجر بالقوۃ جب تخم نے اپنے باطن کو ظاہر کیا خود چھپ گیا جو کوئی دیکھتا ہے درخت کو دیکھتا ہے تخم دکھائی نہیں دیتا اگر غور سے دیکھا جائے تو تخم بصورت درخت کے ظاہر ہوا تخم بالقوۃ ہوا اور درخت بالفعل ہر چند کہ ایک وجہ سے کہ تخم و درخت ایک ہے جدائی نہیں ہے عینیت پائی جاتی ہے لیکن دلائل غیریت و جدائی کے بھی اس میں موجود ہیں اور واقعی ہیں حفظ مراتب اس میں ضرور ہے کیونکہ صورت و شکل و تاثیر و خواص تخم کے اور ہیں اور اجزائے درخت کے اور ہیں وجوہات غیریت بھی بہت ہیں اور صاحب عقل اس سے انکار نہیں کر سکتا اگرچہ از روئے عینیت تخم و درخت ایک ہے لیکن یہ وحدت اعتباری اصطلاحی ہے نہ باعتبار حلول کے اور نہ اتحاد کے یعنی بالقوۃ اور بالفعل شراکت رکھتا ہے پس جو کہ بالفعل تھا بالقوۃ ہوا اور جو بالقوۃ تھا بالفعل ہوا فہم من فہم" جل حکمۃ عظمۃ شانہ" کسی نے خوب کہا ہے کہ ؎

ترا ز دوست بگویم حکایتے بے پوست — "ہمہ اوست" اگر نیک بنگری "ہمہ اوست"

(شمائم امدادیہ ص۳۲)

حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی تحقیقات

حضرت شاہ شہیدؒ صراط مستقیم باب اوّل ہدایت رابعہ میں حب عشقی کے ثمرات (نتائج) کے بیان میں فرماتے ہیں، اس میں تین افادات ہیں۔

پہلا افادہ

جب کیفیت عشقیہ کی تیزی اور شدّت کے سبب سے اور تجلّی علمی کے جذب کی قوت سے اور روح الٰہی کے کمال انجذاب کی وجہ سے عالم شہادت (مادی جہان) اور عالم مثال (مادی جہان سے اوپر ایک لطیف جہان) کا غبار منکشف ہو جاتا ہے اور نورانی اور ظلمانی حجابات چھٹ جاتے ہیں تو بر بنائے وعدہ الٰہی کہ "جو لوگ ہمارے راستہ میں کوشش و مجاہدہ کرتے ہیں ہم انہیں اپنے راستے دکھاتے ہیں"[1]۔ اور مطابق کلمہ "اور تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا"[2] کے مشاہدہ جمال لایزال حضرت ذوالجلال میسر ہوتا ہے اور قرب و معیت کا معنی جو کہ حدیث "اور میں اپنے بندہ کے گمان کے ساتھ ہوں"[3] اور جیسا کہ "میں[4] اس کے ساتھ ہوں جب مجھے یاد کرے"۔ اور "تو[5] اللہ کو یاد رکھ اسکو اپنے سامنے پائے گا۔" سے ظاہر ہے اور جس کو وصال سے تعبیر کرتے ہیں اور اس شخص کے وجود و جسم میں جو تب تاب اور قلق و اضطراب حرمان و ہجران کے وقت تھا اب وہ ان کے بدلے سرور و ابتہاج اور ہمکلامی و سرگوشی سے ہمکنار ہوتا ہے اور اس کی پریشانی الفت سے اور وحشت انس سے مبدل ہو جاتی ہے۔

دوسرا افادہ

جب توفیق رہبری کرتی ہے اور اس سرمست ابتہاج و مشاہدہ کا ہاتھ پکڑ کر اوپر کھینچتی ہے تو مقام فنا اور بقا، پردہ خفا سے ظاہر ہوتا ہے اس اجمال کا بیان یہ ہے کہ جس طرح لوہے کا ٹکڑا آگ میں ڈالتے ہیں اور آگ کے شعلے ہر طرف سے اس کا احاطہ کر لیتے ہیں بلکہ آگ کے لطیف اجزاء اس کے جوہر میں مداخلت کرتے ہیں اور اس کی شکل و رنگ کو اپنے ہم رنگ بنا لیتے ہیں اور حرارت و احراق (جلانا) جو کہ آگ کے خواص ہیں اسکو بخش دیتے ہیں یقیناً وہ لوہے کا ٹکڑا منجملہ آگ کے انگاروں میں سے شمار کیا جائیگا نہ اس طرح کہ لوہا اپنی حقیقت سے بدل گیا ہے اور محض آگ بن گیا ہے کیونکہ ایسا تو بدیہی البطلان ہے

---

[1] والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا [2] فاذکرونی اذکرکم [3] انا عند ظن عبدی بی
[4] وانا معہ اذا ذکرنی [5] واحفظ اللہ تجدہ تجاھک

بلکہ یہ لوہے کا ٹکڑا خود ہوا ہے لیکن بسبب شعلہائے نار کے لشکروں کے ہجوم کے جس کی وجہ سے آگ کے
لطیف اجزا لوہے کے اندر داخل ہوگئے ہیں اور لوہے نے اپنے لوہے پن سے فرار کی راہ اختیار کرلی
ہے اور گوشہ گمنامی میں جا پڑا ہے اور وہ تمام آثار و احکام جو آگ پر مترتب ہوتے تھے وہ بے کم و کاست
لوہے کے اس ٹکڑے پر مترتب ہوتے ہیں لیکن درحقیقت اس حال میں بھی احکام آگ پر ہی مترتب
ہوتے ہیں جس نے اس لوہے کے ٹکڑے کا احاطہ کیا ہوا ہے اور اس آگ نے اسکو اپنی سواری بنا لیا
اور اپنا تخت سلطنت اسکو قرار دیا ہے تو ان آثار و احکام کو اس ٹکڑے کی طرف نسبت دے سکتے
ہیں جیسا کہ آیت میں "وَ مَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ" کہ میں نے یہ اپنے اختیار و ارادہ سے نہیں کیا"
تصریح ہے اور "فَاَرَادَ رَبُّكَ" پس ارادہ کیا تیرے رب نے" میں اشارہ اس قصہ کی طرف موجود ہے اگر
اس لوہے کے ٹکڑے کو اس حالت میں مجال گفتگو ہوتی تو یقیناً وہ سوسو زبان سے اس آگ کے ساتھ اپنی
عینیت اور اتحاد کی آوازیں بلند کرتا اور آسمان تک اس کا غلغلہ ہوتا اور گھڑی بھر از خود رفتہ ہو کر
اور اپنی حقیقت سے غافل ہو کر یہ کلام کرتا کہ "میں آتش سوزاں" کا انگارہ ہوں اور میں وہی ہوں کہ تانبا پیتل
اور لوہاروں اور سناروں بلکہ تمام ارباب صنعت رجن کو آگ سے واسطہ پڑتا ہے) کا کاروبار مجھ سے
ہی متعلق ہے، اسی طرح جب جذب دکشش کی رحمانی امواج اس طالب کے نفس کامل کو احدیت کے سمندروں
کی موجوں کی گہرائیوں میں کھینچتی ہیں تو وہ رمز سربستہ "انا الحق" اور "لیس فی جبتی سوی اللہ" ہوتا ہے
اس لئے کہ کلام ہدایت الیتام میں ہے کہ کنت سمعہ الذی یسمع بی و بصرہ الذی یبصر بہ و
یدہ التی یبطش" (حدیث قدسی) کہ میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی
نگاہ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اسکے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ گرفت کرتا ہے اور اسکے
پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اور ایک روایت یہ بھی ہے اور اس کی زبان بن جاتا ہوں جس
سے وہ بولتا ہے یہ اسی حکایت سے اور یہ بھی اسی کنایہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبان سے
فرمایا کہ سن لیا اللہ تعالیٰ نے جس نے اس کی تعریف کی (اذ قال اللہ علے لسان نبیہ سمع اللہ لمن
حمدہ) اور اسی طرح "فیصلہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبان سے جو چاہتا ہے" (و یقضی اللہ علے
لسان نبیہ ما شاء) یہ مقام بہت باریک ہے اور یہ مسئلہ نہایت نازک ہے تمہیں چاہیئے کہ اس
میں خوب غور کرو تفصیل کا یہ مقام نہیں ہے

ووراء ذالك فلا اقول لانہ   سر لسان النطق عنہ اخرس

یعنی اس کے آگے میں کچھ نہیں کہتا کیونکہ گویائی کی زبان اس راز کے اظہار سے درماندہ اور گنگ ہے خبردار اس معاملے سے متعجب نہ ہونا اور انکار نہ کر بیٹھنا اس لئے کہ جب وادی مقدس کی آگ سے ندائے "انی انا اللہ رب العالمین" بلند ہوسکتی ہے تو اگر نفس کامل جو کہ اشرف الموجودات ہے اور نمونہ حضرت ذات ہے اگر اس سے آواز "انا الحق" بلند ہو تو محل تعجب نہیں اور اس مقام کے لوازمات میں سے خوارق غریبہ کا صدور اور تاثیرات قویہ کا ظہور ہے اور دعوات کا مستجاب ہونا اور دفع بلیات ہے کیونکہ فرمان حق ہے "لئن سألنی لاعطینہ ولئن استعاذنی لاعیذنہ" اگر وہ مجھ سے سوال کریگا تو میں اس کو عطا کروں گا اور اگر وہ مجھ سے پناہ چاہیگا تو اسکو پناہ دونگا۔ اس میں اس معنی کی صراحت ہوئی ہے اور اس کے منجملہ لوازم میں سے یہ بھی ہے کہ اس "صاحب حال" کے دشمن و بدخواہ پر نکبت اور وبال کا ظاہر ہونا ہے، حدیث میں ہے "من عادی لی ولیا فقد آذنتہ بالحرب" جس نے میرے دوست سے دشمنی کی میں نے اس سے اعلان جنگ کر دیا ہے، یہ حدیث اسی مضمون کا فائدہ دیتی ہے۔

تیسرا افادہ

اس کے بعد اگر ایسے شخص پر کوئی اور لطیفہ غیب سے ظاہر ہوا اور نیا جذب پردہ لاریب سے پہنچے تو اس کے ادراک میں عظیم وسعت پیدا ہو جاتی ہے جس کے سبب سے ذات بے چون کے سامنے تمام حقائق کونیہ اور موجودات امکانیہ مضمحل ہو جاتی ہیں (یعنی تمام اشیاء اس کے سامنے مضمحل اور فنا ہو جاتی ہیں حق کے سامنے تمام چیزیں نیست و نابود نظر آنے لگتی ہیں) اور اس طالب کے نفس اور حضرت حق کے درمیان جو نسبت تھی وہی نسبت ان تمام چیزوں میں بھی ظاہر ہوتی ہوئی نظر آتی ہے جو چیزیں منصہ وجود پر جلوہ گر ہیں الغرض کہ بساط وجود پر حضرت حق کی قیومیت کا انبساط اور ان حقائق متکثرہ کا قیام اس ذات واحد و یکتا کے ساتھ اس کی سمجھ میں آجاتا ہے اور قرآن کی آیت "ھو الاول والآخر والظاھر والباطن وھو بکل شئی علیم" کہ وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن ہے اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے اور حدیث "لو ادلیتم بحبل الی الارض السابعۃ السفلی لھبط علی اللہ" کہ اگر تم ایک رسی لٹکا دو سب سے نچلی ساتویں زمین تک تو وہ رسی اللہ تک ہی پہنچیگی" کے ساتھ دم مارنے لگتا ہے سبحان اللہ کیا تاثیر ہے حب عشقی کی اور کیا جذب ہے تجلی علمی کا کہ جس کے سبب سے یہ مشت خاک مقام پاک مقدس

میں کس قدر چالاک ہو جاتا ہے اور یہ حقیر مشت خاک مجلس "قرب رب الارباب" میں کیا عظمت اور کیا عمدہ جائے نشست اور مقام خوبی پالیتا ہے ؎

جسم خاک از عشق بر افلاک شد
کوہ در رقص آمد و چالاک شد
عشق جان طور آمد عاشقا !
طور مست و خر موسیٰ صاعقا

یعنی خاکی جسم عشق کی بدولت آسمان پر پہنچ گیا اور پہاڑ رقص میں آیا اور چالاک ہوشیار ہو گیا
اے عاشق عشق "طور" کی جان ہے !
طور مست ہے اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر گئے ہیں

اور اس مقام کے لوازم میں سے ہے کہ طالب عارف اس مقام پر وحدت وجود کے ساتھ دم مارتا ہے اور معارف الٰہیہ کے ساتھ لب کشائی کرتا ہے ؎

آنچہ نے می گوید اندر زیر و بم
فاش گر گویم جہاں برہم زنم

جو کچھ بانسری زیر (باریک آواز) اور بم (بلند آواز) میں کہتی ہے اگر میں اسکو ظاہر اور کھلا کہوں تو عالم تباہ اور درہم برہم ہو جائے یعنی لوگ اسکو برداشت نہ کر سکیں اور وہ راز وحدۃ الوجود ہے

؎ جملہ معشوق است و عاشق پردۂ !
زندہ معشوق است و عاشق مردۂ !
(صراط مستقیم فارسی طبع مجتبائی ص ۱۲، ۱۳)

یعنی ماسوا اللہ کا وجود کالعدم ہے اور موجود حقیقی صرف وہی محبوب اعظم ہے اور جملہ معشوق است یعنی "ہمہ اوست" اور عاشق یعنی کل ممکنات موجود ظاہری جو حجاب پردہ اور ساتر ہے موجود حقیقی کے لئے حقیقت میں وجود صرف واجب کا ہے ممکن کا وجود اس کے مقابلہ میں ناقص ضعیف کالعدم ہے وجود کہلانے کے لائق ہی نہیں

کل شئ ھالک الا وجھہ ؟

"مقصود ہمیں ست کہ وہم دوئی برخیزد و تو نمانی او ماند و بس، ہمہ انبیاء و اولیاء بریں اتفاق کردہ اند، در کتب الٰہیہ و حدیث و کلمات اولیاء دلائل ایں بسیار ست، و عظمائے ہر فرقہ بوحدت قائل اند، ہمہ بیک زبان بریں رفتہ اند کہ غیر حق وجودے نیست، عالم صورت اوست، و ظہور اوست و بس"۔ (خواجہ خورد فرزند حضرت خواجہ باقی باللہ در رسالہ نور وحدت)

ع

کل ما فی الکون وہم او خیال

او عکوس فی المرایا او ظلال

لے الا کل شیء ما خلا اللہ باطل

احقر عبد الحمید سواتی خادم مدرسہ نصرۃ العلوم

نزد گھنٹہ گھر۔ شہر گوجرانوالہ (مغربی پاکستان)

۱۶۔ ذی الحجہ ۱۳۸۶ھ

فیوضاتِ حسینی (طبع دوم)

المعروف بہ

تحفۂ ابراہیمیہ

تالیف

رئیس المفسرین، عمدۃ المحدثین، سند الفقہاء، الصوفی الصافی،
قامع البدعۃ، قاطع الشرک، حضرت مولانا حسین علیؒ الحنفی،
النقشبندی المجددی۔ ساکن واں بھچراں ضلع میانوالی

ترجمہ و مقدمہ

از احقر عبد الحمید سواتی خادم مدرسہ نصرت العلوم

ناشر

ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرت العلوم۔ گوجرانوالہ۔ (مغربی پاکستان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین ، وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

اما بعد ــــــ مے گوید (حضرت امام المتقین ، سید العارفین ، رئیس المفسرین ، عمدۃ المحدثین حجۃ اللہ علی الارض ، ماحی الشرک قامع البدعۃ ، غوث زمانہ قطب دوران ، مجدد وقت ، حاجی الحرمین الشریفین ، صوفی الصافی ، مولانا) حسین علی بن محمد بن عبداللہ رحمہ اللہ ایں فوائد است کہ ارادہ کردہ ام کہ بنویسم ، برائے فائدہ نفس خویش ، و دیگر احبہ ، و نام او تحفہ ابراہیمیہ نہادم ، ان شاء اللہ حق تعالیٰ با تمام خواہد رسانید و موجب نفع خواہد شد ان شاء ربی عز وجل ۔

فضیلت ذکر :

قال اللہ تعالیٰ فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ (سورۃ البقرہ)

ازیں آیت معلوم شد کہ عدم ذکر کفران است ۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (سورۃ الانفال) ذکر موجب تثبت است ۔

ستائش اور جملہ تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا مربی ہے ۔ اور رحمت کاملہ اسکی مخلوقات میں سے سب سے بہتر ہستی پر ہو جن کا اسم گرامی اور نام نامی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے ۔ اور آپکی اہل اور تمام صحابہ پر حمد وصلوٰۃ کے بعد کہتا ہے (یعنی پرہیزگاروں کے پیشوا ، عارفوں کے سردار ، رئیس المفسرین ، عمدۃ المحدثین ، حجۃ اللہ علی الارض شرک کو مٹانے والے ، بدعت کا قلع قمع کرنیوالے ، زمانہ کے غوث اپنے وقت کے قطب و مجدد ، الحاج ، صوفی الصافی ، مولانا) حسین علی بن محمد بن عبداللہ ۔ یہ چند فوائد ہیں جن کے لکھنے کا میں نے ارادہ کیا ہے تاکہ ان کا فائدہ اپنے نفس کے لئے ہو ، اور دوسرے احباب بھی اس سے مستفید و متمتع ہوں ۔ اور اس کا نام "تحفہ ابراہیمیہ" رکھا ہے ۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکو پایۂ تکمیل کو پہنچا دیگا ۔ اور یہ باعث نفع ہوگا ، اگر میرے پروردگار نے چاہا ۔

ذکر کی فضیلت ــــــ اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ میں فرمایا ہے "تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا اور میرا شکریہ ادا کرو اور ناشکر گزاری مت کرو" ۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ ذکر نہ کرنا یہ کفران نعمت ہے ۔ اسی طرح سورۂ انفال کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "اے ایمان والو جب تمہاری ٹکر ہو کسی (کافر اور مخالف) گروہ سے تو تم ثابت قدم رہو ۔ اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ" ۔ (اس سے معلوم ہوا) کہ ذکر باعث استحکام و پختگی ہے ۔

لہ قوسین کی عبارت ناشر طبع اول مولوی ابوالبرکات غلام نبی صاحب کی ہے جو حضرت مولانا کے مرید اور شاگرد ہیں ۔ ۱۲ سواتی

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ۔
اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ (سورۃ آل عمران) ذکر موجب فہم آیات
است۔ و در سورۃ نساء۔ فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذْکُرُوا اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِکُمْ (الآیۃ)
فی سورۃ رعد اَلَا بِذِکْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ فی سورۃ المائدہ۔ وَیَصُدَّکُمْ عَنْ
ذِکْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوۃِ (الآیۃ) فی سورۃ الکہف۔ وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ (الآیۃ) فی
سورۃ طٰہٰ۔ اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْکَ بِاٰیٰتِیْ وَلَا تَنِیَا فِیْ ذِکْرِیْ (الآیۃ) فی سورۃ الحج وَ
مَسَاجِدُ یُذْکَرُ فِیْهَا اسْمُ اللّٰهِ کَثِیْرًا۔ فی سورۃ النور رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ
ذِکْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ (الآیۃ) فی سورۃ الشعراء۔ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَکَرُوا اللّٰهَ کَثِیْرًا (الآیۃ) فی سورۃ العنکبوت۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ
وَالْمُنْکَرِ۔ وَلَذِکْرُ اللّٰهِ اَکْبَرُ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ۔ فی سورۃ الاحزاب۔ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ
رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُو اللّٰهَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰهَ کَثِیْرًا۔

سورۂ آل عمران میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات و دن کے مختلف ہونے میں
(اللہ تعالیٰ کی قدرت کی) نشانیاں ہیں عقل مندوں کے لئے، وہ جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں کھڑے، بیٹھے، اور کروٹوں کے بل"
اس سے معلوم ہوا کہ ذکر فہم آیات کا سبب ہے۔ اور سورۂ نساء میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "جب تم نماز پوری کر لو تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو
کھڑے بیٹھے اور کروٹوں کے بل"۔ اور سورۂ رعد میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "سنو اللہ تعالیٰ کی یاد سے ہی دل مطمئن ہوتے ہیں" اور
سورۂ مائدہ میں فرماتے ہیں "اور شیطان تم کو روکتا ہے اللہ کے ذکر سے اور نماز سے"۔ اور سورۂ کہف میں یوں ارشاد ہوتا
ہے "اور جب تم بھول جاؤ تو اپنے رب کو یاد کرو"۔ اور سورۂ طٰہٰ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ جاؤ تم
اور تمہارے بھائی (حضرت ہارون علیہ السلام) دونوں میری آیات لیکر اور دیکھنا میرے ذکر میں سستی نہ کرنا"۔ اور سورۂ حج میں اللہ تعالیٰ
نے فرمایا ہے کہ "مسجدیں جن میں اللہ کا نام کثرت سے یاد کیا جاتا ہے"۔ اور سورۂ نور میں (صحابۂ کرام کی مدح کرتے ہوئے) فرمایا کہ ایسے
مرد ہیں کہ ان کو سوداگری یعنی خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز قائم کرنے سے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں بناتی"۔ سورۂ شعراء
میں فرمایا کہ "مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے کام کئے اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کیا (ان میں عام شعراء کی برائیاں نہیں پیدا ہو سکتیں)
سورۂ عنکبوت میں ہے "بیشک نماز بے حیائی اور برائی سے منع کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر تو بہت بڑا ہے، اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو
اسے جانتا ہے۔ سورۂ احزاب میں "بیشک تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی میں اچھا نمونہ ہے، اس شخص کے لئے جو ۲

---

۲ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور قیامت کے دن سے اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے۔

وفیہا " وَالذّٰکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذّٰکِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰہُ لَہُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا " وفیہا یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا وَّسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا ۔ فی سورۃ الجمعہ " فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ " فی سورۃ المنافقون لَا تُلْہِکُمْ اَمْوَالُکُمْ وَلَا اَوْلَادُکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۔ فی سورۃ المزمل وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا ۔ فی سورۃ الدھر ۔ وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا وَمِنَ الَّیْلِ فَاسْجُدْ لَہٗ وَسَبِّحْہُ لَیْلًا طَوِیْلًا فی سورۃ الفجر ۔ یٰٓاَیَّتُہَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً از آیات مذکورہ فضیلت و امر بیاد کردن نام او تعالیٰ ثابت شد ۔

طریق ذکر :

و در حٰمٓ مومن است " فَادْعُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ " ہم دریں سورت و

اسی طرح سورۂ احزاب میں ہے اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والے مرد اور عورتیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مغفرت اور اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے"۔ اور اسی سورۂ احزاب میں مذکور ہے اے ایمان والو کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اور صبح اور پچھلے پہر اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرو۔ اور سورۂ جمعہ میں ہے جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کا فضل رزق حلال تلاش کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ سورۂ منافقون میں ہے اے ایمان والو تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تمہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ بنا دیں اور جو ایسا کریگا (مال و اولاد کی فکر میں لگ کر اللہ کے ذکر سے غافل ہوگا) تو یاد رکھو یہی لوگ خسارے اور گھاٹے میں پڑنے والے ہیں۔ اور سورۂ مزمل میں ہے اور یاد کر اپنے رب کا نام پاک اور بالکل اسی کی طرف یکسو ہو جا اور سورۂ دہر میں ہے اور یاد کر اپنے رب کا اسم پاک صبح اور شام اور رات کی گھڑیوں میں اس کے سامنے سجدہ کر اور رات کے ایک طویل عرصہ میں اس کی تسبیح بیان کر۔ سورۂ فجر میں ہے اے اطمینان والے نفس لوٹ جا اپنے رب کی طرف خوش خوش اور خوش کئے گئے۔ ان آیات مذکورہ سے ذکر کی فضیلت اور اللہ تعالیٰ کے اسم پاک کو یاد کرنے کا حکم ثابت ہوا۔

ذکر کا طریقہ ——— سورۂ حٰمٓ مومن میں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ پکارو اللہ تعالیٰ کو خالص اس کی اطاعت کرتے ہوئے۔ نیز اسی سورت میں ہے۔

و فیہا " وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ، اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا " و فیہا
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۔ فی سورۃ الجمعہ ، فَاِذَا
قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ
تُفْلِحُوْنَ " فی سورۃ المنافقون لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَّفْعَلْ
ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۔ فی سورۃ المزمل وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۔ فی
سورۃ الدہر ۔ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا
فی سورۃ الفجر ۔ يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً از آیاتِ مذکورہ
فضیلتِ و امر بیاد کردن نام او تعالیٰ ثابت شد ۔

طریق ذکر :

و در حٰمٓ مومن است " فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ " ہم دریں سورت و

اسی طرح سورۂ احزاب میں ہے اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والے مرد اور عورتیں، اللہ تعالیٰ نے
ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے"۔ اور اسی سورۂ احزاب میں مذکور ہے اے ایمان والو کثرت سے اللہ تعالیٰ
کو یاد کرو اور صبح اور پچھلے پہر اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرو۔ اور سورۂ جمعہ میں ہے جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو زمین
میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کا فضل رزق حلال تلاش کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ
سورۂ منافقون میں ہے اے ایمان والو تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تمہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ بنا دیں
اور جو ایسا کریگا (مال و اولاد کی فکر میں لگ کر اللہ کے ذکر سے غافل ہوگا) تو یاد رکھو یہی لوگ خسارے اور گھاٹے میں
میں پڑنے والے ہیں۔ اور سورۂ مزمل میں ہے اور یاد کر اپنے رب کا نام پاک اور بالکل اسی کی طرف یکسو ہو جا اور
سورۂ دہر میں ہے اور یاد کر اپنے رب کا اسم پاک صبح اور شام اور رات کی گھڑیوں میں اس کے سامنے سجدہ کر اور رات
کے ایک طویل عرصہ میں اس کی تسبیح بیان کر۔ سورۂ فجر میں ہے اے اطمینان والے نفس لوٹ جا، اپنے رب کی طرف
خوش خوش اور خوش کئے گئے۔ ان آیات مذکورہ سے ذکر کی فضیلت اور اللہ تعالیٰ کے اسم پاک کو یاد کرنے کا
حکم ثابت ہوا۔

ذکر کا طریقہ ——— سورۂ حٰمٓ مومن میں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ پکارو اللہ تعالیٰ کو خالص اس کی
اطاعت کرتے ہوئے۔ نیز اسی سورت میں ہے۔

قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ " و فی بنی اسرائیل قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ الآیۃ
دریں آیات امر بدعاء اللہ تعالیٰ است، اکنوں باید فہمید کہ ذکر نام رب چگونہ کردہ آید و اللہ تعالیٰ را چگونہ خواندہ شود، و کدام چیز اولیٰ است کہ از وتعالیٰ طلب کردہ شود۔

و در "در المعارف"[1] در ملفوظ روز جمعہ تاریخ پانزدہم ربیع الآخر شخصے در حضور خدمت حاضر شد واستدعا تلقین ذکر ساخت۔ حضرت ایشان قبلیٰ روحی فداہ، فرمودند کہ زبان خود بکام چسپان، و لفظ مبارک "اللہ اللہ" و در اسم اوّل ضمہ ہا و در ثانی بسکون ہا۔ بخیال از قلب کہ موضع او زیر پستانِ چپ بفاصلہ دو انگشت است بگو، بریں طور کہ گویا لفظ مبارک اللہ در دل مے آید، و بعد از گفتن لفظ مبارک اللہ بست و سہ مرتبہ بخواں۔ کہ خداوندا مقصود من توئی و رضاء تو محبتِ خود دہ، و معرفت خود دہ،

، اور فرمایا تمہارے رب نے مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں۔ اور سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا۔ کہو پکار اللہ کو یا پکارو رحمٰن کو۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ کو پکارنے کا حکم ہے۔ اب معلوم کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے نام پاک کا کس طرح ذکر کیا جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کو کس طرح پکارا جائے اور کونسی چیز بہتر اور افضل ہے جو اللہ تعالیٰ سے طلب کی جائے۔

کتاب "در المعارف" پندرہ ربیع الآخر ملفوظ روز جمعہ میں مذکور ہے کہ ایک شخص حضرت پیر و مرشد یعنی حضرت شاہ غلام علیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس نے ذکر کی تلقین چاہی۔ حضرت والا ہمارے دل اور روح ان پر فدا ہوں، نے فرمایا کہ اپنی زبان کو تالو سے چسپاں کر لو۔ اور اللہ اللہ کا مبارک لفظ پورے خیال اور توجہ کے ساتھ دل سے کہو پہلے اسم کی ہا پر ضمہ اور دوسرے اسم کی ہا ساکن ہو۔ اور دل کا مقام بائیں پستان سے دو انگلی کے فاصلہ پر نیچے ہے۔ اور یہ اسی طرح ہونا چاہیئے۔ کہ گویا لفظ مبارک اللہ دل سے آتا ہے۔ اور اس لفظ مبارک کے تئیس ۲۳ مرتبہ پڑھنے کے بعد یوں کہو کہ اے خداوند کریم تو ہی میرا مقصود ہے اور تیری رضا اپنی محبت اور معرفت عطا فرما اور اسی طریقہ پر ہمیشہ ذکر کرتا رہے۔ انتہیٰ

---

[1] در المعارف حضرت شاہ غلام علیؒ کے ملفوظات پر مشتمل ہے جو فارسی زبان میں ہے۔ اور جس کو آپ کے مرید و خلیفہ شاہ رؤف احمد صاحبؒ نے مختلف مجالس میں قلمبند کیا ہے۔ میرے زیر مطالعہ مطبع نادری بریلی کا مطبوعہ نسخہ جو ۱۳۰۴ھ میں طبع ہوا تھا، اور جو ۲۶۴ صفحہ پر پھیلا ہوا ہے رہا ہے، ابھی حال میں ملتان (پاکستان) سے بھی یہ طبع ہو گیا ہے۔ ۱۲ سواتی

پس بدیں نمط، مداومت نمودہ باشی۔" انتہیٰ

وجناب قبلہ شاہ غلام علی قدس سنا اللہ تعالیٰ بسرہ الاقدس، در ایضاح الطریقہ نوشتہ است "نیز از شروط است در ہر دو ذکر یعنی ذکر اسم ذات، و ذکر نفی و اثبات بعد چند بار بزبان دل بکمال خاکساری و نیازمندی مناجات و التجا نمودن کہ خداوندا مقصود من توئی و رضاء تو محبت خود دہ۔" و در رسالہ مولانا یعقوب چرخی مسمیٰ بہ رسالہ انسیہ" ص۲۴ "بامداد و شبانگہ بذکر مشغول بود از جملہ ذاکراں بود، نہ از غافلاں بحکم آیت کریمہ کہ در سورۂ اعراف "وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ" بعضے از مفسران گفتہ اند کہ مراد از غدو و آصال شب و روز است یعنی علی الدوام بذکر خفیہ مشغول باشی۔ بدانکہ در ہیچ آیت و حدیث، و طریق صحیح امر جہر زیادہ است بلکہ امر بذکر خفیہ آمدہ است چنانکہ در آیت دیگر مذکور است

اور حضرت شاہ غلام علیؒ نے اپنی کتاب ایضاح الطریقہ میں لکھا ہے کہ دونوں ذکر یعنی نفی اثبات اور ذکر اسم ذات میں شرط ہے کہ چند بار دل کی زبان سے انتہائی خاکساری اور عجز و نیازمندی سے مناجات کرے اور التجا کرے کہ اے خداوند کریم میرا مقصود تو ہی ہے اور تیری رضا، اپنی محبت عطا فرما۔ حضرت مولانا یعقوب چرخیؒ کے رسالہ انسیہ ص۲۴ میں مذکور ہے کہ جو صبح شام اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہوگا وہ ذاکرین (اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والے لوگوں) کے گروہ میں شمار ہوگا نہ غافلین میں کیونکہ سورۂ اعراف کی اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: یاد کرو اپنے رب کو اپنے جی میں گڑگڑا کر اور عاجزی سے اور بلند آواز سے کم، صبح اور شام اور نہ ہو غافلوں میں سے۔" بعض مفسرین کرام نے لکھا ہے مراد غدو و آصال سے شب و روز ہے۔ یعنی علی الدوام ہمیشہ ذکر خفی میں مشغول رہو۔ اس بات کو جان لو کہ کسی آیت میں اور حدیث میں اور کسی صحیح طریقہ پر ذکر بالجہر کا حکم نہیں آیا۔ بلکہ خفیہ (پوشیدہ طور پر) ذکر کا حکم آیا ہے۔ جب کہ دوسری آیت میں مذکور ہے ـــــ

؎ شریعت کا عام قانون اور ضابطہ یہی ہے کہ ذکر خفی ہی کیا جائے۔ البتہ بعض مقامات پر ذکر بالجہر کا ثبوت ہے مثلاً اذان، اقامت، ایام تشریق کی تسبیحات اور ایام حج کا تلبیہ، یا غزوات کے موقعہ پر تکبیر بلند کرنا وغیرہ۔ عام حالات میں ذکر خفی ہی اصل اور دستور ہے۔ ایک تو اس میں ریاء سے بچ سکو گے۔ اور دوسرے لوگوں کے لئے تشویش کا باعث بھی نہ ہوگا۔ مشائخ کرام نے بعض حالات میں ذکر بالجہر کی تلقین کی ہے جبکہ وساوس اور خطرات سے چھٹکارا نہ ہوتا ہو۔ طرداً للشیطان یا قلب کے جمود کو توڑنے کے لئے اور جسم میں اثر اور حرارت پیدا کرنے کے لئے ذکر بالجہر کی تلقین کرتے ہیں۔ یہ سب علاج کے درجہ میں ہے ضابطہ نہیں۔ فافہم ۱۲ سواتی

قال اللہ تعالیٰ "اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً (اعراف) یعنی بخوانید پروردگار را بتضرع و آہستہ" اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ۔" انتہیٰ

گویدحسین علیؓ بدال اے برادر کہ ضمۂ اللہ برائے منادیٰ بودن است و حرفِ ندا محذوف است و سکون اللہ بسببِ وقف است پس لازم است کہ ہر وقت ذاکر اللہ را بدل ندا کند و بخواند بہ عاجزی و طلب کند محبت او تعالیٰ را۔ و در حدیث شریف است "اللھم انی اسئلك حبك وحب من يحبك وحب عمل يقربني الی حبك ، اجعل حبك احب الی من نفسی واھلی ومن الماءِ البارد" ایں حدیث در مشکوٰۃ شریف است۔ قال اللہ تعالیٰ وَ ادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ (سورۂ اعراف) ازیں آیت فہمیدہ شد کہ خاص حق تعالیٰ را بخوانند برائے دفع خوف، و حصول طمع۔ قال اللہ تعالیٰ۔ يَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا الآیہ۔ ازیں فہمیدہ شد کہ تمام پیغمبران برائے حصول مرغوب و دفع خوف حق تعالیٰ را مے خواندند، وقال اللہ تعالیٰ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "پکارو اپنے رب کو گڑ گڑا کر اور چپکے اور آہستہ۔ بیشک وہ تعدی (زیادتی) کرنیوالوں کو پسند نہیں فرماتا"

حسین علی کہتا ہے جان لو اے برادر کہ (پہلے) اللہ کا ضمہ منادیٰ کی وجہ سے ہے۔ اور حرفِ ندا محذوف ہے اور (دوسرے) اللہ کا سکون وقف کی وجہ سے ہے پس ضروری ہے کہ ہر وقت ذاکر اللہ تعالیٰ کو دل سے ندا کرے اور عاجزی سے پکارے، اور اللہ تعالیٰ کی محبت کو طلب کرے۔ مشکوٰۃ کی اس حدیث شریف میں ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ "اے اللہ میں تجھ سے تیری محبت طلب کرتا ہوں اور اس کی محبت جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور ایسے عمل کی محبت طلب کرتا ہوں جو تیری محبت کے قریب کر دے۔ اے اللہ اپنی محبت کو میرے نزدیک میرے نفس، میرے اہل اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب، پسندیدہ بنا دے"۔ سورۂ اعراف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "اور پکارو اس (اللہ تعالیٰ) کو اس سے ڈرتے ہوئے اور اس سے امید کرتے ہوئے۔ بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مہربانی قریب ہے اعلیٰ درجہ کی نیکی کرنے والوں کے۔" اس آیت سے ثابت معلوم ہوئی کہ خاص اللہ تعالیٰ کو ہی پکاریں دفع خوف کے لئے اور حصول طمع کے لئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہماری نعمتوں میں رغبت کرتے اور ہمارے عذاب سے ڈرتے ہوئے ہمیں پکارتے تھے اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ تمام انبیاء و رسل علیہم السلام مرغوب چیز کے حصول کے لئے۔ اور خوف کے دفع کرنے کے لئے صرف اللہ تعالیٰ کو ہی پکارتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وہ ہمارے سامنے ہی عاجزی کرنے والے ہیں۔

ازیں فهمیده شد که خاص پیش حق تعالیٰ خشوع مے کردند و نزدیک بندہ معنی وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ الخ ایں است، چنانچہ مردمان بوقت حاجات در دل، و زبان، دیگراں را یاد میکنند و از انہا حاجات مے طلبند، اے مخاطب اینچناں مکن بلکہ خاص حق تعالیٰ را یاد کن برائے طلب حاجت در دل و زبان، و مشو از کافراں، قال اللہ تعالیٰ ۔ وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۔ (سورہ اعراف) و معنی قولہ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ الخ ایں است، خاص خدا تعالیٰ را بخوانید بتضرع و خفیہ، نہ مثل آنکہ دیگراں را بوقت حاجت بتضرع و خفیہ مے خوانند، اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ حق تعالیٰ کفار را دوست نمی دارد، قال اللہ تعالیٰ وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ۔ الآیۃ۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام خاص اللہ تعالیٰ کے سامنے ہی عاجزی اور خشوع کرتے تھے اور بندہ کے نزدیک معنیٰ (واذکر ربك فی نفسك) اس آیت کا یہ ہے کہ جس طرح لوگ اپنی حاجتوں کے وقت دل و زبان سے دوسروں کو یاد کرتے ہیں۔ اور ان سے حاجات طلب کرتے ہیں اے مخاطب تم اس طرح نہ کرو، بلکہ صرف خاص اللہ تعالیٰ کو ہی یاد کرو اپنی حاجات طلب کرنے کے لئے دل و زبان سے۔ اور نہ ہو کفر کرنے والوں سے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا (سورۂ اعراف میں) "اور بے شک ہم نے پیدا کیا ہے جہنم کے لئے بہت سے جنوں اور انسانوں کو، ان کے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں۔ اور ان کی آنکھیں ہیں لیکن ان سے وہ دیکھتے نہیں، ان کے کان ہیں، لیکن ان سے سنتے نہیں یہی لوگ جانوروں کی طرح ہیں، بلکہ ان سے بھی زیادہ گئے گزرے ہیں۔ یہی لوگ غافل ہیں"۔

اور ادعو ربکم الخ کا معنیٰ یہ ہے کہ خاص خدائے تعالیٰ کو عاجزی سے اور پوشیدہ طور پر پکارو، نہ اُن لوگوں کی طرح جو دوسروں کو حاجت کے وقت عاجزی سے اور پوشیدہ طور پر پکارتے ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ کفار کو دوست نہیں رکھتا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بیشک بہت سے لوگ اپنی خواہشات کے ساتھ دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں علم کے بغیر بیشک تیرا پروردگار خوب جانتا ہے زیادتی کرنے والوں کو۔

دیگر ــــــ بداں اے برادر طریقہ ذکر یک این است کہ در دل اللہ اللہ بگوید، و بعد چند بار بگوید بدل بہ نہایت تضرع کہ خداوندا محبت خود عطا فرما۔

دو دیگر طریقہ نفی اثبات است حضرات نقشبندیہ سابقین اولاً نفی اثبات مے کردند بعد کمال تاثر اللہ اللہ مے کردند، چنانچہ در رسالہ قدسیہ در ص۱۹ از کلام شاہ نقشبند قدس سرہٗ ہویدا است۔ عبارتہ ہذا ''و چوں بحقیقت فنا برسد ایں جا بود کہ باطن او از نفی بایستد۔ و خواجہ ما قدس سرہٗ در بیان ایں معنی بسیار فرمودند کہ حقیقۃ الذکر الخروج عن میدان الغفلۃ الی فضاء المشاہدۃ، و مشاہدہ در تجلی ذات بود، و مکاشفہ در تجلی صفات[۵]''۔ انتہی

ذکر بطریق نفی و اثبات ــــــ بداں اے برادر در نقشبندیہ سابقین ذکر نفی و اثبات بود اولاً بعدہٗ اسم ذات، و طریق نفی اثبات اول نفس خود را زیر ناف بند و بستر زبان بکام چسپاند و بزبان خیال کلمہ لا را تا بدماغ کشد و لفظ الٰہ را بشانہ راست فرود آرد و لفظ الا اللہ را بہ دل ضرب کند

جان لو اے برادر کہ طریقہ ذکر ایک تو یہ ہے کہ دل میں (ذاکر) اللہ اللہ کہے، اور چند بار اس طرح کہنے کے بعد دل میں نہایت ہی عجز و انکساری سے کہے کہ اے خداوند کریم اپنی محبت عطا فرما۔

اور دوسرا طریقہ ذکر کا نفی اثبات ہے۔ پہلے نقشبندی حضرات، اولاً نفی اثبات کرتے تھے اور پوری طرح اثر ہو جانے کے بعد اللہ اللہ کرتے تھے۔ جیسا کہ رسالہ قدسیہ ص۱۹ میں حضرت خواجہ نقشبندؒ کے کلام سے ظاہر ہے۔ ان کی عبارت یہ ہے اور جب (ذاکر و سالک) فنا کی حقیقت تک پہنچتا ہے تو اس مقام میں اس کا باطن نفی سے رک جاتا ہے اور ہمارے خواجہؒ اس مطلب کے بارہ میں بہت دفعہ فرماتے تھے۔ کہ ذکر کی حقیقت یہ ہے کہ غفلت کے میدان سے نکل کر مشاہدہ کی فضا میں پہنچ جائے۔ اور مشاہدہ تجلی ذات میں ہوتا ہے اور مکاشفہ تجلی صفات[۵] میں''۔

ذکر نفی و اثبات کے طریقہ پر ــــــ اے برادر جان لو کہ پہلے نقشبندی حضرات میں سب سے پہلے ذکر نفی و اثبات کے طریق پر ہوتا تھا اس کے بعد ذکر اسم ذات، اور طریقہ نفی و اثبات کا یہ ہے کہ پہلے اپنی سانس کو ناف کے نیچے بند کرلے۔ پھر زبان کو تالو سے چسپاں کر دے۔ اور خیال کی زبان سے کلمہ لا کو دماغ تک کھینچے، والٰہ کے لفظ کو نیچے اتارے اور الا اللہ کے لفظ کی ضرب دل پر لگائے۔

[۵] علم سلوک و تصوف میں تجلیات کی بحث بہت ہی دقیق اور پیچیدہ ہے، ہر آدمی اس کی حقیقت کو نہیں جان سکتا، اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہو تو ان اونچی باتوں سے انسان مستفید ہو سکتا ہے۔ تجلیاتِ ذاتی تو سب سے بلند مقام لوگوں کو ہی نصیب ہو سکتی ہیں۔ تجلیات ذاتی صفاتی۔ افعالی کی بحث دیکھنی ہو تو حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی کتاب عبقات کی طرف رجوع کریں۔ ۱۲ سواتی

بوجہے کہ اثر ذکر بہ لطائف خمسہ رسد۔ و لفظ محمد رسول اللہ در وقت نفس گذاشتن بخیال بگوید شرط است لحاظ معنی کہ ہیچ نیست مقصود بجز ذات پاک، و نیز از شرط است در وقت نفی، نفی ہستی خود و در اثبات، اثبات ذات حضرت حق سبحانہ ملحوظ داشتن، و نیز از شرط است در ہر دو ذکر بعد چند بار بزبان دل بکمال خاکساری و نیازمندی مناجات التجا نمودن کہ خداوندا مقصود من توئی محبت خود دہ، و نیز شرط است توجہ بقلب، این توجہ را وقوف قلبی[1] گویند انتہی عبارۃ ایضاح الطریقہ باختصار یسیر

فضیلت لا الٰہ الا اللہ

بداں اے برادر فضائل لا الٰہ الا اللہ در کتب بسیار طوالت کردہ اند و افضل الذکر فرمودہ اند و در حقیقت کلمہ لا الٰہ الا اللہ دعا ہم ہست چنانچہ در حصن حصین حدیث آوردہ "دعائی و دعاء الانبیاء قبلی لا الٰہ الا اللہ" الخ۔ و معنی لا الٰہ الا اللہ این است خالق بجز او نیست متصرف بجز او نیست، لائق عبادت بجز او نیست، لائق خواندن بجز او نیست "الدعاء ہو العبادۃ۔ الدعاء مخ العبادۃ"

اس طرح کہ ذکر کا اثر لطائف خمسہ تک پہنچے۔ اور سانس چھوڑتے وقت لفظ محمد رسول اللہ خیال سے کہئے اور اس ذکر کی شرط یہ ہے کہ معنی کا لحاظ کرے۔ کہ کوئی چیز بجز اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے مقصود نہیں۔ اور نیز یہ بھی شرط ہے کہ نفی کے وقت اپنی ہستی کی نفی کرے اور اثبات کے وقت اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کو ملحوظ رکھے۔ اور نیز یہ بھی شرط ہے کہ ہر دو ذکر میں چند بار دل کی زبان سے انتہائی خاکساری اور نیازمندی سے مناجات التجا کرے۔ کہ اے خداوند کریم میرا مقصود تو ہی ہے اپنی محبت عطا فرما۔ اور نیز یہ بھی شرط ہے کہ دل کی طرف توجہ کرے اسکو وقوف قلبی کہتے ہیں (ایضاح طریقہ کی عبارت قدرے اختصار سے ختم ہوئی)

فضیلت لا الٰہ الا اللہ ——— اے برادر لا الٰہ الا اللہ کے فضائل کتابوں میں بہت طوالت سے بیان کئے گئے ہیں۔ اور اس کو افضل الذکر (تمام اذکار سے افضل ذکر) فرمایا ہے۔ اور درحقیقت یہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ دعا بھی ہے۔ جیسا کہ حصن حصین میں حدیث آتی ہے۔ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "میری دعا اور مجھ سے پہلے انبیاء کی دعا بھی لا الٰہ الا اللہ ہے۔ اور اس کلمہ کا معنی یہ ہے کہ خالق سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں۔ تمام کائنات میں تصرف کرنیوالا اس کے سوائے کوئی نہیں۔ عبادت کے لائق اس کے سوا کوئی نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی تو فرمان ہے کہ "دعا عبادت ہی ہے" اور "دعا عبادت کا مغز ہے"

---

[1] وقوف قلبی یہ ہے۔ کہ نفس کو پاک کرنے میں اور دل کو صاف کرنے اور روح کو جلا دینے میں ہر روز زیادہ سے زیادہ کوشش کرے اور حضرت خواجہ باقی باللہ فرماتے ہیں وقوف قلبی ہو عبارۃ من الیقظۃ و حضور القلب مع جناب الحق سبحانہ و تعالیٰ وجہ لا یکون للقلب شغل بغیر الحق" یعنی دل کی بیداری اور اللہ جل شانہ کے سامنے ایسی حضوری کہ دل کو سوائے حق تعالیٰ کے اور کسی کے ساتھ غرض نہ ہو، رسالہ[2]

---

[2] خواجہ باقی باللہ تذکرہ در انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ از شاہ ولی اللہ ۱۲ سواتی

پس معنی لا الٰہ الا اللہ لائق خواندن در حاجات غائبانہ بجز او نیست و ایں معنی لب ہمہ معانی شد و در سورۃ اخلاص است اللہ الصمد بتعریف خبر برائے حصر، والصمد ما یصمد الیہ ای یقصد الیہ فی الحوائج۔ پس معنی ایں خاص اللہ تعالیٰ لائق است کہ در حاجات باو قصد کردہ شود و او را خواندہ شود غائبانہ در حاجات،

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ" یعنی آں معاملہ باانداد مے کنند کہ بحق تعالیٰ خاص است فافہم۔ پس معنی ایں شد لا الٰہ الا اللہ ہیچ کس لائق قصد در حاجات و لائق خواندن حاجات غائبانہ بجز او تعالیٰ نیست۔ پس چوں ایں ذکر کردہ در دل جا داد پس دعا حب خدا خواست قال تعالیٰ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ" پس مقصود از ذکر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه ہم دعا است۔ و در رسالہ انسیہ مولانا یعقوب چرخیؒ ذکر کردہ در ص۱۶ ایں فقیر را جناب خواجہ نقشبند

پس معنی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کا یہ ہوا کہ حاجات میں غائبانہ پکارنے کے لائق اس کے سوا کوئی نہیں اور یہ معنی تمام معانی کا خلاصہ اور لب لباب ٹھہرا۔ اور سورۃ اخلاص میں اللہ الصمد میں خبر کو معرفہ لایا گیا ہے یہ حصر کے لیے ہے اور صمد اس کو کہتے ہیں جس کا قصد کیا جائے حاجات میں۔ اس کا معنی یہ ہوا کہ خاص اللہ تعالیٰ ہی لائق ہے کہ حاجات میں اس کا قصد کیا جائے۔ اور غائبانہ حاجات میں اسکو ہی پکارا جائے۔

سورۂ بقر کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے سوائے دوسروں کو اللہ تعالیٰ کا ہمسر اور مقابل بناتے ہیں۔ اور ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ سے یعنی ان انداد کے ساتھ وہ معاملہ کرتے ہیں جو صرف حق تعالیٰ کے ساتھ لائق ہے۔ خوب سمجھ لو۔

پس لا الٰہ الا اللہ کا معنی یہ ہوا کہ کوئی اللہ تعالیٰ کے سوا اس قابل نہیں کہ حاجات میں اس کا قصد کیا جائے اور غائبانہ حاجات میں اس کو پکارا جائے۔

جب ذاکر نے یہ ذکر کیا اور اسکو اپنے دل میں جگہ دی تو اب اللہ تعالیٰ سے اس کی محبت طلب کرنا چاہیئے جیسا کہ سورہ قتال میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے " جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ اپنی لغزشوں کے لئے اور مومن مرد اور مومن عورتوں کی خطاء اور گناہوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں پس مقصود لا الٰہ الا اللہ کے ذکر سے بھی دعا ہے اور رسالہ انسیہ ص۱۶ میں مولانا یعقوب چرخیؒ نے بیان کیا ہے اس فقیر کو جناب خواجہ نقشبندؒ

قدس سرہ بوقوف عددی مشغول کردند، وفرمودند کہ اول علم لدنی ایں سبق است، کہ خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ در پیش یکے از کبرای مولانا صدرالدینؒ تفسیرمے خواندہ بایں آیت رسید کہ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً۔ کہ حق تعالٰے بندگان خود را فرمودہ است، اگر ارادت حق سبحانہ تعالے باشد بتو رسد۔ بعدازاں یکے از بندگان خاص خدا تعالٰی بخواجہ عبدالخالق رسید، وایشاں را ایں سبق تلقین کرد، ومشہور است کہ آں بزرگ حضرت خضر علیہ السلام بود زادہ اللہ علماً وحکمۃً ودر ص۲۴ درخفیہ گفتن لا الٰہ الا اللہ ایں دو آیت سنداً آوردہ، درہمیں رسالہ مذکورہ، ودو آیت ایں است۔ اُذْكُرْ رَبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً الخ ودوم آیت اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ۔

نے وقوف عددی میں مشغول کیا۔ اور فرمایا کہ علم لدنی کا پہلا سبق یہی ہے۔ کیونکہ خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ بزرگوں میں سے ایک مولانا صدرالدینؒ کے سامنے تفسیر پڑھتے ہوئے جب اس مقام تک پہنچے کہ پکارو اپنے رب کو عاجزی سے اور پوشیدہ‘‘ تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے یہ فرمایا ہے، اگر اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوا تو تم تک بھی پہنچے گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں میں سے ایک بندہ خواجہ عبدالخالق تک پہنچا اور اس نے انہیں یہی سبق تلقین کیا۔ مشہور یہ ہے کہ وہ بزرگ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

اور ص۲۴ میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا ورد خفیہ طور پر کرنے کے لئے ان دو آیتوں کو سند میں پیش کیا ہے ایک آیت یہ کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ یاد کر اپنے رب کو اپنے جی میں عاجزی اور خوف سے‘‘ اور دوسری آیت جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ پکارو اپنے رب کو عاجزی سے اور چپکے چپکے بے شک وہ اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

لہ اس رسالہ القدسیہ میں ص۱ پر مذکور ہے۔ کہ خواجہؒ خاص طور پر اس سبق کو وقوف عددی فرماتے تھے یعنی پوشیدہ طور پر دل سے لا الٰہ الا اللہ کے ذکر کو مذکورہ بالا طریقہ پر کرنا وقوف عددی ہے۔ اور وقوف عددی کا یہ مفہوم بھی لیا جاتا ہے کہ سالک ذاکر اپنی حالت پر توجہ کرے۔ اگر اس میں ترقی ہوتی ہے۔ تو خداوند کریم کا شکریہ ادا کرے اگر ترقی نہیں ہوئی تو پھر اپنی حالت پر افسوس ندامت کرے۔ اور حضرت خواجہ باقی باللہؒ فرماتے ہیں کہ وقوف عددی، رعایۃ العدد فی الذکر القلبی بجمع الخواطر المتفرقۃ، یعنی قلبی ذکر میں خاص عدد کا خیال رکھنا اور پوری دل جمعی سے ذکر کرنا تاکہ متفرق خطرات آنے نہ پائیں۔ ۱۲ سواتی

بداں اے برادر، شاہ نقشبند قدس سرہ دعا خواست کہ حق تعالیٰ طریقہ عطا فرماید کہ موصل باشد، دعا قبول شد۔ الہام شد تبقدیم جذبہ بر سلوک۔ چوں اسم ذات بجذبہ زیادہ مفید است لہٰذا متاخرین نقشبندیہ تبقدیم اسم ذات ارشاد کردند۔ در کلمات طیبات در مکاتیب قاضی صاحبؒ مد ۱۱ است، حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ از جناب الٰہی طلب کردند کہ راہے عطا فرماکہ اقرب طرق باشد والبتہ موصل باشد و لہٰذا حق تعالیٰ حضرت خواجہؒ را بتقدیم جذب بر سلوک الہام فرمود پس نقشبندیہ جذب را کہ عبارت از برگماشتن پیر ہمت خود را بر ترقی مرید تقدم کردہ اند بر سلوک کہ عبارت است از ریاضات۔

و مجددیہ جذب و سلوک باہم خلط کردہ اند چنانچہ ذکر نفی و اثبات بحبس نفس، و ذکر لسانی و تہلیل در مقام ولایات و تلاوت قرآن شریف و نماز نافلہ در مقام کمالات در حق ایں جماعت سلوک است پس مجددیہ اولاً اسم ذات مے فرمایند بر لطیفہ قلب و دیگر لطائف، و در مواضع آں بسیار اختلاف نوشتہ اند، و حضرات موافق در معارف و ایضاح تشان مے دہند و تحقیق آنہا کہ چہ چیز اند عبارات مختلفہ دارند

اے برادر جان! کہ حضرت خواجہ نقشبندؒ نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ایسا طریقہ عطا فرمائے کہ جو مطلوب تک پہنچانے والا ہو۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں دعا قبول ہوئی اور انہیں الہام ہوا کہ جذبہ کو سلوک پر مقدم کریں۔ چونکہ اسم ذات جذبہ کے ساتھ زیادہ مفید ہے۔ لہٰذا متاخرین نقشبندیہ نے پہلے اسم ذات کے ذکر کی تلقین کی ہے۔ کلمات طیبات میں حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ کے مکاتیب مد ۱۲ میں ہے کہ حضرت خواجہ نقشبندؒ نے اللہ تعالیٰ کی جناب سے ایسی راہ طلب کی جو تمام راہوں سے زیادہ قریب تر ہو اور بالیقین مطلوب تک پہنچانے والی ہو۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی طرف سے خواجہؒ کو الہام ہوا کہ جذب کو سلوک پر مقدم کریں۔ پس نقشبندیہ جذب کو جس کا مطلب یہ ہے کہ پیر و مرشد اپنی ہمت و توجہ کو مرید کی ترقی کے لئے مقدم کرتا ہے۔ سلوک پر جس کا مطلب ریاضت ہے۔ اور مجددی طریقہ والے حضرات نے جذب اور سلوک کو باہم ملا دیا ہے جیسا کہ مقام "ولایات" میں ذکر نفی و اثبات حبس نفس، اور ذکر لسانی اور لا الٰہ الا اللہ کا ورد ہے۔ اور مقام "کمالات" میں تلاوت قرآن پاک، اور نماز نفل، اس جماعت کے حق میں سلوک ہیں۔ پس مجددی طریقہ والے بزرگ اولاً اسم ذات کی تلقین کرتے ہیں۔ لطیفہ قلب، اور دیگر لطائف پر اور ان لطائف کے مواضع اور مقامات میں بہت کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔ اور کچھ حضرات ان لطائف کی نشاندہی در معارف اور ایضاح طریقہ کے بیان کے مطابق کرتے ہیں اور ان لطائف کی تحقیق میں کہ یہ کیا چیزیں ہیں مشائخ کی عبارتیں مختلف ہیں۔

"و در رسالہ قدسیہ در ص۶۰ از شاہ نقشبندؒ مرتبہ سر نزد طائفہ اہل اللہ برتر از مرتبہ روح و قلب است و نزد طائفہ برتر بلند مرتبہ قلب و فروتر از مرتبہ روح است، و بحقیقت سر عین روح و دل است۔ در نہایت مقام۔ و خفی روح است خاص حضرت کہ خاصان حضرت را دہند کہ اَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ تا واسطہ گردد میان عالم صفات خداوندی، و میان سر،

و در اتباہ در مکتوب شیخ عبد الغنی در طریق احسنیہ در ص۵۲ نوشتہ، سر در وسط سینہ در میان دو پستان، و خفی در پیشانی است، و اخفی فوق سر در کام سالک است، حدیث[1] قدسی نقل کردہ ان فی جسد بنی آدم مضغۃ و فی المضغۃ قلب، و فی القلب فواد، و فی الفواد سر، و فی السر خفی و فی الخفی اخفی و فی اخفی انا"۔ و این مختلفہ از اہل اللہ اند۔ آنچہ بہ تجربہ رسیدہ کہ اول ذکر قلب

(رسالہ قدسیہ ص۶۰ میں حضرت خواجہ نقشبندؒ سے نقل کرکے بیان کیا گیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ سر کا مرتبہ اہل اللہ کے ایک گروہ کے نزدیک روح اور قلب کے مرتبہ سے بلند ہے۔ اور ایک گروہ کے نزدیک اس کا مرتبہ قلب سے بلند اور روح سے فروتر ہے اور حقیقت یہ ہے کہ سر کا مقام عین روح اور قلب کا مقام ہے (مختلف حیثیتوں سے ان کے نام جدا جدا ہو جاتے ہیں)

اور خفی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خاص روح ہے۔ جو ان خاصان حضرت خداوندی کو دی جاتی ہے۔ جن کے بارہ میں اللہ کا ارشاد ہے "ان کی تائید کی ہے اس نے اپنی طرف سے ایک خاص روح کے ساتھ" تاکہ یہ واسطہ بن جائے عالم صفات (صفات الٰہی) اور سر کے درمیان۔

اور اتباہ ص۵۲ میں حضرت شیخ عبد الغنیؒ کے مکتوب میں طریقہ احسنیہ کے بیان میں لکھا ہے کہ سر سینہ کے وسط میں دو پستان کے درمیان ہے۔ اور خفی پیشانی میں ہے۔ اور اخفی سر کے اوپر سالک کے تالو میں ہے اور اس بارہ میں حدیث قدسی نقل ہے کہ بے شک انسان کے جسم میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے۔ اور اس لوتھڑے میں قلب ہے اور قلب میں فواد ہے اور فواد میں سر ہے اور سر میں خفی اور خفی میں اخفیٰ اور اخفیٰ میں اَنا ہے"۔ اور یہ سب اختلاف کرنے والے اہل اللہ میں سے ہیں۔ اور جو چیز تجربہ سے ہم تک پہنچی ہے وہ یہ ہے کہ سب سے پہلے بائیں پستان کے نیچے ذکر قلب

---

[1] یہ حدیث نہیں بلکہ بزرگان دین کا مقولہ ہے جس کو انہوں نے اپنے کشف کے مطابق بیان کیا ہے۔ حدیث مرفوع صرف اس قدر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بے شک انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ جب وہ صحیح ہو تو سارا جسم صحیح ہوتا ہے اور جب وہ بگڑا ہوا ہو تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے اور وہ ٹکڑا قلب ہے" جیسا صحاح کی احادیث میں ہے واللہ اعلم ۱۲ اسواتی

زیر پستان چپ حضرت سیدی محمد عثمان رضی اللہ عنہ وجزاہ تعالیٰ عنی احسن الجزاء وافضلہ نشان داوند، بعد چند روز خود بخود در ہمہ لطائف ذکر جاری شد۔

لطائف خمسہ

وجائے آنہا این است، قلب زیر پستان چپ بقدر دو انگشت مائل بہ پہلو، و روح زیر پستان راست بقدر دو انگشت، و سر زیر پستان چپ بقدر سہ انگشت مائل بہ سینہ، و خفی قریب روح مائل بہ سینہ، و قدرے اسفل از و اخفی در میان اینہا قدرے اسفل۔ بالجملہ ہر چہ نام اینہا باشد، و حقیقت اینہا باشد مرا معلوم نیست۔ تجربہ دانستہ ایم کہ اینجا آثار اذکار مے شود، و این امر تجربی است، پیران تجربہ گفتند گفتمت۔

لطیفہ قالبیہ

و در سر ہم ذکر جاری مے شود فرمودہ اند کہ جائے آں نفس است۔ و در تمام بدن ہم ذکر دیدہ ایم۔ این را لطیفہ قالبیہ نامیدہ اند، و این را سلطان الاذکار فرمودہ اند۔ و در نفی اثبات الٰہ را بطرف راست

کہ جس نے نشاندہی کی ہے وہ ہمارے مرشد حضرت خواجہ محمد عثمانؒ ہیں۔ اللہ انکو میری طرف سے بہتر اور افضل بدلہ عطا فرمائے اسکے چند روز بعد خود بخود تمام لطائف میں ذکر جاری ہو گیا۔

لطائف خمسہ

اور ان لطائف کے مقام کی تفصیل یہ ہے قلب کا مقام بائیں پستان کے نیچے بقدر دو انگشت پہلو کی طرف مائل۔ اور روح کا مقام دائیں طرف پستان کے نیچے بقدر دو انگشت۔ اور سر کا مقام بائیں پستان کے نیچے بقدر تین انگشت سینہ کی طرف مائل اور خفی روح کے قریب سینہ کی طرف مائل ہے۔ اور اس خفی سے قدرے نیچے اخفیٰ کا مقام ہے۔ خلاصہ یہ ہے۔ کہ ان لطائف کا جو بھی نام ہو اور ان کی جو بھی حقیقت ہو۔ ہمیں معلوم نہیں۔ تجربہ سے ہم نے اتنا معلوم کیا ہے کہ ان مقامات میں اذکار کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ اور یہ تجربہ سے معلوم ہونے والی بات ہے۔ پیرانِ طریقت نے تجربہ سے یہ کہا ہے جو ہم نے تمہیں بتا دیا۔

لطیفہ قالبیہ

اور سر میں بھی ذکر جاری ہوتا ہے مشائخ نے فرمایا ہے کہ اس کا محل نفس ہے (یعنی نفس ناطقہ) اور تمام بدن میں بھی ہم نے ذکر جاری ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور اس کا نام لطیفہ قالبیہ رکھتے ہیں اور مشائخ اسکو "سلطان الاذکار" بھی کہتے ہیں اور نفی اثبات میں الٰہ کو دائیں طرف

کردن الہامی است و در حدیث ابوداؤد آمدہ کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم در وقت لا الہ الا اللہ اومأ بیدہٗ" و در حدیث بخاری شریف است کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قل اقل خواندہ بہ دستہائے خود دم فرمودند ثم مسح عن بدنہ بیدیہ - اعنی بلفظ عن یعنی اے مسح کردن - گویا اشارہ جاروب کردن از بدن بود و ہم چنیں در حدیث است کہ بار بسم اللہ و ہفت بار اعوذ بعزۃ اللہ و قدرتہٖ من شر ما اجد واحاذر" بدست راست مسح کردن - و ایں جاروب است - پس بریں قیاس لا الٰہ اِلَّا اللہ بطریقِ الہام جاروب کردہ اند و فی الحقیقت ذکر اسم ذات، و نفی و اثبات، دعا است از حق تعالیٰ - یعنی در اسم ذات مے گوید اے اللہ حب خود دہ، و در نفی اثبات میگوید ہیچ کسے نیست لائق خواندن پس ترا مے خوانم، حب دہ - و منتہی مراتب حب است، کہ فوق ترقی ممکن نیست - زیرا کہ بعد او یعنی از حب کہ حقیقت محمدی" است و مخلوق است، و اسم مربی سرور کائنات، درجہ ذات و صفات خارجیہ است، ترقی کردن در وجوب داخل شدن است، و آں

کرنا یہ الہامی امر ہے - اور ابوداؤد کی حدیث میں جو آیا ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لا الٰہ الا اللہ کہتے وقت اپنے ہاتھ مبارک سے اشارہ کیا - اور بخاری کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم، قرآن کی آخری تین سورتیں پڑھ کر اپنے دست مبارک پر دم کرتے تھے اور پھر جسم مبارک پر پھیرتے تھے - گویا اشارہ بدن سے جاروب کرنے کی طرف تھا - (یعنی جھاڑو سے جس طرح کسی چیز کو صاف کر دیا جاتا ہے - اسی طرح گویا جسم کو مختلف قسم کے اثرات و وساوس سے پاک و صاف کرنا ہے) اور اسی طرح حدیث میں وارد ہوا ہے کہ تین بار بسم اللہ اور سات مرتبہ اعوذ بعزۃ اللہ الخ پڑھ کر دایاں ہاتھ پھیرنا اور یہ ہی جاروب ہے - پس اسی پر قیاس کرتے ہوئے مشائخ کرام نے اللہ تعالیٰ سے بذریعہ الہام لا الٰہ الا اللہ کو جاروب قرار دیا ہے -

اور اسم ذات کا ذکر یا نفی اثبات حقیقت میں دعا ہے اللہ تعالیٰ سے - یعنی اسم ذات میں ذاکر کہتا ہے کہ اے اللہ اپنی محبت عطا فرما -

اور نفی اثبات میں کہتا ہے کہ اے اللہ پکارنے کے لائق تیرے سوا کوئی نہیں - لہٰذا میں تجھے ہی پکارتا ہوں اپنی محبت عطا فرما - اور (ذاکر و سالک کی) انتہائی ترقی کا مرتبہ یہی حب ہے - کہ اس کے اوپر ترقی ممکن نہیں - کیونکہ یہ مرتبہ حب جو کہ اصل میں حقیقت محمدی" ہے اور مخلوق ہے اور وہ اسم جو سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے مربی ہے - اس درجہ کے اوپر تو ذات اور صفات خارجیہ کا مرتبہ ہے اور اس میں ترقی کرنے کا معنی یہ ہوگا کہ ممکن ترقی کر کے وجوب کے درجہ میں داخل ہو جائے اور

محال است، وآنکہ مے گویند حقیقت فلاں، ومبدءِ تعین، مراد ازواسم حق جل شانہ میدانند۔ وازیں اسم صفات حق تعالیٰ کہ غیر مخلوق اند مراد نیست۔ ودر کلمات در مکتوب شاہ ولی اللہؒ ۱۱۸۸ نوشتہ "ان الذات المقدسۃ تجلت اولاً علیٰ نفسھا بان علمت بنفسھا وبما ھو مقتضیٰ نفسھا وبکمالھا القائم بھا۔ وامکان تصور مظاھرھا باطوارٍ شتّٰی، وعلمھا ذالک ھو عین الاقتضاء عند التحقیق و لیس المراد بالعلم ارتسام صور الاشیاء فی نفسھا ثم ماکان استعداداً للمظاھر الکلیۃ الفعالۃ الظاھرۃ المقدسۃ یسمی بالاسماء وما کان استعداداً للمظاھر الجزئیۃ المنفعلۃ المنقھرۃ المتلطخۃ یسمی باعیان الممکنات، فحقائق الممکنات علی ھذا الاصطلاح صور معلومۃ عند الحق الاول۔ خلاصہ ایں کہ بکشف گفتہ اند کہ اول مخلوق حقیقت محمدیؐ است وازو آثار بوجود محمد صلی اللہ علیہ وسلم مے آید ونام او حب است نہ معنی مصدری بلکہ منشاء انتزاع ایں معنی، وآں اسماء کہ مبادی تعینات گویند وحقائق آنہا نام اند معانی نیستند کہ محتاج بمحل باشند بلکہ ایں اصول جواہر اند۔ کل ذاک من تحقیق الامام الربانی قدسنا اللہ تعالےٰ بسرہ الاقدس،

محال ہے اور یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ فلاں کی حقیقت، اور مبدءِ تعین یہ ہے۔ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا اسم ہوتا ہے۔ اور اس اسم (حقیقت محمدی اور حب اور اسم مربی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم) سے اللہ تعالیٰ کی وہ صفات مراد نہیں ہوتیں جو مخلوق نہیں۔ اور کلمات طیبات میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کے مکتوب (مدنی) ۱۱۸۸ میں لکھا ہے" بیشک ذات مقدسہ اولاً اپنے نفس پر (یعنی اپنے آپ پر) تجلی افگن ہوئی۔ بایں طور کہ اس ذات مقدسہ نے خود اپنی ذات کا اور جو اس کا مقتضی ہے اور جو اس ذات کا کمال ہے جو اسکے ساتھ قائم ہے اور اسکی مظاہر کے تصورات امکانیہ مختلف المواد میں سب کو جان لیا اور ذات کا ان کو جاننا یہ تحقیق کے وقت عین اقتضاء ذات ہے۔ اور علم سے مراد یہ نہیں کہ اشیاء کی صورتیں اس میں مرتسم ہوں۔ پھر جو استعداد مظاہر کلیہ فعالہ ظاہرہ مقدسہ کی ہے۔ اس کو اسماء سے موسوم کیا جاتا ہے اور جو استعداد ہے مظاہر جزئیہ منفعلہ کی جو مغلوب اور امکانی لوث سے آلودہ ہیں۔ انکو اعیان ممکنات سے موسوم کیا جاتا ہے۔ تو حقائق ممکنات اس اصطلاح کے مطابق صور معلومہ ہونگی۔ حق تعالیٰ (جو اول الاوائل ہے) کے علم کے ساتھ وابستہ ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ مشائخ نے کشف سے یہ معلوم کیا ہے کہ اول مخلوق حقیقت محمدی ہے اور اسکے آثار حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود پر ظاہر ہوتے ہیں اور اس کا نام حب ہے نہ معنی مصدری۔ بلکہ اس کا منشاء انتزاع اسکے علاوہ اور وہ اسماء جنکو مبادی تعینات اور انکے حقائق کہتے ہیں۔ یہ نام ہیں معانی نہیں تاکہ انکو محل کی احتیاج ہو۔ بلکہ یہ اصول جواہر ہیں۔ یہ سب حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کی تحقیقات ہیں۔

وآنچہ فرمودہ اند کہ ایں عمل است بمعنی شئی در درجۂ ثانیہ ثالثہ و آنکہ گفتہ اند دائرہ یعنی در خواب عالم مثال شکل دائرہ نظر مے آید۔ وآنچہ گفتہ اند سیر قدمی و سیر نظری یعنی اگر در خواب سیر قدمی نظر آید آں را سیر قدمی گویند و اگر سیر نظری در خواب نظر آید آں را سیر نظری گویند فاللہ تعالیٰ وراء الوراء پس در اسم ذات و نفی اثبات مقصود دعا است و طلب حب کہ منتہی مدارج است۔

درود شریف

و دعا را درود لازم است حضرت صلی اللہ علیہ وسلم شخصے را فرمودہ بودند عَجِلْتَ اَیُّهَا الْمُصَلِّیْ کہ قبل از درود شریف دعا خواستہ بود پس لازم کہ اول درود بخواند بدل بر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم امر صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا آمدہ است و در آیت است، یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا۔ هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (احزاب) پس در وقت ذکر امیدوار صلوٰۃ و رحمت حق تعالیٰ باشد و طلب کند آں رحمت را برائے سرور کائنات و جمیع پیران کبار، و برائے خود۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ

اور آپنے جو یہ فرمایا ہے۔ کہ یہ عمل ہے تو بمعنی شیئی کے ہے درجہ ثانیہ اور ثالثہ میں اور جو آپنے دائرہ کہا ہے اس سے مراد ہے کہ خواب میں یا عالم مثال میں دائرہ کی شکل میں نظر آتا ہے اور سیر قدمی اور سیر نظری بھی اسی قسم کی اصطلاحات یعنی جیسا کہ عالم مثال یا خواب میں نظر آتا ہے۔ اسی طرح اس کو تعبیر کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے وراء الوراء ہے پس اسم ذات اور نفی اثبات میں مقصود دعا ہے اور حب کی طلب ہے۔ جو سب مدارج میں آخری درجہ ہے

درود شریف

اور دعا کے لئے درود شریف لازم ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا تھا جس نے درود پڑھنے سے قبل ہی دعا مانگ لی تھی۔ آپنے فرمایا کہ تونے جلدی کی ہے اے نماز پڑھنے والے۔ اس لئے لازم ٹھہرا کہ اول دل سے درود شریف سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھے۔ کیونکہ آیت میں حکم آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ درود پڑھو پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم پر اور سلام بھیجو" اور سورہ احزاب کی آیت میں یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو اور صبح شام اس کی تسبیح کرو اللہ تعالیٰ ایسا مہربان ہے جو تمہارے اوپر رحمت نازل فرماتا ہے اور اس کے فرشتے بھی تمہارے لئے دعائیں کرتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ تمہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لائے پس ذکر کے وقت (سالک) اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور رحمت کا امیدوار ہوتا ہے اور وہ رحمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے طلب کرتا ہے

اور پھر اپنے تمام پیران کبار اور مشائخ عظام کے لئے اور خود اپنے لئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ رحمتیں نازل فرماتا ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر اور فرشتے بھی

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۔ (احزاب) پس ذکر کند خدا را و دعا طلب کند برائے سرور کائنات و آل او ۔ و کل تقی و نقی فھو آلی ۔ آوردہ صاحب القشیریہ بسندہ و الطبرانی و مولانا روم گفتہ کہ آنہا ہستند بعض در بغداد و بعض در رے یعنی پیران تو پس دعا کند برائے ایشاں اولاً و در آیت است رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ (الآیۃ) (سورۃ الحشر) پس در وقت ذکر طلب رحمت کند برائے تمام سلسلہ خود و منتہی رحمت حب است پس طلب کند آں را برائے ایشاں و برائے نفس و ایں خیال را لازم گیرد و ایں را رابطہ گویند۔

رابطہ

بیانش ایں کہ در ص۴۹ در المعارف است ہر دم و ہر ساعت توجہ پیراں دارند و امیدوار عنایت ایشاں باشند و در ص۵۵ ہمیں کتاب است، فرمودند، دعا کردن و ندا نمودن از غیر حق جل و علا در شریعت ناروا است و در جذب القلوب است کہ حقیقت معنی استمداد دعا ست در جناب باری تعالیٰ بواسطہ آں محبت کہ ایں

نزولِ رحمت کی دعائیں کرتے ہیں۔ پس اے ایمان والو تم بھی اس نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجو۔ پس ذاکر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے کہ "ہر متقی اور پرہیزگار اور معاصی سے پاک صاف لوگ میری آل ہیں"۔ رسالہ قشیریہ کے مصنف حضرت امام عبد الکریم بن ہوازن قشیریؒ نے اپنی سند سے بیان کیا ہے اور اسی طرح طبرانی نے اور مولانا رومؒ نے فرمایا ہے کہ وہ (آل)، بعض تو بغداد میں ہیں اور بعض "رے" میں یعنی تیرے پیر۔ تو پہلے ان کے لئے دعا کرے نیز سورہ حشر کی آیت میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "مومن یوں دعا مانگتے ہیں ہم اے ہمارے پروردگار ہماری خطاؤں کو معاف فرمائیے اور ہمارے ان بھائیوں کی خطاؤں کو جو ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ اس دنیا سے چلے گئے ہیں"۔ پس ذاکر کے لئے ضروری ہے کہ ذکر کے وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت طلب کرے اپنے تمام سلسلے کے بزرگوں کے لئے۔ اور رحمت کا منتہی حب ہے تو اس کی طلب کرے ان بزرگان سلسلہ کے لئے اور خود اپنے نفس کے لئے۔ اور پھر اس خیال کو لازم پکڑے۔ اور اسکو رابطہ کہتے ہیں۔

رابطہ ـــــ اس کا بیان یہ ہے کہ در المعارف کے ص۴۹ میں لکھا ہے کہ سالک ہر دم اور ہر گھڑی توجہ پیران عظام کی طرف رکھے اور ان کی عنایت کا امیدوار رہے۔ نیز اسی کتاب ص۵۵ میں مذکور ہے کہ حضرت پیر و مرشدؒ نے فرمایا۔ دعا کرنا اور پکارنا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو یہ شریعت جائز نہیں ہے۔ اور جذب القلوب میں ہے کہ ریہ جو بزرگان دین کے ملفوظات میں اور کلام میں اکثر) استمداد کا ذکر آتا ہے۔ اسکا حقیقی معنی دعا ہے اللہ تعالیٰ کے دربار میں اس محبت کے واسطہ سے جو اس

بندو راست باآں بندۂ خاص قاری عبد الحلیم ہروی و اما استمداد از دوستان خدا روا ست و در ص۱۴۰ فرمودند کہ بوقت ذکر ہر لطیفہ از لطائف کہ مے کنند ہمول لطیفہ مرشد خود و لطیفہ مرشد مرشد خود تا جناب آنحضرت علیہ التحیات بشکل آئینہ ہا مقابل لطیفہ خود اخذ نماید۔ فرمودند طالب را باید کہ ہر لحظہ ہر لمحہ در خیال وصل مطلوب خود باشد و در حجۃ اللہ البالغہ وذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالتعظیم وطلب الخیر من اللہ تعالیٰ فی حقہ آلۃ صالحۃ للتوجہ الیہ مع سد مدخل التحریف حیث لم یذکرہ الا لطلب الرحمۃ لہ من اللہ تعالیٰ وارواح الکمل اذا فارقت اجسادھا صارت کالموج المکفوف لا یھیجھا ارادۃ متجددۃ وداعیۃ سانحۃ ولکن النفوس التی ھی دونھا تلتصق بھا بالھمۃ فیجلب منھا نوراً وھیئۃ مناسبۃ بالارواح وھی المکنی عنہ بقولہ علیہ السلام ما من احد یسلم علیّ الا رد اللہ علیّ روحی حتی ارد علیہ السلام۔ حجۃ اللہ البالغہ۔ باب الاذکار وما یتعلق بھا۔

دعا کرنیوالے بندہ کو اس (اللہ تعالیٰ کے) خاص بندے کے ساتھ ہے قاری عبد الحلیم ہروی (کا قول) کہ استمداد اللہ تعالیٰ کے دوستوں سے کرنی روا ہے اور اسی کتاب کے ص۱۴۰ میں ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ ہر لطیفہ کے ذکر کے وقت جبکہ لطائف کا ذکر کرتے ہیں تو یہی لطیفہ اپنے مرشد کا اور مرشد کے مرشد کا بھی یہانتک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک اسطرح خیال کرے جیسا کہ گویا اپنے لطیفہ کے سامنے دوسرے آئینے رکھے ہوئے ہیں جن سے اس کا لطیفہ اخذ کرتا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ طالب کو چاہیئے کہ ہر لحظہ اپنے مطلوب کے وصل کے خیال میں رہے اور حجۃ اللہ البالغہ میں شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ التحیات والصلوات کا ذکر تعظیم کے ساتھ کرنا اور آپ کے حق میں اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرنا یہ ایک بہتر آلہ اور ذریعہ ہے اس سائش ذاکر کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف مصروف کرنے کیلئے۔ اور ساتھ ہی تحریف کے داخل ہونے کے راستوں کو مسدود کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ خود جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لئے رحمت کے نزول کی دعا والتجا کی جائے (اسی سے شرک کا راستہ قطعی بند ہو گیا) اور کاملین کی ارواح جب انکے اجسام سے جدا ہوتی ہیں تو ایک ٹھہری اور رکی ہوئی موج کی طرح ہوتی ہیں جنکو ارادہ متجددہ (جیسا کہ انسان کے اندر ہر وقت نیا نیا ارادہ پیدا ہوتا ہے یہ ارادہ قدیم یا ارادہ ازل کے مقابل بولا جاتا ہے جو اللہ تعالےٰ کے لئے ہوتا ہے) اور کسی واقعہ کے ظاہر ہونے کا داعیہ جنبش نہیں دے سکتا لیکن وہ نفوس جو ان سے کم تر درجہ کے ہوتے ہیں۔ تو وہ توجہ اور ہمت سے انکے ساتھ مل جاتے ہیں اور ان سے نور اور وہ ہئیت جو ارواح کے ساتھ مناسبت رکھتی ہے حاصل کرتے ہیں۔ اور اسی کی طرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول مبارک میں کنایہ و اشارہ فرمایا ہے۔ اور جو شخص بھی مجھ پر سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو (عالم استغراق سے جو جناب الٰہی میں ہوتا ہے) واپس لوٹا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ (حجۃ اللہ البالغہ باب الاذکار)

لہ رواہ البیہقی فی الدعوات الکبیر وابو داؤد (مشکوٰۃ ص۸۶ مجتبائی) ومن تنقیح الرواۃ (مجتبائی ص۱۶۹ ربانی حاشیہ ص۲۳۱)

فی الاحیاء عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ لیس یتحسر اھل الجنۃ علی شیئ الا علی ساعۃ مرت بھم لم یذکروا اللہ تعالی سبحانہ فیھا وفی الترمذی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما جلس قوم مجلسا لم یذکروا اللہ فیہ ولم یصلوا علی نبیہ الا کان علیہ ترۃ فان شاء عذبھم وان شاء غفرلھم۔

اے برادر چنانکہ ذکر لائق مداومت است ہم چنیں صلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لائق مداومت است، قال اللہ تعالیٰ۔ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ الآیۃ (توبۃ) فی الخازن ص۲۹ قال عطاء والذین اتبعوھم باحسان ھم الذین یذکرون المھاجرین والانصار یترحمون علیھم ویدعون لھم قال اللہ تعالی يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وقال اللہ تعالی واستغفر لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ۔

اور احیاء العلوم میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اہل جنت کسی چیز پر حسرت و افسوس نہیں کریں گے سوائے اس گھڑی کے جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی یاد کے سوا گزری ہے۔ اور اسی طرح ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھے اور انھوں نے اللہ کا ذکر نہ کیا اور حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ بھیجا تو یہ مجلس ان کے لئے باعث نقصان و حسرت ہو گی اگر اللہ چاہے تو ان کو سزا دے اور چاہے تو معاف کر دے۔

اے برادر جس طرح اللہ تعالیٰ کے ذکر پر مداومت اور ہمیشگی کرنی ضروری ہے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف کی مداومت بھی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ توبہ میں فرمایا ہے کہ پہلے سبقت کرنیوالے مہاجرین اور انصار اور وہ لوگ جنھوں نے انکی پیروی کی نیکی کے ساتھ تفسیر خازن میں ہے کہ حضرت عطاء نے فرمایا کہ یہ احسان کے ساتھ پیروی کرنیوالے لوگ وہ ہیں جو مہاجرین اور انصار کا ذکر کرتے ہیں اور انکے لئے رحمت کی دعا کرتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحشر میں فرمایا ہے اور یہ (بعد میں) آنیوالے کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ایمان کے ساتھ ہم سے پہلے سبقت کر گئے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بخشش طلب کر اپنے لئے اور مومن مردوں اور عورتوں کیلئے (ترجمہ) سورۃ قتال ہے

(صفحہ ۱۲۲ کا بقیہ حاشیہ ۹) ورواہ ایضا احمد فی اسنادہ ابو صخر حمید بن زیاد ۔ واخرجہ مسلم فی صحیحہ ووثقہ ابن علیہ شیئ من حفظہ و ضعفہ یحیی بن معین مرۃ ووثقہ اخری ، وقال النووی فی الاذکار وریاض الصالحین اسنادہ صحیح ۔ وصححہ ایضا ابن قیم ۱۲ ابو الفلاح غلام نبی صاحب ۔ لہ تفسیر مظہری ج ۳ ص ۹ میں ہے کہ طبرانی اور ابو یعلی نے حضرت معاذ سے مرفوعاً اس حدیث کو روایت کیا ہے ۱۲ سواتی

لے بلاہ چنانچہ درود شریف بر سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم لازم کہ ملاصق دعائے تو باشد ہم چنان دعاء در حق پیشوایان خود لازم تر ملاصق دعاء خویش داری، ہر وقتے کہ در حق برادر بظہر الغیب دعا خواہی کرد، قالت الملائکۃ آمین ولک بمثلٍ۔ رواہ ابوداؤد ص۱۵۳ و فی سنن ابی داؤد کیف نصلی علیک قال قولوا اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد الخ ص۹۸ اخرج الطبرانی لما سئل النبی صلے اللہ علیہ وسلم عن الآل قال آل محمد کل نقی وتقی، نقلتہ عن حاشیۃ ابی داؤد ص۹۸، فی کنز العمال قال علیہ الصلوٰۃ والسلام وعلی آلہ، اجعلو فی اول الدعاء وآخر الدعاء ووسط الدعاء وایضاً فیہ حج الفرائض فانہ اعظم اجراً من عشرین غزوۃً وان الصلوٰۃ علیّ تعدل کلہ۔ وایضاً فیہ مَن صلی علیّ مرۃ صلے اللہ وملائکتہ بہا سبعین صلوٰۃً وایضاً فیہ اجعت ان اجعل جمیع صلوٰتی دعائک، قال اذاً یکفیک اللہ ما اہمک من امر دنیاک وآخرتک، لم اذکر حال الاسانید

لے بلاہ جس طرح یہ ضروری اور لازم ہے کہ سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود شریف تمہاری دعا کے ساتھ ملا ہوا ہو اسی طرح ضروری ہے کہ اپنے پیشواؤں کے حق میں دعا بھی تمہاری دعا کے ساتھ ملی ہوئی ہو۔ ابوداؤد شریف میں روایت ہے کہ جس وقت تم اپنے کسی بھائی کے لئے پس پشت دعا کرتے ہو تو فرشتے آمین کہتے ہیں اور کہتے ہیں تجھے بھی اللہ تعالیٰ ایسا ہی عطا فرمائے۔ ابوداؤد شریف میں ہے کہ صحابہ نے عرض کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے کہ حضرت ہم آپ پر کس طرح درود بھیجیں تو حضور نے (درود ابراہیمی جو نماز میں پڑھا جاتا ہے) کے متعلق فرمایا کہو اللھم صل علی محمد الخ طبرانی نے بیان کیا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ حضور آپ کی آل کون ہے تو آپ نے فرمایا ہر پاکیزہ متقی آل محمد ہے۔ اور کنز العمال میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ درود کو دعا کے اول، اور اوسط میں پڑھو۔ اسی طرح کنز العمال میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج فرض ادا کرو کہ یہ بیس غزوات (فی سبیل اللہ جنگوں) سے افضل ہے۔ اور مجھ پر درود پڑھنا ان سب کے برابر ہے۔ اور نیز کنز العمال میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ایک مرتبہ مجھ پر درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اس پر ستر مرتبہ رحمت نازل فرماتے ہیں اور اس کے فرشتے بھی اس کے لئے ستر مرتبہ دعاء رحمت کرتے ہیں۔ بناءً کنز العمال میں ہے کہ کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عرض کیا کہ حضور میں نے ارادہ کیا ہے کہ اپنی سب دعاؤں میں آپ پر درود ہی پڑھتا رہوں۔ حضور نے فرمایا کہ پھر تو اللہ تعالیٰ تیرے تمام مہمات دنیویہ اور اخرویہ کے لئے کفایت کریگا۔ میں نے ان روایات کی سندوں کا حال نہیں ذکر کیا۔

فانها فی فضائل الاعمال، ولها شواهد قریبۃ فی الحصن الحصین من صلے علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم واحدۃ صلے اللہ علیہ وملائکتہ سبعین صلوٰۃ رواہ احمد عن عبد اللہ بن عمرو ایضاً فی الحصن الحصین قال علی رضی اللہ عنہ کل دعاء محجوب حتی تصلی علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ طس لے رواہ الطبرانی فی الاوسط۔ وعن عمر رضی اللہ عنہ ان الدعاء موقوف بین السماء والارض لا یصعد منہ شیئی حتے تصلی علی نبیک۔ وفی الحصن ماجلس قوم مجلساً لم یذکروا اللہ فیہ ولم یصلوا علی نبیہم الا کان علیہم حسرۃ یوم القیامۃ وان دخلوا الجنۃ للثواب حب، ا د ت، س، مس لے رواہ ابن حبان واحمد وابو داؤد والترمذی والنسائی والحاکم کلھم عن ابی ھریرۃ ورواہ احمد عن ابی امامۃ رض بداں اے برادر ومدار کار بر نفی شرک است، فی الخازن ص ۳۶۵ فی تفسیر قولہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ۔ قال ابن عباس یا امیر المؤمنین، رجل

کیونکہ یہ سب فضائل کے باب میں ہیں۔ اور انکے شواہد قریبہ حصن حصین میں موجود ہیں۔ جیسا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پر ستر مرتبہ رحمت نازل فرمائیگا اور اسکے فرشتے بھی اسی قدر دعاء رحمت کریں گے۔ اس روایت کو احمد نے عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کیا ہے۔ اور نیز حصن حصین میں ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا ہر دعا محجوب (رکی ہوئی) ہوتی ہے جب تک کہ تم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر درود نہ پڑھو۔ اس روایت کو طبرانی نے اپنی کتاب معجم اوسط میں نقل کیا ہے۔ اور حضرت عمرؓ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا دعا زمین و آسمان کے درمیان موقوف ہوتی ہے کوئی حصہ بھی اس دعا کا اوپر نہیں چڑھتا جب تک کہ تم حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھو۔ اور حصن حصین میں یہ روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھتے ہیں اور پھر وہ اس مجلس میں نہ تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور نہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے ہیں تو وہ مجلس انکے لئے قیامت والے دن حسرت کا باعث ہوگی۔ اگرچہ وہ لوگ اپنے اعمال و ایمان کے صلے میں جنت میں داخل ہو جائیں۔ اس روایت کو ابن حبان، احمد، ترمذی، ابو داؤد، نسائی اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کیا ہے اور احمد نے حضرت ابو امامہؓ سے۔ اے برادر جان لو کہ تمام معاملہ کا دارومدار شرک کی نفی پر ہے تفسیر خازن ص ۳۶۵ میں اس آیت جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "بیشک اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرتا اس بات کو کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اسکے سوا جس کو چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے" کی تفسیر میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ اے امیر المؤمنین یہ فرمائیں کہ ایک شخص

یعمل من الصالحات لم یدع من الخیر شیئا الا عملہ غیر انہ مشرک قال عمرؓ ھو فی النار الخ
وفی المدارک قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من لقی اللہ تعالیٰ لا یشرک بہ شیئا دخل الجنۃ
ولم تضرہ خطیئتہ، پس اختیار کیا ہے اولیاء کرام نے ذکر لا الہ الا اللہ۔ فی کنز العمال لا الہ الا اللہ
لیس لھا دون اللہ حجاب حتی تصل الی اللہ فاذا وصلت الی اللہ نظر اللہ الیٰ
صاحبھا ولا ینظر الیٰ موحد الا رحمہ وایضاً من قالھا اعتقہ اللہ من النار، وایضاً قل لا
الہ الا اللہ لا یدرکہ ذنب ولا یسبقہ العمل، وایضا تملأ ما بین السماء والارض، وما من
الذکر افضل من لا الہ الا اللہ وایضاً لیس من عبد یقول لا الہ الا اللہ مائۃ مرۃ
الا بعثہ اللہ یوم القیامۃ ووجھہ کالقمر لیلۃ البدر، ولم یرفع لاحد یومئذٍ عمل افضل من
عملہ الا من قال مثل قولہ او زاد وایضاً مفاتیح الجنۃ لا الہ الا اللہ وایضاً مفتاح السموٰت

نیک کام کرتا ہے ایسا کہ کوئی نیکی کا کام نہیں چھوڑتا جس کو وہ کرتا نہ ہو لیکن ہے وہ شخص شرک کرنے والا۔
اسکے بارے میں کیا خیال ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ وہ دوزخ میں جلے گا۔ اور تفسیر مدارک میں یہ روایت
ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالےٰ سے ایسے حال میں ملتا ہے کہ وہ اسکے ساتھ کسی
قسم کا شرک نہیں کرتا تو وہ شخص جنت میں داخل ہوگا اور اسکو گناہ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے" اس لئے اولیاء کرام
نے لا الہ الا اللہ کا ذکر اختیار کیا ہے۔ کنز العمال میں یہ روایت ہے کہ لا الہ الا اللہ ایسا کلمہ ہے
کہ اللہ تعالےٰ کے ورے اسکے لئے کوئی حجاب نہیں۔ یہ سیدھا اللہ تعالےٰ تک پہنچ جاتے تو اللہ تعالےٰ اس
کلمہ کے کہنے والے کی طرف نظر فرماتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ ہر موحد کی طرف نظر رحمت ہی فرماتے ہیں۔ نیز یہ
روایت بھی ہے کہ جس شخص نے یہ کلمہ کہا اللہ تعالےٰ اسکو آتش دوزخ سے آزاد کر دیتا ہے۔ اور یہ روایت
بھی ہے کہ کہو لا الہ الا اللہ تمہیں کوئی گناہ نہیں پاسکیگا۔ اور کوئی عمل اس سے سبقت نہیں کرسکتا اور نیز
یہ روایت بھی ہے کہ یہ کلمہ آسمان اور زمین کی درمیانی فضاء کو بھر دیتا ہے۔ نیز یہ روایت بھی ہے کہ کوئی
ذکر لا الہ الا اللہ سے زیادہ افضل نہیں۔ نیز یہ روایت بھی ہے جو بندہ بھی لا الہ الا اللہ سو مرتبہ پڑھے
گا تو اللہ اسکو قیامت کے دن اس طرح اٹھائیں گے کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا ہوگا۔
اور کسی شخص کا عمل اس سے بہتر نہیں اٹھایا جائیگا، ہاں جو شخص اس طرح پڑھے گا یا اس سے زیادہ (تو اس کا عمل خدا
کے ہاں اس سے بہتر ہوگا) نیز یہ روایت بھی ہے کہ جنت کی چابی لا الہ الا اللہ ہے اور نیز یہ روایت بھی ہے کہ آسمانوں کی چابی

لا الٰہ الا اللہ وایضاً لا الٰہ الا اللہ حصنی، وایضاً افضل العلم لا الٰہ الا اللہ وایضاً اسعد الناس بشفاعتی من قال لا الٰہ الا اللہ۔ انظر فی کنز العمال ھذہ کلہا وایضاً فیہ من قال لا الٰہ الا اللہ ومدھا ھدمت لہ اربعۃ آلاف من الکبائر رواہ ابن النجار عن انس رض وایضاً فیہ لا الٰہ الا اللہ تدفع عن قائلہا تسعۃ وتسعین باباً من البلاء ادناہ الہم رواہ الدیلمی عن ابن عباس رض وایضاً فیہ الذکر الذی لا یسمعہ الحفظۃ یزید علی الذکر الذی یسمعہ الحفظۃ سبعین ضعفاً ہب عن عائشہ رض اذکروا اللہ ذکراً خاملاً قیل وما الذکر الخامل قال الذکر الخفی، ابن المبارک عن ضمرۃ مرسلاً فی الزہد خیر الذکر الخفی حم۔ ہب حب عن سعد رض واللہ اعلم بحال الاسانید،

فضیلت دُعاء

فی الحصن قال صلی اللہ علیہ وسلم الدعاء ھو العبادۃ ایضاً من فتح لہ فی الدعاء منکم فتحت لہ

لا الٰہ الا اللہ ہے۔ اور نیز یہ بھی روایت ہے کہ لا الٰہ الا اللہ میرا قلعہ ہے اور میرے ساتھ مخصوص ہے (یعنی اس میں شرک کی نفی اور توحید خالص کا ذکر ہے) اور نیز یہ روایت بھی ہے کہ افضل علم لا الٰہ الا اللہ ہے اور نیز یہ روایت بھی کہ تمام لوگوں سے زیادہ سعادت مند میری شفاعت کے ساتھ وہ شخص ہے جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا۔ یہ سب روایات کنز العمال میں ہیں، نیز یہ روایت بھی کنز العمال میں ہے کہ جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور اسکو دراز کیا (مد سے پڑھا) تو اسکی چار ہزار گناہ کبیرے منہدم ہونگے اس کو ابن نجار نے حضرت انس رض سے روایت کیا ہے۔ نیز اس میں یہ بھی روایت ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کہنے والے سے یہ ننانوے ۹۹ دروازے بلاؤں کے دور (بند) کرتا ہے۔ جن میں سے ادنٰی دروازہ غم ہے اسکو دیلمی نے ابن عباس رض سے نقل کیا ہے نیز اس میں یہ روایت بھی ہے کہ وہ ذکر جس کو فرشتے نہیں سنتے اس ذکر سے ستر مرتبہ بڑھ جاتا ہے جس کو فرشتے سنتے ہیں (ذکر قلبی وروحی سری وغیرہ) نیز حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ اللہ کا ذکر کرو گمنام عرض کیا گیا کہ گمنام ذکر کونسا ہوتا ہے تو فرمایا کہ پوشیدہ ذکر۔ ابن مبارک نے ضمرہ سے مرسلا روایت کیا ہے کتاب الزہد میں نیز یہ روایت بھی کہ بہتر ذکر پوشیدہ[1] ذکر ہے۔ اس کو امام احمد بیہقی اور ابن حبان نے حضرت سعد رض سے روایت کیا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی ان اسناد کی حقیقت کو بہتر جانتا ہے۔

فضیلت دُعاء ——— حصن حصین میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دعا عبادت ہے نیز یہ بھی ہے کہ جس شخص کو تم میں سے دعا کی توفیق ہو تو اسکے لئے اجابت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

---

[1] اس روایت کو امام احمد ابن حبان اور بیہقی نے روایت کیا ہے جیسا کہ جامع صغیر میں ہے۔ اور اسکی صحت کی طرف اشارہ کیا ہے ۱۲ ستوانی

ابواب الاجابۃ، ایضاً فتحت لہ ابواب الجنۃ۔ ایضاً فتحت لہ ابواب الرحمۃ، ایضاً لیس شیئ اکرم علی اللہ من الدعاء۔ ایضاً من لم یسئل اللہ یغضب علیہ من لم یدع اللہ غضب علیہ ایضاً لن یھلک مع الدعاء احد، ایضاً الدعاء سلاح المؤمن وعماد الدین ونور السماوات والارض پس معنی لا الہ الا اللہ نیست لائق عبادت بجز ذات پاک والدعاء مخ العبادۃ پس معنی ایں شد نیست ہیچ کس کہ قصد کردہ شود برائے طلب حاجت از وے بجز ذات پاک پس لا الہ الا اللہ نفی شرک است ودعا ہم است چنانچہ در حصن حصین است اکثر دعائی ودعاء الانبیاء قبلی لا الہ الا اللہ الخ وفی الحاشیۃ فی الفائق انما سمی التہلیل والتحمید دعاء لانہ بمنزلتہ فی استجلاب منح اللہ تعالیٰ وانعامہ پس لا الہ الا اللہ ذکر است ہم دعا است بعد چند بار صریح دعا ہم بجوید الٰہی محبت خود بدہ۔ ویک ذکر اسم ذات است آں ہم ذکر است ہم دعا است وندا است بعد چند بار صریح دعا

اور ایک روایت میں جنت کے دروازے اور ایک میں رحمت کے دروازے۔ نیز یہ روایت بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے زیادہ کوئی چیز عزیز نہیں نیز یہ بھی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے جو اللہ تعالیٰ کے سامنے دعا نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتے ہیں۔ یہ روایت بھی ہے کہ کوئی شخص دعا کے ساتھ ہلاک نہیں ہوتا۔ اور یہ روایت بھی ہے کہ دعا مومن کا ہتھیار دین کا ستون اور آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ تو لا الہ الا اللہ کا معنی یہ ہوا کہ لائق عبادت کے بجز اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے کوئی نہیں۔ اور دعا عبادات کا مغز ہے۔ تو اب یہ معنی ہوئے کہ کوئی ایسی ہستی نہیں کہ جس کا قصد کیا جائے اس سے حاجتیں طلب کرنے کے لئے بجز اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے پس یہ لا الہ الا اللہ شرک کی نفی بھی ہے اور دعا بھی جیسا کہ حصن حصین میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زیادہ تر میری دعا اور مجھ سے پہلے انبیاء کی دعا بھی لا الہ الا اللہ ہے اور فائق (جو امام زمخشری کی لغت میں ایک کتاب ہے) کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ تہلیل (لا الہ الا اللہ) اور تحمید (الحمد للہ) دعا ہے۔ اس لئے کہ یہ دعا کی طرح ہے اللہ تعالیٰ کے عطایا اور انعامات کو بندہ کی طرف کھینچ کر لاتے ہیں پس لا الہ الا اللہ ذکر بھی ہے اور دعا بھی اور چند مرتبہ اس طرح ذکر کرنے کے بعد یہ کہے کہ اے اللہ مجھے اپنی محبت عطا فرما۔ اور ایک ذکر اسم ذات کا ہے (یعنی اللہ) یہ بھی ذکر اور دعا اور ندا ہے۔ اس میں چند بار ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے محبت کا خواستگار ہو۔

ہم گویدا آلہی محبت خود بدہ ہر لحظہ و ہر لمحہ ایں دعا و انتظار در دل دارد و در حق خویش و تمام اہل سلسلۂ خویش وہمیں ذکر است ودعا است و صلوٰۃ است ہر وقت اینہا را جمع دارد و اصل رابطہ ہمیں درود شریف است و اخذ فیوض کہ حق تعالیٰ اہل سلسلہ را عنایت فرمودہ است احسن طریق اخذ آں ہمیں است و ترحم و دعا کمال درجہ حب کہ منتہی مدارج است؛ وگاہے صراحۃً ہم دعا کند۔ "اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم" وچوں انتظار در درگاہ رب العالمین کرد، آں فیوضات ہم دعا شد ہم صلوٰۃ شد، ہم ذکر شد پس بداں اے برادر یک ذکر اسم ذات است یعنی اللہ اللہ بکند یعنی اے اللہ محبت خود دہ، مراد جمیع اہل سلسلہ، الآخذین فیوض آنہا را پس داخل شد دریں جمیع المؤمنین، دیگر لا الٰہ الا اللہ و آں ہم ذکر است و دعا است و صلوٰۃ است، زیراکہ مقصودش لا ادعو الا اللہ تعالیٰ لیعطینی وجمیع اھل سلسلتی ومتوسلیھم، منتھی الکمال الذی ھو الحب واذا سئلت فاسئل الدرۃ وہمیں انتظار فیض در حق تمام توسل است، و درود است و رابطہ است۔

اور سالک ہر وقت اور ہر گھڑی یہی دعا اور انتظار اپنے دل میں رکھتا ہے اپنے حق میں اور تمام اہل سلسلہ کے حق میں اور یہی ذکر ہے اور دعا اور درود ہے ہر وقت ان کو جمع کرتا ہے۔ اور اصل رابطہ یہی درود شریف ہے اور ان فیوض کے اخذ کرنے کا بہتر طریقہ جو فیوض اللہ تعالیٰ اہل سلسلہ کو عنایت فرماتا ہے یہی ہے۔ اور یہی طریقہ ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت طلب کرنے کا اور کامل درجہ کی طلب کا جو حب ہے اور تمام مدارج سے آخری درجہ ہے۔ اور کبھی ذاکر کو چاہیئے کہ صریح الفاظ کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ سے دعا یوں کرے کہ اے باری تعالیٰ صراطِ مستقیم کی ہدایت نصیب فرما ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا ہے اور جب (سالک) اللہ تعالیٰ کے دربار میں انتظار کرے گا تو وہ فیوضات دعا، درود اور ذکر کی صورت میں ہوں گے پس جان اے برادر کہ ایک تو ذکر ہے اسم ذات کا یعنی سالک اللہ اللہ کا ذکر کرتا ہے۔ اور مطلب اس کا یہ ہے کہ اے اللہ مجھے اور میرے تمام سلسلہ والوں کو اور ان سے فیض حاصل کرنے والوں کو اپنی محبت عطا فرما۔ تو اس میں تمام مؤمنین داخل ہو گئے۔ اور دوسرا ذکر ہے لا الٰہ الا اللہ اور یہ ذکر اور دعا اور درود بھی ہے۔ اس لئے کہ اس کا مقصود یہ ہے۔ کہ میں صرف اللہ ہی کو پکارتا ہوں تاکہ مجھے اور میرے تمام اہل سلسلہ اور ان کے متوسلین کو منتہائے کمال جو حب ہے وہ عطا فرمائے (محاورہ) اور جب تم مانگنے ہو تو پھر موتی اعلیٰ درجہ کی چیز مانگو اور اسی فیض کا انتظار تمام کے حق میں توسل اور درود اور رابطہ ہے۔

تفصیلِ رابطہ

بعض مشائخ یاد کردن شکل فرمودہ اند و ماہیت او ایں است چنانچہ در صحبت احیاء تاثیرات

چنانچہ از حدیث جلیس صالح الخ واضح است و ہم چنیں در دعا در حق ایشاں فوائد غیر متناہی است و ہمچنیں

در لباس ایشاں در حدیث است اشعرنہا ایاہ و ہمچنیں در موئے ایشاں سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم

موئے مبارک سر خود را تقسیم بدست خود کردہ بودند و ہم چنیں آنجائیکہ انہا نماز کردہ بودند نشستہ اند،

حضرت عبداللہ بن عمرؓ جستجوئے آنجا کردند کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم در آنجا نماز ادا کردہ بودند

در سفر راہ مکہ شریف، و ہمچنیں، در ذکر اسماء شریفہ آنہا تاثیر است زیراکہ بمحبت ذکر حق تعالٰی مے

کنند حق تعالٰی ہم ایشاں را بمحبت و عشق یاد مے کند چنانچہ در حدیث رسالہ قشیریہ است حتی عشقنی

وعشقتہ، حق تعالٰے می گوید۔

رابطہ کا تفصیلی بیان

بعض مشائخ کرام نے اپنے شیخ کی شکل و صورت کے یاد کرنے کا فرمایا ہے۔ اور اس کی ماہیت

یہ ہے کہ جیسا کہ زندوں کی صحبت میں تاثیر ہوتی ہے جس طرح حدیث میں وارد ہوا ہے کہ حضور صلے اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا " اچھے ہم نشین کی مثال کستوری اٹھانے والے کی سی ہے اور برے ہم نشین کی مثال

لوہار کی بھٹی کی سی ہے " اور اسی طرح ان کے حق میں دعا کرنے سے بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں اور اسی طرح

لباس سے بھی فوائد حاصل ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا تہبند

مبارک عطا فرمایا اور عورتوں سے یہ فرمایا کہ اسکو اس کے جسم (یعنی حضرت زینبؓ کے جسم) سے ملا دینا"

اور اسی طرح موئے مبارک کے اندر بھی برکات و فوائد ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ

علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک کے بال خود اپنے دست مبارک سے صحابہ میں تقسیم فرمائے تھے۔ اور علی ہذا القیاس

وہ مقامات جہاں وہ مقدس ہستیاں نماز ادا کرتی رہی ہیں یا جہاں بیٹھتی رہی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن

عمرؓ ان مقامات کی جستجو فرماتے رہتے تھے جہاں جہاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ شریف کی طرف

اثناء سفر میں نماز ادا کی تھی۔ اسی طرح ان محبوبانِ خدا کے اسماء پاک کے ذکر کرنے میں بھی تاثیر ہے اس لئے

وہ بزرگ اللہ تعالٰے کو محبت سے یاد کرتے ہیں تو اللہ تعالٰی بھی انہیں محبت اور عشق سے یاد فرماتا ہے۔ جیسا کہ[1]

---

[1] رسالہ قشیریہ کی حدیث میں مذکور ہے کہ حق تعالٰی فرماتے ہیں کہ یہاں تک کہ وہ بندہ مجھ سے عشق کرتا ہے اور میں اس سے عشق کرتا ہوں

خواجہ حافظؒ فرمودند ؎

نام من رفت است روزے برلب جاناں بسوز　　اہل دل را بوئے جان مے آید از نامم ہنوز

ہمچنیں در سایہ ایشاں "ان الشیطان یفر من ظل عمرؓ" شنیدہ باشی وہمچنیں در قرب جوار ایشاں "ما سلک عمر طریقا الا سلک الشیطان طریقاً غیرہ" شنیدہ باشی۔ چنانکہ ذکر نام اوشاں بزبان موجب فیوض است ہم چنیں ذکر نام اوشاں بدل وبریں قیاس ذکر شکل ایشاں موجب فیوض است ودافع شیاطین باعتبار تجربہ مشائخ کرام۔ واولیٰ طرق ہماں است کہ شاہ ولی اللہؒ در حجۃ اللہ البالغہ نوشتہ کہ بطریق دعا و درود ذکرہ کند کہ از شائبہ وہم شرک دور باشد یا ایں چنیں بکند کہ الٰہی فیوضات ایشاں بمن رساں یعنی برایشاں دریائے فیوض جاری فرمائے واں فیوضات را بماں رساں وہمیں است خلاصہ درود ودعا" اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد کما صلیت علی

خواجہ حافظ فرماتے ہیں ؎

ایک دن سوز سے میرا نام لب جاناں سے نکل گیا۔ اور اس میں ایسی تاثیر پیدا ہو گئی کہ اہل دل کو ابھی تک میرے نام سے بوئے جان آتی ہے۔

اور ایسے ہی ان بزرگان کرام کے سایہ میں بھی فیوض و برکات ہیں تم نے سنا ہو گا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کے متعلق فرمایا کہ شیطان عمرؓ کے سایہ سے بھی بھاگتا ہے۔ اور اسی طرح ان کے قرب وجوار میں بھی برکات ہوتے ہیں جیسا کہ تم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان حضرت عمرؓ کے بارہ میں سنا ہو گا۔ جس میں آپ نے فرمایا کہ عمرؓ جس راستہ پر چلتا ہے شیطان اس راستے کو چھوڑ کر دوسرے راستہ پر چلتا ہے۔" اور جب کہ ان کے نام زبان پر ذکر کرنے سے باعث فیوض ہیں۔ اسی طرح دل میں ان کا ذکر بھی موجب فیوض ہے۔ اور اسی پر ان کی شکل صورت کے ذکر کو بھی قیاس کر سکتے ہیں۔ کہ موجب فیوض اور دافع شیاطین ہے مشائخ کے تجربہ کے اعتبار سے اور سب سے بہتر اور مناسب طریقہ وہ ہے جس کو حکیم الامت شاہ ولی اللہؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے کہ بزرگوں کا ذکر بطریق دعا اور درود کرتا ہے کہ یہ طریقہ شائبہ وہم شرک سے بھی دور ہے یا اس طرح دعا کرے کہ اے خداوند کریم ان بزرگوں کے فیوضات مجھ تک پہنچا یعنی ان پر تو نے فیض کے دریا جاری فرمائے ہیں، ان فیوض کو ہم تک بھی پہنچا۔ اور یہی خلاصہ ہے درود اور دعا کا۔ اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد الخ۔

ابراھیم اے مولی تعالی چنانچہ فیوض ابراھیم علیہ السلام جاری کردی ہمچنیں فیوض حضرت ما تا قیامت وبعد آں الی مالا تناہی جاری فرماو برکت فرمادراں تا کہ روز بروز آں حالات در فزونی باشند وسلّم من النقصان والزوال، وسلم اے سلامتی کن بریں طریق کرم ضمیر مفرد آوردن درود شریف درلفظ علیہ ازیں وجہ است اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد وبارک وسلم علیہ وخود را عین تصور کردن یعنی التجا کند کہ در لطائف وابدان عین آنہا شوم یعنی در ہر موضع اخذ فیوض از آنہا بکنم وضمن ایشاں شوم۔

فضائل درود شریف بروز جمعہ

ودر ترجمہ جذب القلوب ص۲۶۶ ہست کہ دمیری در شرح منہاج نقل کردہ کہ در حدیث حسن آمدہ کہ ہر شخص کہ در روز جمعہ درود شریف بر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بایں صیغہ۔

یعنی اے مولی جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فیوض تو نے جاری کئے ہیں۔ اسی طرح ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیوضات قیامت تک اور ابدالآباد تک جاری فرما اور ان فیوضات میں برکات عطا فرما تا کہ دن بدن ان حالات میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور نقصان اور زوال سے سلامتی میں رکھ یعنی اس کرم کے طریق کو سلامتی میں رکھ اور درود (علیہ) میں مفرد ضمیر کا لانا اسی وجہ سے ہے "اے اللہ ہمارے آقا وسردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود نازل فرما۔ اور آپ کی آل پر اور برکتیں اور سلامتی نازل فرما"۔

اور اپنے آپ کو عین (ان مشائخ) کا تصور کرے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے التجا کرے کہ ان کے لطائف اور ابدان کا عین ہو جاؤں، یعنی جس مقام سے وہ فیوض اخذ کرتے ہیں۔ میں بھی ان مقامات سے فیض اخذ کرنے والا بن جاؤں۔ اور ان مشائخ کے ضمن میں داخل ہو جاؤں۔

درود شریف کے فضائل جمعہ کے دن

اور ترجمہ جذب القلوب ص۲۶۶ میں مذکور ہے کہ دمیری (صاحب کتاب حیاۃ الحیوان) نے شرح منہاج میں نقل کیا ہے۔ کہ ایک حدیث جو حسن کے درجہ کی ہے۔ اس میں آیا ہے۔ جو شخص جمعہ کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ان الفاظ کے ساتھ درود پڑھے گا۔ تو اس کے اسّی سال گناہ بخشے جائیں گے۔ وہ الفاظ یہ ہیں:۔

اللھم صل علی محمد عبدک ورسولک الامی وآلہ واصحابہ وسلم تسلیما "بخشندہ شود گناہ او ہشتاد سالہ در غنیۃ الطالبین جلد ۲ ص ۴۳ عبد العزیز بن صہیب عن انس بن مالک رض قال کنت واقفا بین یدی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال من صلے علیّ فی کل جمعۃ ثمانین مرۃ غفر اللہ تعالیٰ ذنوب ثمانین سنۃ فقلت یا رسول اللہ کیف الصلوٰۃ علیک قال صلے اللہ علیہ وسلم تقول" اللھم صل علی محمد عبدک ورسولک النبی الامی وتعقد واحدۃ وعن مکحول الشامی عن ابی امامۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثروا من الصلوٰۃ علی من یوم الجمعۃ فان صلوٰۃ امتی تعرض علیّ کل یوم جمعۃ فمن کان اکثرھم علی صلوٰۃ کان اقربھم منی منزلۃ۔ فی الحصن الحصین ص ۲۴۵ اکثروا الصلوٰۃ علی فانھا زکوٰۃ لکم۔ ص لے رواہ ابو یعلی عن ابی ھریرۃ رض

اللھم صل علی محمد عبدک ورسولک النبی الامی وآلہ واصحابہ وسلم تسلیما۔ کہ اے باری تعالیٰ اپنے بندہ اور اپنے نبی امی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل اور اصحاب پر درود اور سلام نازل فرما۔ اور غنیۃ الطالبین ج۔ ۲ ص ۴۳ میں عبد العزیز بن صہیب سے روایت ہے۔ وہ حضرت انس بن مالک رض سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا تھا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ہر جمعہ کے دن اسّی مرتبہ درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسکی اسّی سالہ گناہ بخشدے گا پھر میں نے عرض کیا کہ حضور آپ پر درود کس طرح پڑھا جائے۔ آپ نے فرمایا یوں کہو اللھم صل علی محمد عبدک ورسولک النبی الامی" اور اسکو ایک مرتبہ سمجھو۔ اور مکحول شامی سے روایت ہے انہوں نے حضرت ابو امامہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر جمعہ کے دن کثرت سے درود پڑھو۔ کیونکہ میری امت کے لوگوں کا درود ہر جمعہ کے دن میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے پس جو شخص مجھ پر زیادہ درود پڑھنے والا ہوگا۔ وہ مرتبہ اور درجہ میں مجھ سے زیادہ قریب ہوگا۔

حصن حصین میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر کثرت سے درود پڑھو کہ یہ تمہارے لئے زکوٰۃ ہے۔ (یعنی تمہاری پاکیزگی اور تہذیب و طہارت کا ذریعہ ہے) اسکو ابو یعلی نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔

فی حصن الحصین لیس یصلی احد یوم الجمعة الا عرضت علیّ صلوتہ مس لے رواہ الحاکم فی المستدرک ، وما من احدٍ یسلم علیّ قبری الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام روی احمد از دیا دعلی قبری لے برادرحق تعالیٰ فرمودہ۔ ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا یھا الذین آمنو صلو علیہ وسلمو تسلیما۔ چوں بر نبی صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ وملائکہ صلوٰۃ مے کنند وآں سرورے جا رحمت است پس مناسب است امت راکہ تعلق محبت آں فیوض اخذ کنند لکن بلفظ صلوٰۃ نہ دعا کہ از منطنہ شرک دور باشد۔ در کنز العمال حدیث آوردہ اعنی حدیث مرفوع کہ حاصلش اینست کہ در صلوٰۃ حق تعالیٰ وملائکہ کفایت است حق تعالیٰ شما را امر بصلوٰۃ کردہ تا کہ شما را نفع خواہد شد مریدہ" اکثروا الصلوٰۃ علی فانہا زکوۃ لکم" پس درود شریف برائے اخذ فیوض الٰہی است پس حاصل ایں شد کہ اے مولائی دریائے فیوض بر سرورما بریزاں

اسی طرح حصن حصین ہے کہ جو شخص جمعہ کے روز درود پڑھتا ہے۔ اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے ا؎ اس کو حاکم نے مستدرک میں نقل کیا ہے۔ اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ جو شخص میری قبر پر سلام کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو (استغراق کے عالم سے) واپس لوٹا دیتے ہیں اور میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ احمد نے علی قبری کے الفاظ نقل کئے ہیں یعنی جس نے میری قبر پہ درود پڑھا لے برادر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر اے ایمان والو تم بھی درود اور سلام بھیجو اس پہ۔ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ اور فرشتے درود بھیجتے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مقام رحمت ہیں پس مناسب ہے کہ اس محبت کے تعلق کی وجہ سے اخذ فیض کریں لیکن صلوٰۃ کے لفظ سے نہ دعا سے کیونکہ یہ مظنہ شرک سے دور ہے۔ اور کنز العمال میں ایک مرفوع حدیث ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کے درود بھیجنے میں کفایت ہے پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں بھی درود بھیجنے کا حکم دیا ہے تاکہ تمہیں اس سے نفع حاصل ہو۔ اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھ پر کثرت سے درود پڑھو یہ تمہارے لئے زکوٰۃ (طہارت و پاکیزگی) ہے۔ پس درود شریف فیوضات الٰہی کے اخذ کرنے کے لئے ہے۔ حاصل یہ ہوا کہ اے مولیٰ فیوض کے دریا ہمارے سرور آقا پر بہادے۔

لے سورۂ احزاب آیۃ ۵۶۔

وبرکات دراں کن و سلامت بدار از زوال۔" اللھم انی اعوذبک من الحور بعد الکور، امرلی ربی بھذا الدعاء فی الالہام کثیرا وآمرنی ان اقول یاغفور یا ودود" و اسئل بعدہ کن لی کما کنت لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم۔" پس مقصود از درود شریف دعاء فیوض است بطریق توسل ولکن بلفظے کہ موہم شرک نہ باشد و در فاتحہ شریف است" اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم" در تفسیر حسینی از خواجہ عبداللہ احرار نقل کردہ کہ آں جناب تفسیر ایں آیت ایں چنیں کردہ بدہ مارا محبت ذاتی صراط الذین انعمت علیھم انعام کردہ برایشاں بہ نبوت و رسالت و صدیقیت۔

در خازن آوردہ کہ فاتحہ شریف از کنزے آمدہ کہ زیر عرش است نہ نازل شدہ است مثل آں در تورات و انجیل و قرآن پس مقصود ایں کہ مولائی انوار و فیوض مثل ائمہ مامراہدہ، و ہمیں شد حاصل درود شریف پس ہر وقت بندہ را مناسب است کہ ذکر رب در نفس بتضرع و دعا

اور ان میں سے ہم پر بھی نازل فرما۔ اور ان میں برکتیں عطا فرما۔ اور انکو زوال سے سلامتی میں رکھ۔ اے اللہ میں تیرے ساتھ پناہ چاہتا ہوں ترقی کے بعد تنزل کی طرف پلٹنے سے" حضرت مولانا حسین علیؒ فرماتے ہیں کہ مجھ کو میرے رب نے اس دعا کا کثرت سے حکم دیا ہے۔ الہام والقاء کی شکل میں۔ اور مجھے یہ بھی حکم دیا ہے کہ میں یاغفور یا ودود کا ورد کروں اور اسکے بعد اللہ تعالےٰ سے سوال کروں کہ اے باری تعالیٰ تو میری اسی طرح دستگیری فرما جس طرح تو نے حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی دستگیری فرمائی ہے" پس مقصود درود شریف سے فیوض حاصل کرنے کی دعا ہے۔ بطریق توسل۔ لیکن ایسے الفاظ کے ساتھ کہ جن سے شرک کا وہم نہ ہو۔ سورۃ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے" اھدنا الصراط المستقیم" کا حکم دیا ہے۔ جس کی تفسیر میں تفسیر حسینی والے نے حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس آیت کی تفسیر اس طرح کی ہے کہ اے خداوند کریم ہمیں محبت ذاتی عطا فرما صراط الذین انعمت علیھم ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے نبوت رسالت اور صدیقیت سے انعام فرمایا ہے۔

اور تفسیر خازن میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی ہے کہ فاتحہ عرش کے زیرین خزانوں میں سے آتی ہے اس کی مثل نہ تورات میں نہ انجیل میں اور نہ قرآن کریم میں نازل ہوئی ہے۔ پس مقصود یہ ہے کہ اے مولا وہ فیوض و انوار جو ہمارے ائمہ کو عطا فرمائے ہیں مجھے بھی عطا فرما اور یہی حاصل درود شریف کا ہے۔ پس بندہ کے لئے مناسب ہے کہ ہر وقت اپنے نفس میں رب تعالیٰ کا ذکر عاجزی سے کرتا رہے۔

طلبِ حب برائے نفس خویش و جمیع سلسلہ و در ہر وقت شاغل باشد و نباشد از غافلین۔

مراقبہ

در حدیث شریف آمدہ است "ادعوا اللہ وانتم موقنون بالاجابۃ" پس بظن غالب داند کہ فیض باری تعالیٰ کہ بر سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم و بر دیگراں پیشوایانِ من مولائی کردہ است بتوسل ایشاں بر من فائض است، و منتظر باشد۔ در حدیث قشیریہ انتظار فرج نیز عبادت گفتہ است صلی اللہ علیہ وسلم در انہار اربعہ[1] است در ص۱۸ مراقبہ مشتق از مادہ ترقب است بمعنی انتظار فیض از جناب الٰہی نمودن است و در ص۴۲ فرمودہ طریق دوم مراقبہ است کہ آں نگہبانی دل از خواطر و نگرانی الٰہی۔ باید کہ جمیع اوقات بہ نیاز و شکستگی تمام متوجہ ذات الٰہی باشد تا توجہ الی اللہ بے مزاحمت خاطر ملکہ گردد و ایں را حضور گویند و مقصود از ذکر ہمیں است۔ و فی الترمذی جلد ۲ ص۱۹۶

اور اپنے لئے اور تمام سلسلہ کے بزرگوں کے لئے طلبِ محبت کی دعا کرتا رہے۔ اور ہر وقت اس میں مشغول رہے۔ اور غافلین میں سے نہ ہو۔

مراقبہ

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو اور اس طرح کہ تمہیں دعا کی قبولیت کا یقین ہو پس غالب گمان سے جانے کہ باری تعالیٰ نے جو فیض سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم اور میرے پیشواؤں پر میرے مولانے کئے ہیں۔ ان کے وسیلہ سے وہ فیض مجھ پر بھی فائض ہے۔ اور پھر اس کا منتظر ہو۔ رسالہ قشیریہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کشادگی کا انتظار بھی عبادت ہے۔ انہار اربعہ ص۱۸ میں مذکور ہے کہ مراقبہ ترقب کے مادہ سے مشتق ہے۔ جس کا معنی انتظار ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی جانب سے فیض کے ظہور کا انتظار کرنا یہ مراقبہ ہے۔ اور ص۴۲ پر مذکور ہے۔ کہ دوسرا طریقہ مراقبہ ہے اور وہ دل کی نگرانی اور حفاظت ہے خواطر (خیالات اور کھٹکوں) سے اور الٰہی نگرانی ہے۔ چاہیئے کہ تمام اوقات عاجزی اور پوری نیازمندی سے اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف متوجہ رہے تاکہ یہ توجہ الی اللہ بغیر خیالات کی مزاحمت کے اس کا ملکہ بن جائے۔ اور اسکو حضور کہتے ہیں۔ اور مقصود ذکر سے یہی ہے ترمذی شریف

---

[1] الانہار الاربعۃ فی شرح الطریق الچشتیۃ والقادریۃ والنقشبندیۃ والمجددیۃ۔ یہ کتاب حضرت شاہ احمد سعید بن الشاہ ابوسعید الدہلوی مجددی (م ۱۲۷۶ھ) کی تصنیف ہے۔ آپ حضرت شاہ غلام علیؒ کے خلیفہ جانشین تھے۔

۳ ۱۲ ۱۳ سواتی۔

قبل ابواب المناقب بورقتین قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سلو اللہ من فضل فان اللہ یحب ان یسئال، وافضل العبادۃ انتظار الفرج، فی غنیۃ الطالبین ۱۲۴ فاما المجاھدۃ فالامر فیھا قول اللہ عزوجل" والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا" ولاتتم المجاھدۃ الا بالمراقبۃ وھی التی اشار الیھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ سلم حین سألہ جبریل علیہ السلام عن الاحسان فقال الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک لان المراقبۃ علم العبد باطلاع الرب سبحانہ وتعالی علیہ، واستدامتہ لھذا العلم مراقبۃ لربہ وھذا ھو اصل کل خیر، پس ہروقت بہ نیاز وشکستگی منتظر فیض باری تعالی باشد بواسطہ مشائخ کرام۔

حقیقۃ التوسل والاستمداد

دور جذب القلوب ص ۳۳ است کہ حقیقت معنی توسل واستمداد، سوال ودعا است

ابواب المناقب سے دو ورق پہلے جلد ۲ ص ۱۹۷ میں یہ حدیث ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ اس سے مانگا جائے! اور افضل عبادت کشادگی کا انتظار ہے اور غنیۃ الطالبین ص ۱۲۴ میں ہے کہ مجاہدہ کے ثبوت میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے "اور وہ لوگ جو ہماری طرف آنے میں مجاہدہ کرتے ہیں تو ہم ضرور اپنی راہ کی طرف انکی راہنمائی کرتے ہیں" اور مجاہدہ تام نہیں ہوسکتا جب تک کہ مراقبہ نہ ہو اور مراقبہ کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا ہے جب کہ آپ سے حضرت جبرائیل نے احسان کے بارہ میں سوال کیا۔ تو آپنے فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تم اللہ تعالےٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو۔ اگر یہ نہ ہوسکے تو کم از کم اتنا تو خیال کرو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ کیونکہ مراقبہ یہ ہے کہ بندہ اس بات کو جانے کہ اللہ تعالےٰ میرے حالات پر اطلاع رکھتا ہے۔ اور بندہ کا اسی حالت کو ہمیشہ قائم رکھنا یہی مراقبہ ہے اور یہ مراقبہ ہر نیکی کی بنیاد اور اصل ہے۔ پس ہر وقت نیازمندی اور عاجزی سے منتظر رہے اللہ تعالےٰ کی طرف سے فیض کا مشائخ کرام کے واسطہ سے۔

وسیلہ اور استمداد کی حقیقت

جذب القلوب ص ۳۳ میں ہے کہ توسل و استمداد کی حقیقت سوال اور دعا ہے۔

درجناب باری تعالیٰ بواسطہ آں محبت کہ ایں بندہ را است بآں بندۂ خاص۔ وفی غایۃ الامانی فی المجلد الثانی ص۳۲۹ والتوسل بالانبیاء والصالحین یکون لامرین اما اتباعھم واما دعاءھم و شفاعتھم۔ وفی ص۳۲۵ فلفظ التوسل بالشخص والتوجہ بہ یراد بہ التسبب بہ لکونہ داعیاً لہ وشافعاً مثلاً۔ اولکون الداعی محباً لہ مطیعاً لامرہ مقتدیاً بہ۔ ومن ذلک ای التوسل بالاعمال حدیث الثلاثۃ الذین آووا الی الغار واستجابتہ تعالیٰ عند التوسل بصالح الاعمال اظہار من اللہ تعالیٰ شرافتہ لتلک الاعمال وکذلک دعاء المہاجرۃ اللتی احیا اللہ ولدھا لما قالت اللھم انی آمنت بک وبرسولک وھاجرت فی سبیلک وسألت اللہ تعالیٰ ان یحیی ولدھا۔ وانظر الی تعلیم اللہ تعالیٰ "رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا الخ

اللہ تعالیٰ کی جناب میں اس بندہ کی محبت کے واسطے سے کہ جس کے ساتھ اس دعا مانگنے والے کو محبت ہے اور غایۃ الامانی جلد ۲ ص۳۲۹ میں ہے۔ کہ توسل بالانبیاء اور صالحین دو باتوں کے لئے ہوتا ہے۔ ایک تو ان کی اتباع، اور یا دعا اور شفاعت کے لئے اور اسی طرح ص۳۲۵ میں ہے کہ لفظ توسل بالشخص اور اس کی طرف توجہ سے مراد یہ ہے کہ وہ بندہ سبب بنتا ہے۔ کیونکہ وہ اس کے لئے داعی اور شافع ہوتا ہے یا توسل اس لئے ہوتا ہے کہ داعی اس کے ساتھ محبت کرتا ہے اور اس کے حکم کی تعمیل کرنے والا ہوتا ہے اور اس کے ساتھ اقتدا کرتا ہے۔ اور اسی توسل بالاعمال کے سلسلہ میں وہ حدیث ہے۔ جس میں تین آدمیوں کا ذکر ہے۔ کہ انہوں نے غار میں پناہ لی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے نیک اعمال کا وسیلہ پیش کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ظاہر کرنا تھا کہ ان کے اعمال اللہ تعالیٰ کے ہاں بزرگی اور شرف رکھتے ہیں۔ اور اسی طرح اس مہاجرہ عورت کی دعا ہے جس نے اپنے بچہ کے زندہ کرنے کے لئے اس طرح دعا کی تھی کہ اے اللہ میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں۔ اور تیرے راستہ میں ہجرت کی ہے۔ اور پھر اس نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ اس بچے کو زندہ کر دے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے دعا کے لئے جو تعلیم دی ہے قرآن کریم میں اس کے انداز پر غور کرو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ نیک بندے یوں دعا کرتے ہیں "اے ہمارے پروردگار ہم نے ایک منادی کرنے والے کو سنا ہے کہ وہ ایمان کے لئے پکارتا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ پس ہم اپنے رب پر ایمان لائے ہیں۔ ہمارے گناہوں کو بخش دے اے ہمارے پروردگار الخ

اقول وقد یکون التوسل بمعنی ان اللہ تعالیٰ جعل فی ذکر اسمہ برکۃ لحبہ تعالیٰ ایاہ بواسطۃ ذکر ذلک العبد ایاہ تعالیٰ بالمحبۃ ؎

نام من رفت است روزے بر لبِ جاناں بسوز ۔۔۔ اہل دل را بوئے جاں مے آید از نامم ہنوز

واللہ اعلم ۔

بالجملہ المعروف فی الشرع التوسل فی قبول الدعاء بالصلوٰۃ علی النبی وآلہ والاستغفار للذین سبقوا قال اللہ تعالیٰ وَالَّذِیْنَ جَاءُوْا مِنْ بَعْدِھِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وما رواہ ابن ماجۃ فی الدعاء الذی یقولہ الخارج الی الصلوٰۃ اللّٰھم انی اسئلک بحق السائلین وبحق ممشای ھذا من جنس یا معاذ اتدری ما حق العباد علی اللہ ای ان لم یشرکوا الخ اتفق علی ان اللہ تعالیٰ یسئل ویقسم علیہ باسمائہ وصفاتہ

میں کہتا ہوں کہ کبھی توسل کا یہ معنیٰ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بندہ کے نام ذکر کرنے میں برکت رکھدی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بندہ سے محبت کرتا ہے۔ کیونکہ یہ بندہ بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر محبت سے کرتا ہے ؎

میرا نام ایک دن لبِ جاناں سے سوز کے ساتھ نکل گیا۔ اہل دل کو ابھی تک میرے نام سے بوئے جان آتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ شریعت میں معروف یہ ہے کہ توسل دعا کے قبول ہونے میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی آل پر درود پڑھنے سے ہوتا ہے۔ اور ان اہل ایمان کے لئے استغفار کرنے سے جو دنیا سے با ایمان چلے گئے ہیں جیسے اللہ نے فرمایا کہ وہ لوگ جو ان کے بعد آئے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے دنیا سے ایمان کے ساتھ رخصت ہو چکے ہیں"۔ اور جو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ جو شخص نماز کے لئے نکلتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں سائلین کے حق کے ساتھ اور اپنے اس نماز کے لئے چلنے کے حق کے ساتھ۔ تو یہ بھی منجملہ اس جنس سے جو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی روایت میں آیا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے معاذ بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر کیا ہے یعنی اگر وہ شرک نہیں کریں گے۔ تو اللہ تعالیٰ انہیں بخشدے گا۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا جاتا ہے۔ اور اسکے سامنے قسم کھائی جاتی ہے۔ اسکے اسماء اور صفات کے واسطے سے۔

كما يقسم على غيره وصرح العلماء بالنهى عن ذلك فى حق غيره كذا فى غاية الامانى ص۳۱۹ من الجلد الثانى ۔ پس طالب را باید کہ ہر وقت ذکر کند خداوندرا و ذکر کند او را بدل بعاجزی و تضرع و بخواہد از وحب او و رحمت او بدرجہ کمالے در حق خویش و حق سابقانِ خویش پس ہمیں ذکر شد و رابطہ شد و مراقبہ شد ۔ و بعض مشائخ پیر را مثل عینک خیال مے کنند کہ فیض حق تعالیٰ بواسطۂ او ایں چنیں مصفا مے شود چنانچہ نظر در عینک ۔ و ایں تجربہ ایشاں است ۔

تقرب و ولایت

بدال اے برادر در اذکار بحسب تجربہ بر بندہ حالات متفرق مے آیند بر یکے حالتے آید و بر دیگر دیگرے در مکتوبات قاضی ثناء اللہؒ ص۱۳۶ در عالم مثال مراتب قرب الٰہی بصورت قرب مکانی متمثل مے شود ۔ و رؤیت عالم مثال کہ آں را صوفیہ بکشف تعبیر مے کنند از قبیل رؤیا و منام

جیسا کہ دوسروں کے سامنے قسم کھائی جاتی ہے ۔ لیکن علماء نے تصریح کی ہے کہ غیر کے حق میں یہ چیز ممنوع ہے ۔ اسی طرح غایۃ الامانی جلد ۲ ص۳۱۹ میں مذکور ہے ۔ پس طالب کو چاہئیے کہ ہر وقت خداوند تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے ۔ اور اس کا ذکر دل سے انتہائی عاجزی اور نیازمندی سے کرے ۔ اور اللہ تعالیٰ سے اس کی محبت کاملہ اور رحمت تامہ اپنے لئے اور اپنے سابق بزرگوں کے لئے طلب کرے پس یہی ذکر، رابطہ اور مراقبہ ہے ۔ بعض مشائخ کرام اپنے پیر و مرشد کو مثل عینک کے خیال کرتے ہیں ۔ کہ اللہ تعالیٰ کا فیض اس کے واسطہ سے اس طرح صاف اور نکھر کر ظاہر ہوتا ہے ۔ جیسا کہ عینک میں چیزیں صاف نظر آتی ہیں ۔ مشائخ کا کہنا ہے کہ یہ ان کا تجربہ ہے یعنی انہوں نے فیض الٰہی کو اس طرح حاصل ہوتے ہوئے اپنے تجربہ میں مشاہدہ کیا ہے اور ایسا ہو سکتا ہے ۔

تقرب و ولایت

اے برادر جان لو کہ اذکار میں تجربہ کے مطابق بندہ پر مختلف حالات ظاہر ہوتے ہیں ۔ ایک شخص کے سامنے ایک خاص حالت نمودار ہوتی ہے اور دوسرے کے سامنے دوسری حالت ظاہر ہوتی ہے ۔ حضرت قاضی ثناء اللہ کے مکتوبات ص۱۳۶ میں مذکور ہے کہ عالم مثال میں قرب الٰہی کے مراتب بصورت قرب مکانی متمثل ہوتے ہیں ۔" اور عالم مثال میں کسی چیز کو دیکھنا کہ جس کو صوفیہ کرام کشف سے تعبیر کرتے ہیں ، یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ عالم خواب میں کسی چیز کو دیکھنا ۔

است و احیاناً در مراۃ خیال بسبب بعضے عوارض انکدار مے شود لہٰذا در کشف غلط افتد و گاہے در فہم و تعبیر آں غلط مے افتد۔ و در ص۱۳۳ و آنچہ ایشاں را در اثناء سیر و سلوک یعنی در کشف و خواب مشہود مے شود و در حالت سکر ازاں حکایت مے کنند۔ و نسبتے کہ در میان وجود واجب و وجود ممکن متحقق است لفظے برائے آں موضوع نیست ناچار بالمجاز برائے اظہار قوت و ضعف و اولویت و اوّلیت و ضداد آں[1] باصل و ظل تعبیر مے کنند۔ لوازم ولایت حضور بے کیف است کشف کونیہ از جوگیہ ہم بظہور مے آید۔ بسا اولیاء باشند کہ از ولایت خود خبر نداشتہ باشند۔

اور کبھی خیال کے آئینہ میں بعض عوارض کی بنا پر کچھ کدورت پیدا ہوجاتی ہے۔ لہٰذا کشف میں غلطی واقع ہوجاتی ہے۔ اور کبھی اس کشف کے سمجھنے اور تعبیر کرنے میں غلطی واقع ہوتی ہے۔ اور انہی مکتوبات کے ص۱۳۳ میں مرقوم ہے کہ وہ جو ان اولیاء اللہ کو سیر و سلوک کے اثناء میں یعنی کشف و خواب میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور سکر کی حالت میں اس کو بیان کر دیتے ہیں۔ اور جب انتہا کو پہنچ جاتے ہیں تو پھر اسکی بچتے ہیں۔ اور وہ نسبت جو وجود واجب اور وجود ممکن کے درمیان ثابت ہے۔ اسکے واسطے کوئی لفظ موضوع نہیں۔ مجبوراً مجازی رنگ میں قوت و ضعف اور اولویت اور اوّلیت اور ان کی اضداد کے اظہار کے لئے اصل اور ظل سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ولایت کے لوازم میں سے حضور بے کیف ہے۔ باقی احوال کونیہ کا کشف تو یہ تو جوگیوں سے بھی ظہور پذیر ہوجاتا ہے۔ ولایت کے لوازم اتباع شریعت اور حضور بے کیف ہیں نہ کشف و کرامات۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اولیاء اللہ کو اپنی ولایت کی خبر بھی نہیں ہوتی۔

---

[1] تشکیک منطقی اصطلاحات میں سے ہے اس کی چار قسمیں ہیں (۱) تشکیک بالاولیت اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ کلی کے بعض افراد کا متصف ہونا اس کلی کے ساتھ باقی افراد کے اتصاف کے لئے علت ہوتا ہے۔ مثلاً وجود کے ساتھ ذات باری تعالیٰ کا متصف ہونا یہ علت ہے باقی موجودات کیلئے کہ وہ وجود کے ساتھ متصف ہوں (۲) اولویت کا مطلب یہ ہے کہ کلی کا صدق بعض افراد پر زیادہ وقیع فی النفس یا اولیٰ ہو بعض کی نسبت جیسا کہ مثلاً سفیدی ہاتھی دانت میں یا برف میں زیادہ وقیع ہوتی ہے بہ نسبت دوسری سفید اشیاء کے (۳) زیادت و نقصان کا معنٰی یہ ہوتا ہے کہ زائد میں سے کم جیسے بہت سے اجزا خارج میں پائے جاتے ہیں۔ جیسا کہ مثلاً ایک من میں ایک سیر جیسے چالیس اجزا خارج میں پائے جاتے ہیں (۴) شدت و ضعف کا مفہوم یہ ہے کہ شدید میں سے ضعیف جیسے (باقی حاشیہ ص۱۴۲ پر)

و ور ص۱۱۲ در مکاتیب قاضی صاحبؒ بندہ را با ظلالِ اسماء و صفات ذات واجب معیت بے چون حاصل مے شود۔ و ترقی دراں معیت در عالم مثال بصورت سیر مکانی متمثل مے شود۔ و کمال آں معیت بصورت وصول و اضمحلال و فنا دیدہ مے شود۔ و بے چوں بصورت چوں بنظر کشفی دیدہ مے شود و در ص۹۳ در مکاتیب حضرت مرزا صاحب قدس سرہٗ احوال بر اسباب نامشروعہ مترتب مے شوند از قبیل استدراج است اہل استدراج را نیز احوال و اذواق دست مے دہد و کشف توحید و مکاشفہ و معائنہ کہ در مرایائے عالم مثال بظہور مے آید حکمائے یونان و براہمہ ہند دریں معنی شریک اند۔ علامت صدق موافقت علوم شرعیہ است با جتناب امور محرمہ۔ در ملفوظات حضرت مرزا قدس سرہٗ در ص۷ یکبار فقیر را عروج واقع شد و نور منبسط منکشف گشت نقوش تمام کائنات دراں منتقش بود۔

حضرت قاضی ثناء اللہؒ کے مکاتیب ص۱۱۲ میں مرقوم ہے۔ کہ بندہ کو ذات واجب تعالیٰ کے اسماء اور صفات کے ظلال کی معیت بے چون حاصل ہوتی ہے۔ اور اسی معیت میں ترقی عالم مثال میں بصورت سیر مکانی متمثل ہوتی ہے اور کمال اس معیت کا بصورت وصول اور اضمحلال اور فنا دیکھا جاتا ہے۔ (یعنی اس بندہ کو یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ ان ظلال کے ساتھ واصل ہے۔ اور ان میں مضمحل اور فنا ہو گیا ہے) اور بے چون ہستی کشف کی نگاہ سے بصورت چون (بے مثال ہستی کشف سے مثال کے رنگ میں) دیکھی جاتی ہے۔ اور حضرت مرزا صاحبؒ کے مکاتیب ص۹۳ میں مذکور ہے کہ وہ احوال جو ناجائز اور غیر مشروع اسباب پر مرتب ہوتے ہیں یہ تمام استدراج کی قسم سے ہیں اہل استدراج کو بھی اس قسم کے احوال اور اذواق حاصل ہوتے ہیں۔ اسی طرح کشف توحید (وحدت وجود کا انکشاف) اور معائنہ جو کہ عالم مثال کے آئینوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس میں یونان کے حکماء اور ہندستان کے برہمن برابر شریک ہیں۔ صدق کی علامت علوم شرعیہ کی موافقت اور اس کے ساتھ امور محرمہ سے اجتناب ہے۔ حضرت مرزا صاحبؒ کے ملفوظات ص۷ میں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ اس فقیر کو عروج نصیب ہوا اور نور منبسط منکشف ہوا۔ تمام کائنات کے نقوش اس پر منتقش تھے۔

(صفحہ ۱۴۱ کا بقیہ حاشیہ) بہت سے افراد ذہن میں انتزاع کئے جا سکتے ہیں یعنی صرف ذہن میں فرض کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن خارج میں نہیں پائے جاتے۔ جیسے شدید سیاہی سے ضعیف سیاہی جیسے بہت سے افراد فرض کر لئے جائیں لیکن خارج میں موجود نہیں ہونگے۔ ۱۲ سواتی۔

قول شیخ اکبر یاد آمد" الاشیاء اعراض مجتمعۃ فی عین واحد الخ" ناگاہ متنبہ ساختند کہ فوق ایں مرتبہ مرتبہ دیگر ہست۔ چنانکہ کبرائے صوفیہ فرمودہ اند۔ فوق عالم الوجود عالم ملک الودود۔

تحقیق وجود

در تقریرات حضرت مرزا قدس سرہٗ مرقوم است کہ از لفظ وجود گاہے معنی مصدری انتزاعی مراد باشد۔ گاہے صادر اول را وجود گویند و گاہے ذات حق تعالیٰ را قال اللہ تعالیٰ وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ۔ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنْہُ مَسْئُوْلًا۔ بے تحقیق در ذات و صفات الٰہی تکلم نمودن جائز نیست۔ در مکاتیب قاضی صاحبؒ در ص۱۳۰ ہمہ اوست بایں معنی نمے گویند کہ زید ہم خدا است و عمرو ہم خدا است نعوذ باللہ منہ و نہ بایں معنی کہ حق تعالیٰ بمنزلہ کلی طبعیؔ است و اشخاص ممکنات افراد وے اند۔ وایں دو قول کفر صریح است۔

اس وقت مجھے حضرت شیخ اکبرؒ کا قول یاد آیا جو انہوں نے فرمایا ہے کہ "اشیاء تمام اعراض ہیں جو ایک عین واحد میں اکٹھی ہوئی ہیں" لیکن پھر مجھے ناگاہ متنبہ کیا گیا کہ اس مرتبہ کے اوپر دوسرا مرتبہ بھی ہے جیسا کہ اکابر صوفیائے کرام نے فرمایا ہے کہ عالم وجود کے اوپر عالم ملک الودود ہے۔

وجود کی تحقیق

حضرت مرزا جان جاناںؒ کی تقریرات میں مرقوم ہے کہ لفظ وجود سے کبھی معنی مصدری انتزاعی مراد ہوتا ہے (یعنی کسی چیز کا ہونا) اور کبھی صادر اول کو وجود کہتے ہیں اور کبھی ذات باری تعالےٰ کو وجود کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس چیز کے پیچھے مت پڑ جس کا تمہیں علم نہیں بے شک کان آنکھیں دل ان سب سے اللہ تعالےٰ کے حضور سوال کیا جائے گا۔ بغیر تحقیق کے ذات اور صفات باری تعالےٰ میں گفتگو کرنا جائز نہیں۔ حضرت قاضی ثناء اللہؒ کے مکتوبات ص۱۳۰ میں ہے کہ "ہمہ اوست" بایں معنی نہیں کہتے۔ کہ مثلاً زید بھی خدا ہے اور عمرو بھی خدا ہے۔ نعوذ باللہ۔ اور نہ بایں معنی کہتے ہیں۔ کہ حق تعالیٰ کلی طبعیؔ ہے اور ممکنات کے اشخاص اس کے افراد ہیں۔ یہ دو قول تو صریح کفر ہیں۔

لہ کلی کے مفہوم کو کلی منطقی کہتے ہیں کیونکہ منطق والے صرف اس مفہوم کلی سے بحث کرتے ہیں۔ اور اس کلی منطقی یا اس مفہوم کلی کے معروض (مصداق) کو کلی طبعی کہتے ہیں۔ اور اس عارض و معروض کے مجموعہ کو کلی عقلی کہتے ہیں مثلاً ایک انسان کا مفہوم ہے (حیوان ناطق) اور ایک اس کا مصداق ہے یعنی زید عمرو بکر وغیرہ اور ایک ان دونوں کا (باقی حاشیہ ص۱۴۴ پر)

ودر ص۱۳۲ است ہمہ اوست گفتن خالی از تجوز نیست ودر ص۱۳۳ است آنچہ در اثنائے سیر وسلوک مشہود مے شود در حالت سکر ازاں حکایت مے کنند۔ بالجملہ ظاہری معنی مراد داشتن و بداں اعتقاد کردن اجماعاً کفر است ودر ص۱۴۰ انا الحق گفتن باتفاق علماء ظاہر وباطن کفر است۔ بشرطیکہ در حالت صحو وہوشیاری گوید۔ وحکایت از نفس خود کردہ بگوید۔ در مکاتیب ص۲۴ سیدنا امام ربانی قدسنا اللہ بسرّہ الاقدس در مکتوب صد ونہم جلد ثالث است مدار سلوک ایں راہ بر توہم وتخیل است۔ احوال ومواجید کہ خزینہ ایں راہ است بوہم مدرک مے گردد۔ وتجلیات وتلونیات سالکان در مرآۃ خیال مشہود مے شود فلولا الوہم لقصر الفہم ولولا الخیال لستر الحال دریں راہ ہیچ چیز نافع تر از وہم وخیال یافتہ نشدہ اکثر ادراک وانکشاف شاں مطابق واقع بر آمدہ وہم است کہ پنجاہ ہزار سالہ راہ کہ درمیان عبد ورب است بکرم خداوندی در اندک مدت قطع مے نماید وبدرجات وصول مے رساند۔ وخیال است کہ در دقائق اسرار

اور ص۱۳۲ میں ہے کہ "ہمہ اوست" کہنا مجاز سے خالی نہیں اور ص۱۳۳ میں ہے کہ وہ جو اثناء سیر وسلوک میں مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ اور سکر کی حالت میں اس کو بیان کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس کے ظاہری معنی مراد لینے اور اس پر اعتقاد کرنا بالاجماع کفر ہے۔ اور ص۱۴۰ میں مرقوم ہے کہ "انا الحق" کہنا علماء ظاہر وباطن کے اتفاق سے کفر ہے۔ بشرطیکہ ہوشیاری اور صحو کی حالت میں اور اپنے نفس سے حکایت کرتے ہوئے کہتا ہو۔ اسی طرح حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات ص۲۴ جلد ثالث مکتوب (۱۰۹) میں مرقوم ہے کہ اس راہ کے سلوک کا مدار وہم اور تخیل پر ہے۔ احوال ومواجید (کوائف) جو اس راہ کا خزانہ ہے۔ یہ وہم سے ہی ادراک کئے جاتے ہیں۔ اور تجلیات اور سالکین کا مختلف رنگوں میں متلون ہونا یہ سب خیال کے آئینہ میں مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ پس اگر وہم نہ ہو تو فہم بھی قاصر ہے اور اگر خیال نہ ہو تو حال بھی مخفی ہو جائے۔ اس راہ میں وہم اور خیال سے زیادہ نافع کوئی چیز نہیں پائی گئی۔ اور انکا اکثر ادراک اور انکشاف واقع کے مطابق ہی ظاہر ہوتا ہے۔ یہ وہم ہی ہے جو کہ پچاس ہزار سالہ راہ کو جو عبد اور رب کے درمیان ہے۔ محض کرم خداوندی سے بالکل تھوڑی سی مدت میں طے کر لیتا ہے۔ اور وصول کے درجات تک پہنچا دیتا ہے۔ اور یہ خیال ہی کی کارستانی ہے جو کہ غیب الغیب کے حقائق اور اسرار کو

(صفحہ ۱۴۳ کا بقیہ حاشیہ) مجموعہ ہے کیونکہ یہ صرف عقل میں ہی موجود ہو سکتی ہے۔ اس لئے اس کو کلی عقلی کہتے ہیں۔ ۱۲ سواتی

غیب الغیب را در مراۃ خود منکشف مے سازد و سالک مستعد را مطلع مے گرداند۔ از شرافت وہم است کہ حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ عالم را در آں مرتبہ اختیار فرمودہ است و آں را محل ظہور کمالات خود ساختہ و از بزرگی خیال است کہ حضرت واجب الوجود آں را نمونہ عالم مثال گردانیدہ است کہ اوسع جمیع عوالم است حتیٰ کہ مرتبہ وجوب را جل شانہٗ نیز صورت دراں عالم گفتہ اند و حکم کردہ کہ حق را جل سبحانہٗ مثل نیست اما مثال است "وللہ المثل الاعلیٰ" صور احکام وجوبیہ است کہ عارف آں را در مراۃ خیال خود احساس مے نماید و بذوقِ دریافت آنہا ترقی مے فرماید۔ انتہیٰ

بداں اے برادر آنچہ صوفیاں در عالم مثال مے بینند در حالت سکر از آں مشہود خود بیان مے کنند، مردماں آں را بر ظاہر معنی حمل مے کنند۔ و بر آں اعتقاد مے کنند یا قائلاں را حکم تکفیر مے کنند خطا مے کنند کذا قال القاضی ثناء اللہ فی مکاتیبہ۔ و در مکتوبات ہشتاد و نہم از جلد ثالث است۔ صاحب عوارف مے فرماید کہ قول انا الحق از منصورؒ و قول سبحانی ما اعظم شانی

اپنے آئینہ میں منکشف کر دیتا ہے۔ اور مستعد سالک کو مطلع کر دیتا ہے اور یہ وہم ہی کی بزرگی اور شرافت ہے۔ کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے عالم کو اس مرتبہ میں اختیار فرمایا ہے اور اس کو اپنے کمالات کے ظہور کا محل بنایا ہے۔ اور یہ خیال کی بزرگی اور برتری ہے۔ کہ حضرت واجب الوجود نے اس کو عالم مثال کا نمونہ بنا دیا ہے جو کہ تمام عوالم سے زیادہ وسیع ہے۔ حتیٰ کہ مرتبہ وجوب جل شانہٗ کے لئے بھی اس جہاں میں صورت کہی گئی ہے۔ اور حکم کیا ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے لئے مثل نہیں۔ ہاں مثال ہے۔ اور قرآن میں جو یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے مثل اعلیٰ ہے۔ یہ احکام وجوبیہ کی صورتیں ہیں۔ جن کو عارف اپنے خیال کے آئینہ میں احساس کرتا ہے اور اپنے ذوق سے ان میں ترقی کرتا ہے۔

اے برادر جان لو کہ جو کچھ صوفیہ کرام عالم مثال میں دیکھتے ہیں۔ اور عالم سکر میں اس اپنے دیکھے ہوئے اور مشاہدہ کئے ہوئے حال کو بیان کر دیتے ہیں۔ لوگ اس کو ظاہری معنی پر محمول کرتے ہیں۔ اور اس پر اعتقاد کرتے ہیں۔ یا ایسا کہنے والوں کی تکفیر کرتے ہیں۔ یہ دونوں غلطی کرتے ہیں۔

قاضی ثناء اللہؒ نے اپنے مکتوبات میں اسی طرح فرمایا ہے۔ حضرت مجددؒ کے مکاتیب میں مکتوب (۸۹) جلد ثالث میں مرقوم ہے کہ صاحب عوارف (خواجہ شہاب الدین سہروردی) فرماتے ہیں کہ منصور کا "انا الحق" کہنا یا بایزید بسطامیؒ کا سبحانی ما اعظم شانی کہنا

از بایزید بسطامیؒ بطریقِ حکایت بودہ است یعنی از حق جل وعلا سلطانہ واگر بطریقِ حکایت نباشد۔ بلکہ شائبہ حلول واتحاد درمیان بود۔ قائلان ایں قول ردمے نمائیم چنانچہ نصاریٰ را ردمے کنیم ہم درین مکتوب شریف است۔ آنچہ ایں فقیر از اطلاقاتِ ایشاں معنیٰ "ہمہ اوست" فہمد آنست کہ ایں ہمہ جزئیات متفرق حادث ظہور یکذات اند، الیٰ آخرہٖ۔ ومے گوئیم کہ معنیٰ دیگر ایں عبارت راہم ہست کہ از حلول واتحاد بعید است یعنی ہمہ نیستند موجود اوست تعالیٰ نہ آنکہ ایں ہاہم ہستند وباوے متحد اند تعالیٰ ایں را ابلہے نگوید از بزرگاں چگونہ متصور مے شود یعنی وجود اشیاء بہ نسبت وجود او تعالیٰ در حکم نیست است ودر شرح رباعیات در ص۶ شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ مے فرماید۔ باید دانست کہ بودن عالم در خارج وظہور اشیاء مثل حرارت ناروبرودت ماء از اجلی بدیہیات است وممکن نیست کہ کس باسلامت عقل دراں شبہ کند انتہیٰ وہم شاہ ولی اللہؒ در مکتوب مدنی در ص۱۸۶ نوشتہ لا یقال الصوفیۃ یلتزمون ان الحقائق الامکانیۃ اعتبارات واضافات لاحقۃ بالوجود لانا نقول

بطریق حکایت تھا۔ یعنی حق تعالیٰ کی طرف سے حکایت کرتے ہوئے انہوں نے یہ کہا تھا۔ اور اگر یہ حکایت کے طریق پر نہ ہو۔ بلکہ اس میں حلول اور اتحاد کا شائبہ ہو۔ تو پھر ایسا کہنے والوں کی ہم اسی طرح تردید کریں گے۔ جس طرح نصاریٰ کی تردید کرتے ہیں۔ اور اسی مکتوب شریف میں یہ بھی مرقوم ہے کہ حضرت مجدد فرماتے ہیں کہ جو کچھ یہ فقیر ان بزرگوں کے "ہمہ اوست" کے اطلاقات سے معنیٰ سمجھتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہ تمام جزئیات متفرقہ جو حادث ہیں یہ سب اُس ذات واحد کا ظہور ہے اور میں کہتا ہوں کہ اس عبارت کا ایک اور معنیٰ بھی ہے۔ جو حلول واتحاد سے بہت دُور ہے یعنی تمام اشیاء نیست ہیں موجود تو وہی ذات باری تعالیٰ ہے یعنی تمام چیزوں کا وجود ذات باری تعالیٰ کے وجود کے مقابلہ میں نیست کے حکم میں ہے۔ یہ معنیٰ نہیں کہ تمام چیزیں موجود ہیں اور اس کے ساتھ متحد ہیں ایسا تو کوئی بے وقوف بھی نہیں کہہ سکتا چہ جائیکہ ایسے بڑے بڑے بزرگ ایسا کہیں معاذ اللہ۔ شرح رباعیات میں ص۶ میں حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں۔ یہ بات جان لینی چاہیئے کہ عالم کا خارج میں موجود ہونا۔ اور اشیاء کا ظہور جیسا کہ آگ کی حرارت پانی کا ٹھنڈا پن یہ اجلی بدیہیات میں سے ہے۔ ممکن نہیں ہے۔ کہ کوئی شخص عقل کی سلامتی کے ساتھ اس میں شک کر سکے۔ اور نیز حضرت شاہ ولی اللہؒ نے مکتوب مدنی ص۱۸۶ میں لکھا ہے کہ "یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ صوفیہ کرام اِن بات کا التزام کرتے ہیں کہ حقائق امکانیہ محض اعتبارات اور اضافات ہیں جو وجود کے ساتھ لاحق ہوتے ہیں۔

الصوفیۃ یقولون بالنار غیر الماء وھما غیر الھواء وان الانسان غیر فرس وان کان الوجود یشملھا کلھا۔ فلاجرم انھم ارادوا من الاعتبارات والاضافات معنی لایزاحم ھذا التغایر الذی یکون منشاء لاختلاف الاحکام والصوفیۃ حیث قالوا العالم عین الحق ما ارادوا نفی الوجودات الخاصۃ بل ارادوا افادۃ معنی الظھور فکما ان المعقولی یقول زید وعمرو واحد یعنی بہ التماثل فی النوع ویقول الانسان والفرس واحد یعنی الاشتراک فی الحیوانیۃ فکذلک الصوفیۃ یقولون العالم عین الحق یعنون تعینہ کلہ فی الوجود المنبسط ای الصادر الاول۔

ودر شرح رباعیات در مش شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ از صدر قونوی نقل فرمودہ این وجود منبسط صادر اول است از ذات الٰہیہ۔ شیخ محی الدینؒ اطلاق اسم حق بران حقیقت تحاشی ندارد کسے را بروے استدراک و اعتراض نیست کہ بجز صدق محض قصد نہ کردہ آرے اگر او را

کیونکہ ہم (صوفیہ کرام کی طرف سے جواب دیتے ہیں) کہتے ہیں کہ صوفیہ کہتے ہیں کہ آگ پانی سے مغائر ہے اور یہ دونوں ہوا سے مغائر ہیں اور اسی طرح انسان گھوڑے سے مغائر ہے۔ اگرچہ وجود ان سب کو شامل ہے۔ تو ضروری بات ہے۔ کہ صوفیہ کرام اعتبارات اور اضافات سے ایسا معنی نہیں مراد لیتے جو اس تغائر کے مخالف ہو وہ تغائر جو احکام کے مختلف ہونے کا منشاء ہے (اسی طرح اس مکتوب میں شاہ صاحب فرماتے ہیں) صوفیہ جہاں یہ کہتے ہیں کہ عالم عین حق ہے تو اس سے وجودات خاصہ کی نفی نہیں کرتے۔ (یہ نہیں کہتے ہیں کہ خارجی اشیاء کا وجود ہی نہیں) بلکہ وہ یہ مراد لیتے ہیں۔ کہ اشیاء کا ظہور حق تعالیٰ سے ہے جیسے ایک معقول کہتا ہے کہ زید و عمرو ایک ہیں تو اس کی مراد تماثل فی النوع ہوتا ہے یعنی دونوں کی نوع ایک ہے۔ اور ایسے ہی جب کہتا ہے کہ انسان اور فرس ایک ہے تو اس کی مراد حیوانیت کے اندران کا اشتراک ہوتا ہے تو اس طرح صوفیہ کرام کہتے ہیں۔ کہ عالم عین حق ہے۔ اور مراد لیتے کہ عالم سب کا سب وجود منبسط میں متعین ہے۔ یعنی صادر اول ہیں۔

اور شرح رباعیات حضرت شاہ ولی اللہؒ نے صدر الدین قونویؒ سے نقل کیا ہے کہ یہ وجود منبسط صادر اول ہے۔ ذات الٰہی سے اور حضرت شیخ محی الدین بن عربیؒ اس پر اسم حق کے اطلاق کرنے سے گریز نہیں کرتے۔ کسی کو ان پر استدراک اور اعتراض نہیں ہے۔ کیونکہ انہوں نے سوائے صدق محض کے اور کچھ بھی قصد نہیں کیا۔

مبدع و مجہول گفتے از تشویش اذہان سامعین دور بودے۔ واللہ اعلم

مولانا روم در مثنوی شریف ذکر کردہ کہ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُوْنَ" کہ بایزید بسطامی قدس سرہٗ گفتہ فی الحقیقت بایزید نہ گفتہ بلکہ بایزید مانند شجرہ موسویہ گشتہ واز ہوش و حواس رفتہ متکلم حق تعالیٰ بود۔ چنانچہ در آیت شریفہ است "نَادَیْنَاہُ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ یّٰمُوْسٰی اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ" وچنانچہ جن در آدمی مے گیرد و متکلم جن باشد۔ مردماں گماں مے کنند کہ آدمی متکلم است فی الحقیقت متکلم جن است۔ ہم چنیں متکلم دریں جا بایزیدؒ نہ بود۔ مثنوی

چوں پری غالب شود بر آدمی ... مے برد از مرد وصف مردمی

در پری ایں حال ایں قانون بود ... پس پری را کرد گارے چوں بود!

قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ در کلمات طیبات صـ۱۲۷ فرمودہ در کلام اولیاء اللہ متشابہات اند کہ عقل از ادراک آں قاصر است، آں معانی کہ بر اولیاء مکشوف مے شود برائے آنہا الفاظ موضوع نیستند

لیکن اگر شیخ اکبرؒ اس پر مُبدَع اور مجہول (یعنی معلوم الانیہ مجہول الکیف) کا اطلاق کر دیتے تو سننے والوں کے اذہان تشویش سے دور ہوتے اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جاننے والا ہے۔

حضرت مولانا روم نے مثنوی میں ذکر کیا ہے کہ "لا الٰہ الا انا فاعبدون" جو کہ بایزید بسطامیؒ نے کہا ہے۔ فی الحقیقت بایزید اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس درخت کی طرح تھے۔ اور ہوش و حواس سے نکل چکے تھے اور متکلم حق تعالیٰ تھا جیسا کہ اس آیت میں ہے کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پکارا درخت سے کہ اے موسیٰ بے شک میں اللہ ہوں"۔ اور جس طرح کہ جن انسان کے جسم میں داخل ہو جاتا ہے اور جن ہی کلام کرتا ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ آدمی بولتا ہے۔ حالانکہ بولنے والا جن ہے۔ اس طرح یہاں بھی بولنے والے بایزید نہ تھے۔ مثنوی

جب جن آدمی پر غالب آجاتا ہے ... تو آدمی سے آدمیت کے وصف کو سلب کر لیتا ہے

جب جن میں یہ حال اور قانون ہے ... تو جن کے خالق کی قدرت اور کرشمہ کیا ہوگا

کلمات طیبات میں حضرت قاضی ثناء اللہؒ کا قول نقل کیا ہے۔ کہ انہوں نے فرمایا ہے۔ کہ اولیاء اللہ کے کلام میں بہت سے متشابہات ہوتے ہیں۔ کہ عقل ان کے ادراک سے قاصر ہوتی ہے۔ وہ معانی جو اولیاء اللہ پر مکشوف (ظاہر) ہوتے ہیں ان کی تعبیر کے لئے الفاظ نہیں ہیں۔

ناچار باستعارات و مجازات تکلم مے فرمایند ؎

درنیابد حال پختہ ہیچ خام　　پس سخن کوتاہ باید والسلام

بالجملہ معانی ظاہری مراد ایشاں نیست از مکشوفات در عالم مثال کلام مے کنند بعضے معانی ظاہرہ فہمیدہ ادعاء مے کنند و انہا مراد ایشاں نیست، و بعض معانی ایشاں بنہجے فہمیدند۔ و بعض بنہج دیگر۔ در ذات و صفات الٰہی بجز آنچہ متحقق باوراک عقل و آیات و احادیث است تکلم نباید کرد۔ وَ لَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰئِکَ کَانَ عَنْہُ مَسْئُوْلًا۔

چوں در حقوق عباد ایں است در ذات تعالیٰ چگونہ گفتن بلا تحقیق جائز باشد و آنچہ اولیاء گفتہ اند معانی دیگر مراد داشتہ اند۔ در انتباہ شاہ ولی اللہؒ فرمودہ در ۸۰ از مکتوب شیخ عبد النبیؒ در طریق آدم بنوریؒ استغراق تمام پیدا کنند بنہجے کہ اشیاء را بغلبہ شہود احاطہ و معیت او تعالیٰ عین حق دریابد۔

مجبوراً استعارہ اور مجاز سے وہ کلام کرتے ہیں (مولانا رومیؒ فرماتے ہیں)

کسی خام آدمی کا پختہ حال نہیں ہو سکتا۔ پس بات مختصر کرنی چاہیئے اور سلام

خلاصہ یہ ہے۔ کہ معانی ظاہری ان بزرگوں کی مراد نہیں بلکہ عالم مثال میں جو کشف سے ان پر ظاہر ہوتا ہے ان کے بارہ میں یہ کلام تے ہیں۔ بعض لوگوں نے ان کے ظاہری معانی سمجھنے کا دعویٰ کیا ہے۔ حالانکہ ان بزرگوں کی مراد یہ قطعاً نہیں اور بعض نے ان کے معانی ایک خاص طریقہ پر سمجھے ہیں اور بعض نے کسی دوسرے طریقہ پر۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ ذات اور صفات الٰہی میں جو چیز آیات و احادیث سے ثابت ہے یا عقل کے ادراک کے مطابق محقق ہے اس کے سوائے کوئی بات نہ کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اور اس چیز کے پیچھے نہ پڑو جس کا تمہیں علم نہیں بیشک کان، آنکھیں، اور دل ان سب سے سوال کیا جائے گا جب حقوق العباد میں یہ بات ہے تو ذات الٰہی کے بارہ میں کس طرح بلا تحقیق گفتگو کرنی جائز ہوگی اور جو کچھ اولیاء کرام سے ثابت ہے۔ یا انہوں نے جو گفتگو کی ہے۔ ان کی مراد وہ نہیں ہے جو ظاہری طور پر سمجھی جاتی ہے۔ بلکہ اس کا مطلب کچھ اور ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ص ۸۰ میں فرمایا ہے۔ شیخ عبد النبی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوب سے نقل کرتے ہوئے کہ حضرت آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ میں استغراق تام پیدا کرتے ہیں اس حد تک کہ سالک اشیاء کو شہود کے غلبہ کے باعث عین حق پاتا ہے۔

ایں را در اصطلاح ایں طائفہ توحید وجودی مے گویند۔ واگر اشیاء را گم کردہ مشاہدہ یعنی در عالم مثال جمال ذوالجلال وراء اشیاء کردہ واشیاء را از نظر انداخت۔ ایں را توحید شہودی خوانند اما ہنوز وصول مطلوب حقیقی بے تلبیس اشیاء نباشد الخ بعدہٗ اگر پیر کامل خواہد بود از ورطہ تجلیات ومشاہدات بتوجہ خود مرید را برآوردہ از تجلیات ومشاہدات خالی خواہد ساخت حتیٰ کہ معلوم ہیچ نماند بجز نور یقین۔

خلاصہ ایں کہ مدار سلوک بر مکاشفات عالم مثال است۔ ہر کسے بطور مکشوف خود تکلم کردہ پس باید۔ کہ اولاً اذکار بسیار کند بآں طریق کہ بیان کردم وتوجہات شیخ اخذ کند پس ہر آنچہ بروے مکشوف شود اگر موافق شرع شریف باشد اعتبار را دارد والا نہ وآنچہ بریں بندہ حالات آمدہ وبوجدان یافتہ قدرے ازاں مے نویسیم ان شاء تعالیٰ۔

اور اس کو ان کی اصطلاح میں توحید وجودی کہتے ہیں۔ اور اگر اشیاء کو گم کرکے اور عالم مثال میں جمال ذوالجلال کو اشیاء کے پیچھے مشاہدہ کرے اور اشیاء کو نظر انداز کردے تو اس کو توحید شہودی کہتے ہیں لیکن ابھی بھی مطلوب حقیقی تک وصول بغیر اشیاء کی تلبیس کے نہیں ہوتا۔ اسکے بعد اگر اس سالک کا پیر کامل ہوگا تو وہ اپنی توجہ سے مرید کو تجلیات ومشاہدات کے ہجوم سے خالی بنادے گا حتیٰ کہ سوائے نور یقین کے اس کو اور کچھ بھی معلوم نہیں ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ سلوک کا مدار مکاشفات اور عالم مثال پر ہے۔ ہر ایک سالک اپنے کشف کے مطابق گفتگو کرتا ہے پس چاہیئے کہ سب سے پہلے اذکار کی کثرت کرے اس طریق پر جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔ اور اپنے شیخ کی توجہات کو جذب کرے پھر اس پر جو کچھ کشف سے ظاہر ہو۔ اگر شریعت کے مطابق ہو تو قابل اعتبار ہے۔ ورنہ لائق اعتبار اور قابل توجہ نہیں۔ اور وہ جو کچھ اس بندہ (حضرت مولانا حسین علیؒ) پر حالات ظاہر ہوئے ہیں۔ اور جن کو اپنے وجدان سے معلوم کیا ہے ان میں سے کچھ ہم تحریر کرتے ہیں انشاء اللہ۔

ؔ۱ حضرت شاہ رفیع الدینؒ "تکمیل الاذہان" میں فرماتے ہیں کہ حضرت مجددؒ نے یہ سمجھا ہے۔ کہ وحدۃ الوجود والوں کی غرض اسکے اثبات سے یہ ہے۔ کہ توحید وجودی کی معرفت سے اثنینیت (دوئی) کا زوال ہوجاتا ہے۔ اور قائیت پوری طرح حاصل ہوجاتی ہے اور کمال وصل جیسا کہ اولیاء کرام کے نزدیک معروف ہے عارف اسسے ہمکنار ہوجاتا ہے اور یہ چیز عابدیت ومعبودیت کے جہت کے احکام میں حفظ آداب اور کمال اطاعت سے حاصل نہیں ہوسکتی۔

۱۲ سواتی

توجہ شیخ

بداں اے برادر توجہات شیخ دریں راہ ضروری است لاسیما در طریقہ نقشبندیہ ولاسیما مجددیہ۔ و شیخ چوں توجہ مے کند مرید را روبروئے خود مے نشاند۔ ودر انہار اربعہ است وطریقہ توجہ نمودن مشائخ بر طالبانِ حق جل وعلا۔ ایں است کہ متوجہ شود شیخ بسوئے نفس خود در نسبتے کہ القائش بہ طالب منظور است وبہمت تامہ قویہ نماید برائے انتقال او از خود بسوئے طالب پس منتقل مے شود موافق استعداد آں و وقتیکہ طالب غائب باشد تصور صورتش نمودہ توجہ غائبانہ مے فرمایند و کارش را بانجام رسانند انتہی ومعنی صورت ما یمیز بہ الشئی عند العقل است یعنی پیر ارادہ و دعا وحصول فیض غائبانہ بطرف او مے کند وہم چنیں مرید خیال بطرف پیر کردہ التجا بدرگاہ الٰہی مے نماید کہ خدایا فیض ایشاں بمن برساں "اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم" دال است بریں امر و صورت پیر را تصور کردہ التجا نماید بدرگاہ

توجہ شیخ

اے برادر تمہیں معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ اس راہ میں (راہ سلوک میں) شیخ کی توجہات بہت ضروری ہیں۔ بالخصوص طریقہ نقشبندیہ اور مجددیہ میں توجہ شیخ بہت اہم ہے۔ شیخ جب توجہ کرتا ہے۔ تو مرید کو اپنے سامنے بٹھاتا ہے۔ انہار اربعہ میں مذکور ہے۔ کہ مشائخ کی توجہ کا طریقہ طالبانِ حق کے لئے اس طرح ہے۔ کہ شیخ اپنے نفس کی طرف توجہ کرے اس نسبت میں جس کا القاء مرید پر منظور ہے۔ اور ہمت تامہ قویہ یعنی کامل درجہ کی توجہ صرف کرے، اس نسبت کے منتقل کرنے کے لئے اپنے آپ سے اس طالب کی طرف تو اس طالب کی استعداد کے مطابق وہ نسبت منتقل ہوگی یعنی جیسی اس طالب کی استعداد ہوگی اگر استعداد کامل ہوتی تو نسبت بھی کامل درجہ کی منتقل ہوگی۔ اگر استعداد ناقص ہوتی تو نسبت بھی اسی درجہ کی منتقل ہوگی۔ اور جس وقت طالب سامنے موجود نہ ہو۔ تو شیخ اس کی صورت کا تصور کرکے غائبانہ توجہ کرے۔ اور اس طالب کے کام کو انجام تک پہنچائے۔ اور صورت کے تصور کا معنیٰ یہ ہے۔ کہ جو چیز عقل کے نزدیک دوسری چیزوں سے ممتاز ہوتی ہے یعنی پیر ارادہ دعا وحصول فیض غائبانہ اس مرید کی طرف کرے۔ اور اسی طرح مرید اپنا خیال پیر کی طرف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے سامنے التجا کرے کہ اے خداوند کریم ان کا فیض مجھ تک پہنچائے۔ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت اس پر دلالت کرتی ہے۔ اور مرید پیر کی صورت کو تصور کرکے التجا کرے اللہ تعالیٰ کے سامنے کہ ان کے واسطے سے

الٰہی کہ بواسطہ ایشاں فیوضات بمن برساں۔ و معنی صورت ما یمیز بہ الشئی عند العقل است والا آناں را کہ ندیدہ است چگونہ خیال صورت آنہا بکند۔ و گاہے خود را عین پیر تصور نماید یعنی التجا نماید کہ خداوندا مرا در مقام پیر بہرہ عنایت فرما۔

تصور شیخ

و در ملفوظات حضرت مرزا قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہ الاقدس در صـ۲۷ مرقوم ، در وقت غلبہ خواطر التجاء و تضرع بجناب الٰہی باید نمود و صورت مرشد نصب العین داشتہ بواسطہ او التماس ازالہ امراض باطنی باید فرمود معنی صورت ما یمیز بہ الشئی عند العقل یعنی توسل مرشد دعا طلب کند و توسل بطریق صلوٰۃ و دعا بہتر است پس چوں سالک در اذکار شغل کرد و از شیخ توجہ اخذ کرد و رابطہ را لازم شد یعنی درود باطنی لازم کرد پس اولاً بر لطائف خمسہ حرکت گاہے سوزش گاہے ثقالت گاہے نیستی گاہے و دیگر حالات مے آیند

فیوضات مجھ تک پہنچائے اور صورت کا معنیٰ ہے جو چیز عقل کے نزدیک ممتاز ہو۔ ورنہ جن بیران کرام کو اس نے دیکھا ہی نہیں ان کی صورت کا خیال کس طرح کرے گا۔ اور کبھی یہ ہوتا ہے۔ کہ مرید اپنے آپ کو عین پیر تصور کرتا ہے۔ یعنی وہ التجا کرتا ہے۔ کہ اے خداوند کریم مجھ کو پیر کے مقام میں بہرہ ور کردے اپنی عنایت سے اس کے مقام میں مجھے فائض اور قائم کردے یعنی جو فیوض پیر کو حاصل ہوئے ہیں وہ بعینہٖ مجھے حاصل ہوں۔

تصور شیخ

حضرت مرزا جان جاناںؒ کے ملفوظات صـ۲۷ میں مرقوم ہے۔ کہ جس وقت سالک پر خواطر (خیالات) کا غلبہ ہو۔ تو اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے دعا اور عاجزی کرنی چاہیئے۔ اور اپنے مرشد کی صورت سامنے لاتے ہوئے اس کے توسط سے امراض باطنی کے ازالہ کے لئے۔ اللہ تعالےٰ سے التماس کرنا چاہیئے۔ اور صورت کو سامنے رکھنے سے مراد یہ ہے کہ وہ صورت و شکل عقل میں باقی اشیاء سے ممتاز ہو (صرف یہی مراد ہے نہ کہ اس کو حاضر و ناظر خیال کرنے لگ جائے کیونکہ یہ تو شرکیہ اعتقاد ہے) یعنی مرشد کے توسل سے دعا طلب کرے اور توسل بطریق صلوٰۃ و دعا سب سے بہتر ہے۔ پس جب سالک اذکار میں مشغول ہو۔ اور شیخ سے توجہ اخذ کرے اور رابطہ کو لازم پکڑے یعنی درود باطنی کو لازم کرے۔ تو اوّلاً لطائف خمسہ پر حرکت کا ظہور ہوگا۔ یعنی کبھی سوزش کبھی ثقل کبھی نیستی اور کبھی دوسرے حالات آئیں گے۔

⁂

بازبرلطیفہ نفس بازبرلطیفہ قالب حرکت و امثال آں جاری شود، بازمراقبہ برقلب مے کنند یعنی انتظار فیض۔

جذبہ ارادت جمعیت حضور

درہدایت الطالبین ص۱۶ است اکابر نقشبندیہ اصل کار برجمعیت و حضور داشتہ بصور و اشکال غیبی متوجہ نمی شوند و کشوف و انوار را چنداں اعتبار نہ نہند۔ طالب را بحصول چار چیز رغبت مے فرمایند۔ جمعیت، حضور، وجذبہ وارادت، کشش لطائف را کہ بطرف فوق مے شود جذبات مے گویند و ارادت عبارت است از وارد شدن حالے از فوق برقلب کہ طاقت تحمل آں داشتن متعسر است وہمیں واردات را عدم و وجود عدم مے گویند۔ و در ص۱۴ است و جمعیت عبارت از بے خطرگی یا کم خطرگی قلب است وحضور عبارت از پیدا شدن توجہ است در قلب بسوئے حق سبحانہ۔

اگر خطرہ مانع حضور ص۲۵ تا چہار گھڑی نشود شروع در دائرہ معیت بکنند۔ و دریں دائرہ استغراق و بیخودی و دوام حضور و توجہ حاصل مے شود۔ چوں توجہ احاطہ شش جہت نماید شروع در ولایت کبریٰ

اس کے بعد لطیفہ نفس پر خاص طور سے اثر ہوگا۔ اور پھر لطیفہ قلب پر حرکت نمودار ہوگی۔ یا اس قسم کے حالات جاری ہوں گے اس کے بعد قلب پر مراقبہ کرتے ہیں۔ یعنی فیض کا انتظار کرتے ہیں۔

جذبہ ارادت جمعیت اور حضور کا بیان

ہدایۃ الطالبین ص۱۶ میں ہے کہ اکابر نقشبندیہ نے اصل معاملہ جمعیت قلب اور حضور پر رکھا ہے۔ وہ غیبی صورتوں اور اشکال کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور کشف و انوار کا چنداں اعتبار نہیں کرتے۔ بلکہ طالب (سالک) کو چار چیزوں کے حصول کی رغبت دلاتے ہیں۔ ایک جمعیت، دوم حضور، سوم جذبہ، چہارم ارادت، لطائف کی کشش اوپر کی طرف ہو جائے اس کو جذبات سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور ارادت کا مطلب ہے ایسے حال کا اوپر سے قلب پر وارد ہونا جس کے تحمل کی طاقت دشوار ہوتی ہے۔ اور اسی واردات کو عدم اور وجود عدم کہتے ہیں۔ اور ص۱۴ میں ہے۔ کہ جمعیت عبارت ہے قلب کی بے خطرگی یا کم خطرگی اور حضور عبارت ہے اس کی قلب میں حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف توجہ پیدا ہو جائے۔

اگر چار گھڑی تک خطرہ حضور سے مانع نہ ہو۔ یعنی اس وقفہ میں حضور تام حاصل ہو اور خطرہ اس میں مخل نہ ہو تو سالک معیت کے دائرہ میں قدم شروع کر دیتا ہے۔ اور اس دائرہ میں استغراق بے خودی اور دوام حضور اور توجہ حاصل ہوتی ہے جب توجہ جہات شش گانہ کا احاطہ کر لیتی ہے۔ تو ولایت کبریٰ

شود - دارالمعارف ص۱۲۹ کمال استہلاک واضمحلال حاصل شود علامت تمامیت دوائر کبریٰ است نیض کہ بدماغ تعلق داشتہ باشد بسینہ متعلق شود وسعت در تمام سینہ عموماً ودر محل اخفیٰ خصوصاً مے شود باز دراسم الظاہر شروع شود - آں گویا اتمام ماسبق است - ھذا فی ملفوظات سیدنا محمد عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ -

ولایت علیا وصل عریانی

باز در ولایت علیا صورت مثال دائرہ علیا مانند خطوط شعاع آفتاب است ، ودر کمالات وصل عریانی حاصل شود - در دارالمعارف ص۲۲ وصل عریانی عبارت از تجلی ذاتی است ، چوں از لطیفہ نفس معاملہ بالا رود استہلاک واضمحلال زیادہ تر گردد در ہدایۃ الطالبین است در ص۲۹ وسعتے در تمام بدن پیدا شود - احوال لطیف بر تمام قالب مے آید ودر دارالمعارف ص۶۲ در حقائق سبعہ لطافت بساطت ووسعت بے کیفیہا در نسبت باطن بہم رسد ودر ص۳۵ ھدایت الطالبین است علو وسعت باطن

کا درجہ شروع ہوجاتا ہے ، دارالمعارف میں ص۱۲۹ میں مرقوم ہے کہ جب کمال درجہ کا استہلاک اور اضمحلال حاصل ہوجائے - تو یہ دوائر کبریٰ کے تمام ہونے کی نشانی ہے - اور پھر جو فیض دماغ سے تعلق رکھتا ہے - وہ سینہ سے متعلق ہوجاتا ہے - اور تمام سینہ میں وسعت عموماً اور اخفیٰ کے مقام میں خصوصاً ظاہر ہوتی ہے - اس کے بعد پھر اسم ظاہر کا درجہ شروع ہوتا ہے - یہ گویا کہ تمام سابقہ مراتب کا اتمام ہے (تمام پہلے درجوں کا مکمل اور پورا کرنا) ہمارے مرشد حضرت خواجہ محمد عثمانؒ کے ملفوظات میں یہ مرقوم ہے -

ولایت علیا اور وصل عریانی

پھر ولایت علیا کی مثالی صورت دائرہ علیا میں آفتاب کی شعاعوں کی طرح نمودار ہوتی ہے - اور کمالات میں وصل عریانی حاصل ہوجاتا ہے ، دارالمعارف ص۲۲ میں ہے - کہ وصل عریانی عبارت ہے تجلی ذاتی سے جب لطیفہ نفس سے معاملہ اوپر جاتا ہے تو استہلاک اور اضمحلال زیادہ ہوتا ہے - اور ہدایت الطالبین ص۲۹ میں ہے کہ تمام بدن میں وسعت پیدا ہوجاتی ہے - اور لطیف حالات تمام قالب (جسم) پر ظاہر ہوتے ہیں اور دارالمعارف ص۶۲ میں ہے کہ حقائق سبعہ میں لطافت اور بساطت اور وسعت کا رنگ اور باطنی نسبت میں بے کیفی پیدا ہوجاتی ہے اور ص۳۵ ہدایۃ الطالبین میں ہے - کہ علو (بلندی) اور وسعت باطن

بیش از بیش است۔ ودر ص۱۴۰/۱۴۱ ھدایۃ الطالبین است، ودر حقائق انبیاء انس خاص بحضرت ذات ومحبت خاص با حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاصل مے شود و بعض اشخاص را دوائر در عالم مثال در نظر مے آیند، ومے بینند کہ از مقامے بمقامے سیرے نماید یعنی در رویاء است ایں را صاحب کشف عیانی مے گویند وبعضے تبدل احوال و تغیر واردات را با دراک خود دریافت مے کنند و در عالم مثال نمے بینند ایں را صاحب کشف وجدانی مے گویند۔ و بندہ در ہر مقام پیش از سبق فرمودن مرشد خود مامور و ملہم بسبق فوقانی گشتہ وادراک حالات بوجدان یافتہ پس مامور شدن در مراقبہ ومطلع ساختن کہ ایں فلاں مقام است کم از دیدن دوائر نیست و در کلمات طیبات در ص۱۳۶ است۔ در عالم مثال قرب الٰہی بصورت قرب مکانی متمثل مے شود در رؤیت عالم مثال کہ آں را صوفیہ بکشف تعبیر مے کنند از قبیل رؤیاء در منام است در احیاناً در کشف غلط مے افتد انتہیٰ۔ پس دوائر دیدن یا ملہم شدن ودر مراقبہ دیدن کہ ایں فلاں مقام است یکساں است ودر د رالمعارف ص۹۲ است فرمودند

زیادہ سے زیادہ حاصل ہوتی ہے۔ اور ہدایت الطالبین کے ص۱۴۰/۱۴۱ پر یہ ہے۔ کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حقائق میں خاص قسم کا انس (موانست) ذات باری تعالیٰ کے ساتھ اور خاص محبت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاصل ہوتی ہے۔ اور بعض اشخاص کو یہ دائرے عالم مثال میں نظر آتے ہیں اور وہ دیکھتے ہیں کہ وہ ایک مقام سے دوسرے مقام کی سیر کر رہے ہیں۔ یعنی رؤیا میں اور کشف بھی رؤیا کے قبیل سے ہے۔ ایسے شخص کو صاحب کشف عیانی" کہتے ہیں۔ اور بعض اشخاص حالات کے تبدل اور واردات کے تغیر کو اپنے ادراک سے دریافت کرتے ہیں اور عالم مثال میں نہیں دیکھتے۔ ایسے اشخاص کو صاحب کشف وجدانی" کہتے ہیں (حضرت مولانا حسین علی اپنے بارہ میں فرماتے ہیں کہ) اور بندہ ہر مقام میں اپنے مرشد کے سبق دینے سے پہلے ہی مامور و ملہم ہو جاتا تھا۔ فوقانی سبق کے لئے۔ اور اپنے وجدان سے حالات کا ادراک کر لیتا تھا۔ پس مراقبہ میں مامور ہو جانا اور اطلاع پا لینا کہ یہ فلاں مقام ہے۔ یہ چیز دوائر کے دیکھنے سے کم نہیں۔ اور کلمات طیبات ص۱۳۶ میں مذکور ہے کہ عالم مثال میں قرب الٰہی بصورت قرب مکانی متمثل ہوتا ہے۔ اور عالم مثال کا دیکھنا جس کو صوفیہ کرام کشف سے تعبیر کرتے ہیں یہ از قبیل رؤیا منام ہے یعنی خواب میں جس طرح اشیاء دیکھی جاتی ہیں۔ اسی طرح عالم مثال میں بھی نظر آتی ہیں اور کبھی کبھی کشف میں غلطی بھی واقع ہو جاتی ہے پس دوائروں کا دیکھنا یا الہام کا ہونا یا مراقبہ میں دیکھنا کہ یہ فلاں مقام ہے یہ سب یکساں ہیں۔ اور در المعارف ص۹۲ میں ہے۔

که در کشف احتمال خطا و صواب هر دو است و وجدان متحمل خطا نیست۔ و در کلمات طیبات در ص۴۲
است شناخت تجلیات آلهیه که متصل بر بواطن ارباب محبت و معرفت وارد مے شود امرے دشوار
است بصر بصیرت تیز مے باید تا کشفیات و تجلیات جدا جدا معلوم گردد۔

بحث وجود و تنزلات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر
خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ ودر ص۱۱۱ مقامات مظہری در مکتوب سوم۔ مرتبہ علم
واجب متضمن دو منزل وجوبی است یعنی وحدت واحدیت ہر دو عبارت است از ملاحظہ او
سبحانہ شیونات وصفات خود را اجمالاً وتفصیلاً در مرتبہ علم و مے گویند کہ در خارج غیر از وجود واحد
ہیچ شئی را تحقق وثبوتے نیست وکثرت مرئیہ در مرتبہ وہم کائن است۔ مراد قوم از اطلاق وہم دریں
مرتبہ آں است کہ ایں کثرت را حقیقتے دیگر نیست ہماں وجود واحد دریں مرآۃ وجود منبسط بتجلیات کثرت

حضرت شاہ غلام علیؒ نے فرمایا کہ کشف میں احتمال خطاء وصواب دونوں کا ہے۔ اور وجدان خطاء کا متحمل نہیں،
اور کلمات طیبات ص۴۲ میں ہے۔ کہ تجلیات الٰہیہ کی شناخت جو برابر اہل محبت ومعرفت کے باطن پر
وارد ہوتی رہتی ہیں بہت دشوار معاملہ ہے۔ بصیرت کی نگاہ تیز ہونی چاہیئے۔ تاکہ کشفی امور اور تجلیات
جدا جدا معلوم ہوں۔

وجود اور تنزلات کی بحث

بنام خدائے بخشندہ ومہربان۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا مربی ہے اور
درود ورحمت نازل ہو اس کی مخلوق میں سب سے بہتر ہستی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اہل اور صحابہ پر
مقامات مظہری ص۱۱۱ مکتوب ۲۳ میں ہے۔ کہ مرتبہ علم واجب جو کہ مشتمل ہے منزل میں یہ وجوبی ہے یعنی
وحدت اور واحدیت دونوں عبارت ہیں حق سبحانہ وتعالیٰ کے اپنے صفات اور شیونات کو اجمالاً وتفصیلاً علم کے
مرتبہ میں ملاحظہ کرنے سے۔ اور کہتے ہیں (یعنی مشائخ کرام) کہ خارج میں سوائے وجود واحد کے کسی چیز کے لئے
تحقق اور ثبوت نہیں ہے۔ اور کثرت جو دکھائی دیتی ہے یہ کائن کا وہم ہے۔ اور مراد ان کی اس مرتبہ میں وہم کے
اطلاق سے یہ ہے۔ کہ کثرت کے لئے کوئی اور حقیقت نہیں۔ وہی وجود واحد ہے۔ جو وجود منبسط کے آئینہ میں
کثرت تجلیات سے متجلی ہوا ہے الخ۔

متجلی شدہ است الخ در کلمات طیبات ورق ۱۸۶ در مکتوب مدنی از شاہ ولی اللہ صاحبؒ است "اختلفت
فی الوجود المنبسط علیٰ ہیاکل الموجودات فقال الصدر القونویؒ انہ صادر من الذات الالٰہیۃ
وقال مولانا الجامیؒ الفرق بین الذات الالٰہیۃ والصادر الاول اعتباری حیث قال۔ تحقیق
آنست کہ فیض ہماں ذات مفیض است اما باعتبار عموم وانبساط قال الشاہ ولی اللہؒ والحق عندی
ھو المذھب الاول کیف وتمایز الوجودات الخاصۃ فی الاحکام وثبوتہا فی انفسہا من اجلی
البدیہیات فالتنزل الذی بہ یحصل ھذہ الاشیاء من المنزلۃ الثانیۃ لا محالۃ۔ والا لم یکن
بین الافراد وبین نوعہا الا الفرق الاعتباری المنقطع بانقطاع الاعتبار، وکذالک بین
کل خاص وعام الیٰ ان یرتقی الامر الی الذات الالٰہیۃ۔ ودر ہمیں مکتوب حضرت مرزاؒ است
ظاہر در وجود منبسط آثار واحکام صور علمیہ است نہ آں صور بنفسہا "لان الاعیان الثابتۃ ما شمت
رائحۃ الوجود" پس تعین اول یعنی اجمال علم الٰہی یعنی ملاحظہ او سبحانہ صفات خود را اجمالاً و ایں را وحدت

اور کلمات طیبات صفحہ ۱۸۶ میں شاہ ولی اللہؒ کے مکتوب مدنی میں ہے کہ مشائخ کے اقوال وجود منبسط کے متعلق
جو تمام موجودات کے اجسام پر پھیلا ہوا ہے مختلف ہیں حضرت شیخ صدرالدین قونویؒ فرماتے ہیں کہ یہ وجود
صادر ہے ذات الٰہیہ سے۔ اور حضرت مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ ذات الٰہیہ اور صادر اول میں فرق اعتباری
ہے۔ جیسا کہ مولانا جامیؒ نے فرمایا ہے۔ کہ فیض دراصل وہی ذات مفیض ہے۔ البتہ عموم اور انبساط کے اعتبار
سے۔ حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک حق پہلا مذہب ہے۔ کیونکہ وجودات خاصہ کا احکام
میں باہم ممتاز ہونا۔ اور ان مختلف اشیاء کا اپنے مقام پر ثبوت اجلی البدیہیات سے ہے پس وہ تنزل جس
سے یہ اشیاء کا وجود حاصل ہوتا ہے۔ لامحالہ یہ مرتبہ ثانیہ میں ہے۔ اور اگر ایسا تسلیم نہ کیا جائے۔ تو پھر افراد اور
ان کی انواع میں صرف فرق اعتباری ہی رہ جائیگا۔ جو منقطع ہوجاتا ہے۔ اس اعتبار کے انقطاع سے اور اسی طرح
ہر خاص وعام کے درمیان بھی یہی بات ہوگی۔ یہاں تک یہ سلسلہ ذات الٰہیہ تک مرتقی ہوجائے۔

اور اسی مکتوب میں ہے۔ حضرت مرزاؒ نے فرمایا ہے۔ کہ ظاہر وجود منبسط میں صور علمیہ کے
آثار واحکام ہیں نہ خود وہ صورتیں۔ اس لئے کہ "اعیان ثابتہ نے تو وجود کی بو تک نہیں سونگھی" پس تعین
اول سے مراد اجمال علم الٰہی ہے یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا اپنی صفات کو اجمالاً ملاحظہ فرمانا اور اس کو وحدت

نامیدہ اند ماشمت رائحۃ الوجود، ونزد شیخ اکبرؒ ایں حقیقت محمدی ونزد امام ربانی قدس سرہٗ ایں ظل است از ظل حقیقت محمدی۔ وحقیقت محمدی حب است یعنی منشأ انتزاع، پس امر اعتباری شد۔ وکل ماسوی ذاتِ اللہ تعالیٰ وصفاتہ الحقیقۃ فھو مخلوق سواءٌ کان من الاعتبارات او من عالم المثال او الارواح او الاجساد، وظلال غیر متناہیۃ در عالم مثال مرئی مے شوند ودر خارج نیست الا ماخلق اللہ تعالیٰ مالا نعلم حقیقتہا۔ واز ارشاد الطالبین قاضی صاحب است در صـ۳۴ از کشف اولیاء ثابت است کہ اسماء وصفات الٰہی را ظلال اند مراد از ظلال آں است کہ لطائف اند از مخلوقات الٰہی کہ آں را نسبت تامہ است باسماء وصفات الٰہی کہ بدال مناسبت واسطہ مے شوند برائے رسانیدن فیض، ودر صـ۳۶ در پیدائش ظلال وساختن آں واسطہ برائے انسان حکمتے خواہد بود۔ انتہیٰ۔ اقول اشیائے کہ ظلال در عالم مثال ودال اند برآں لازم نیست کہ در خارج باشند۔ درعالم مثال، مثال ہر شئی است سواءٌ کان فی الخارج او کان منشأہٗ بحیثہٖ

کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اور شیخ اکبرؒ اس کو حقیقت محمدی کہتے ہیں۔ اور امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے نزدیک یہ ظل ہے۔ حقیقت محمدیہ کے ظلال میں سے۔ اور حقیقت محمدی حب ہے یعنی (اس ظل کا) منشاء انتزاع تو اس طرح یہ امر اعتباری ہوا۔ اور ہر وہ چیز جو ذات باری تعالیٰ اور اس کی صفات حقیقیہ کے ماسوا ہے۔ خواہ وہ اعتبارات ہوں یا عالم مثال یا عالم ارواح اور اجساد ہوں یہ سب مخلوق ہیں اور ظلال غیر متناہی عالم مثال میں دکھائی دیتی ہیں۔ اور خارج میں صرف وہی کچھ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ اور جس کی حقیقت کو ہم نہیں جانتے۔ اور قاضی ثناء اللہؒ نے ارشاد الطالبین صـ۳۴ میں فرمایا ہے۔ کہ اولیاء کرام کے کشف سے یہ بات ثابت ہے۔ کہ اسماء اور صفات کے ظلال ہیں۔ اور مراد ظلال سے یہ ہے۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے ایسے لطائف (لطیف چیزیں) ہیں کہ جن کو اسماء اور صفات الٰہی کے ساتھ مناسبت تامہ ہے۔ کہ اس مناسبت کی وجہ سے وہ واسطہ بن جاتی ہیں فیض پہنچانے کے لئے اور صـ۳۶ میں ہے کہ ظلال کے پیدا کرنے میں اور ان کے انسان کے لئے واسطہ بنانے میں اللہ تعالیٰ کی حکمت ہوگی۔ میں کہتا ہوں (حضرت مولانا حسین علیؒ) کہ جو چیزیں عالم مثال میں ظلال ہیں اور ان پر دلالت کرتی ہیں۔ یہ لازم نہیں کہ وہ خارج میں بھی موجود ہوں۔ عالم مثال میں تو ہر چیز کی مثال موجود ہے۔ خواہ وہ چیز خارج میں موجود ہو یا اس کا منشاء خارج میں ہو۔ اس طرح

ینتزع منه ما یکون هذہ الظلال امثالاً واللہ اعلم سبحانہ الخ۔ وحدیث اول ما خلق اللہ نوری ومراد ازاں بعض سادات حقیقت محمدی داشتہ، وایں حدیث درکتب احادیث یافتہ نشدہ مولانا رشید احمد گنگوہی درفتاوی رشیدیہ نوشتہ کہ شیخ عبدالحق نوشتہ کہ ایں را ہیچ اصلے ہست واللہ اعلم۔ حقیقت حال ایں است کہ حق تعالےٰ بصفات خود موجود است، ودیگر ہمہ چیز مخلوق او تعالیٰ وعلم ما یاں از احاطہ مخلوق او تعالیٰ عاجز است بعض اشیاء مخلوقہ ملائکہ اند بعض حملۃ العرش، وبعض دیگر وعالم ارواح ہم مخلوق اوست تعالیٰ وماہیت روح معلوم نیست" قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا ۔

عالم مثال

وعالم مثال ہم چیزے ہست۔ اعنی درخوابہا وکشفہا مثالہارا مثل اشیا شخص مثلاً بیند وتعبیر ازاں کرد وظن امرے بحسب تعبیر حاصل مے کند پس در عالم مثال یعنی خواب ورنوم یا درحالت نیستی کہ آں را

کہ ان ظلال کا ان سے انتزاع ہوسکے اور یہ ظلال ان کی مثال بن سکیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے! اور حدیث اول ما خلق اللہ نوری (یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا کیا) اور مراد اس سے بعض مشائخ کرام نے حقیقت محمدی لی ہے۔ لیکن یہ حدیث کتب احادیث میں دریافت نہیں ہوئی۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نے فتاویٰ رشیدیہ میں لکھا ہے۔ کہ حضرت شیخ عبدالحقؒ نے لکھا ہے کہ اس روایت کی کچھ اصل ہے۔ اور اللہ تعالےٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات کے ساتھ موجود ہے۔ باقی تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ اور ہمارا علم اللہ تعالےٰ کی مخلوق کے احاطہ کرنے سے عاجز ہے۔ بعض اشیاء مخلوقہ ملائکہ ہیں۔ اور پھر ان میں سے بھی بعض حاملین عرش ہیں۔ اور بعض اللہ تعالیٰ کی اور مخلوق ہے۔ عالم ارواح بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ اور روح کی ماہیت وحقیقت معلوم نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "آپ کہدیں روح میرے رب کے امر سے ہے اور تمہیں اس بارہ میں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔"

عالم مثال ـــــــ اور عالم مثال بھی ایک چیز ہے (تفہیم کی خاطر ہم اس کی تعبیریوں کر سکتے ہیں)، یعنی خواب میں اور کشف میں کوئی شخص مثالوں کو اشیاء کی طرح دیکھتا ہے۔ اور ان کی تعبیر کرتے ہوئے اپنے گمان کے مطابق ان کی تعبیر حاصل کرتا ہے۔ پس عالم مثال میں یعنی خواب میں جو نیند میں حاصل ہوتا ہے۔ یا نیستی کی حالت میں

کشف گویند چیزے بندہ مے بیند و تعبیر آں گماں کردہ بحسب تعبیر گمان غالب بحصول آں حالت کہ خواب تعبیر او دلالت براں مے کند حاصل مے کند پس بندہ باذکار بطرف حق سبحانہٗ و تعالیٰ قریب مے شود بہماں معنیٰ کہ مراد اوست تعالیٰ و در عالم مثال در خواب و کشف مے بیند کہ بفلاں دائرہ رسیدام و بظل فلاں صفت رسیدہ ام در خارج دائرہ موجود نیست۔ آنجا کہ خداست دائرہ کجاست۔ و ظلال غیر متناہیہ دیدن در عالم مثال و رسیدن از ظلے بظلے دال بر قرب بندہ است و مبشر است۔ ایں مراد نیست کہ ایں ظلال یقیناً در خارج موجود ہستند۔ در دائرہ ولایت صغریٰ ظلال صفات مے گویند۔ و در دائرہ کبریٰ صفات، ازاں صفات، صفات حقیقیہ مراد نیست بلکہ نسبت ظلال صغریٰ در عالم مثال اصول در نظر مے آیند و ہم چنیں حقائق الٰہیہ یعنی اسما، کہ تعلق آنہا بقرآن شریف، و کعبہ، و صلوٰۃ، باشد، در عالم مثال نظر مے آیند۔ و ایں اسما ہم صفات خارجیہ قدیم نیستند، و ہم چنیں حقائق انبیاء در عالم مثال نظر مے آیند۔ و آنچہ بوجدان حاصل مے شود، حرارت در لطائف و پختگی خیال ذکر و بے خودی

کہ جس کو کشف کہتے ہیں جو چیز بندہ دیکھتا ہے۔ اور اپنے خیال کے مطابق تعبیر کرتا ہے۔ پھر جو چیز کہ خواب میں معلوم ہوتی ہے۔ اور اس کی تعبیر اس پر دلالت کرتی ہے۔ اس چیز کے حصول کا گمان غالب ہوتا ہے۔ پس بندہ اذکار کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف قریب ہو جاتا ہے۔ اور اس قرب سے وہ ہی معنیٰ مراد ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک صحیح ہے۔ اور بندہ عالم مثال میں خواب اور کشف کے ذریعہ دیکھتا ہے۔ کہ میں فلاں دائرہ تک پہنچا ہوں یا فلاں صفت کے ظل تک پہنچا ہوں۔ خارج میں دائرہ موجود نہیں۔ اسلئے جہاں خدا ہے دائرہ کا وجود کہاں ہو سکتا ہے۔ اور ظلال غیر متناہیہ کا دیکھنا عالم مثال میں اور ایک ظل سے دوسرے ظل تک پہنچنا یہ بندہ کے قرب پر دلالت کرتا ہے اور اسکے حق میں بشارت ہے۔ یہ مراد نہیں کہ یہ ظلال خارج میں موجود ہیں۔ ولایت صغریٰ کے دائرہ میں ان کو ظلال صفات کہتے ہیں۔ اور ولایت کبریٰ کے دائرہ میں صفات سے حقیقی صفات مراد نہیں ہوتیں۔ بلکہ اس سے مراد ظلال صغریٰ کی نسبت ہے جو عالم مثال میں ایک اصول و بنیاد کی طرح نظر آتی ہے۔ اور اسی طرح حقائق الٰہیہ یعنی اسماء کہ جن کا تعلق۔ قرآن شریف، کعبۃ اللہ، صلوٰۃ سے ہے، عالم مثال میں نظر آتے ہیں۔ اور یہ اسماء بھی صفات خارجیہ قدیمہ نہیں ہیں اور اسی طرح حقائق انبیاء عالم مثال میں نظر آتے ہیں۔ اور جو چیز وجدان سے حاصل ہوتی ہے، وہ ہے لطائف میں گرمی۔ ذکر کے خیال کی پختگی اور ولایت صغریٰ میں بے خودی

در ولایت صغریٰ واستہلاک واضمحلال در کبریٰ وکمال ہمیں استہلاک در کمالات ووسعت نسبت باطن در حقائق الٰہیہ وکمال ہمیں وسعت در حقائق انبیا حصول محبت وانس خاص با رب العالمین و سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم است۔ ودر خوابہا بندہ بیند کہ ایں فلاں مقامات است یعنی چنانکہ قرب ظاہری با پادشاہ ایں چنیں مے شود۔ کہ نزدیک مکان او مے رود ونزدیک آثار صفات او مے رود۔ ہم چنیں در عالم مثال در خوابہا قرب معلوم می کند وبذات وصفات حقیقیہ رسیدن محال است وایں اذکار وحالات موجب ازدیاد محبت اند۔ گویا بندہ در محبت روز بروز ترقی مے کند وحق تعالیٰ ہم ایں را محبت مے کند وکمال درجہ محبت کہ در فہم ما عاجزاں مے آید۔ در عالم مثال دائرہ در نظر مے آید۔ آں را حقیقت محمدی یا احمدی یا حب صرف می نامند۔ چوں در عالم مثال دید کہ باآنجا رسیدہ ام۔ گویا بشارت کمال محبت وکمال محبوبیت بحسب اندازہ خویشی حاصل شد۔ وآں چیز کہ ایں دائرہ مثال آں چیز است آیا در خارج موجود است یا نہ ونام آں در خارج نور محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم است یا نہ

اور ولایت کبریٰ میں استہلاک اور اضمحلال ہے۔ اور کمال اسی کو کہتے ہیں۔ کہ کمالات کے اندر مستہلک ہو جائے۔ اور حقائق الٰہیہ کے متعلق باطنی نسبت میں وسعت پیدا ہو جائے اور اسی طرح حقائق انبیاء کے بارہ میں وسعت کا پیدا ہونا کمال ہے۔ اور اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص محبت اور انس کا حاصل ہونا کمال ہے۔ اور خوابوں میں بندہ دیکھتا ہے۔ کہ یہ فلاں مقامات ہیں۔ یعنی جس طرح بادشاہوں کا ظاہری قرب حاصل ہوتا ہے۔ تو ان کے مکان کے قریب جاتا ہے۔ اور ان کے صفات کے آثار کے قریب جاتا ہے۔ اسی طرح عالم مثال میں خوابوں کی شکل میں قرب معلوم کرتا ہے۔ ذات اور صفات حقیقیہ تک پہنچنا تو محال ہے۔ اور یہ اذکار اور حالات محبت کے زیادہ ہونے کا باعث ہیں۔ گویا کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں دن بدن ترقی کرتا رہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت کرتا ہے۔ اور محبت کا درجہ کمال ہم عاجزوں کی فہم میں جو آتا ہے۔ تو وہ عالم مثال میں دائرہ کی شکل میں نظر آتا ہے۔ اور اس کو حقیقت محمدی یا حقیقت احمدی یا حب صرف کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ جب سالک دیکھے کہ عالم مثال میں اس دائرہ کے مقام تک پہنچ گیا ہے۔ تو سمجھ لے کہ اپنے درجہ اور مرتبہ کے اعتبار سے اس کو کمال محبت اور کمال محبوبیت کی بشارت حاصل ہو گئی ہے۔ اور یہ امر کہ یہ دائرہ اس چیز کی مثال ہے۔ جو خارج میں موجود ہے یا نہیں۔ اور اس کا نام خارج میں نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے یا نہ۔

امرے است کہ بہیچ تحقیق آں ضروری نیست ونہ دلائلے کہ بحقیقت آں برسانند، و ما بآں تیقن کنیم
پس ذاتِ حق تعالیٰ موصوف بصفات کاملہ موجود است، و ہر چیز دیگر مخلوق، و بعض اشیاء در
عالم مثال در نظر مے آیند تعبیر ازاں کردہ مے شود۔ و حقیقت آنہا بلکہ حقیقت عالم مثال ہیچ درک نمی
آید و نہ ضرورت است نہ حقیقت لطائف معلوم ما است و نہ حقیقت آں چیز ہا کہ دوائر مثال آنہا
است و نہ ضرورت۔ پیراں بالہامات اذکار بر مواضع لطائف ذکر فرمودہ اند۔ تجربہ آثار اذکار در
آنجا یافتہ ایم۔ حقیقت لطائف ہرچہ باشد، باشد و در مقامات دیگر بحسب تجربہ نیستی و بے خودی
و استہلاک و اضمحلال و وسعت اندرونی یافتہ ایم۔ ہرچہ حقیقت آنہا باشد باشد۔ و در عالم مثال
ہر کسے خوابہا بطور متفرق مے بینند۔ چند اشخاص قریب یکدگر در نوعے۔ و چند دیگر بنوعے دیگر۔
و حالات وجدانیہ ہم متفرق اند۔ و خوابہا و کشفہا سالک مبشرات اند خواہ دوائر بینند۔ خواہ آں را بآواز
غیبی گفتہ شود کہ ایں فلاں مقام است خواہ در خواب بینند۔ مآل ہمہ واحد است۔ نہایت و اقصیٰ

یہ دوسری بات ہے جس کی تحقیق کی ضرورت نہیں۔ اور نہ ایسے دلائل ہیں جو ہمیں اس حقیقت تک پہنچا سکیں
اور ہمیں اس کا یقین حاصل ہو سکے۔ پس اللہ تعالیٰ کی ذات جو صفات کاملہ کے ساتھ موصوف ہے۔ وہ موجود
ہے اور باقی تمام چیزیں مخلوق ہیں۔ اور بعض اشیاء عالم مثال میں نظر آتی ہیں اور انکی تعبیر کی جاتی ہے ان کی
حقیقت اور اسی طرح عالم مثال کی حقیقت کا ادراک ہمیں کچھ بھی نہیں اور نہ اس کی ضرورت ہے۔ اور نہ ہمیں
لطائف کی حقیقت معلوم ہے۔ اور نہ ان چیزوں کی حقیقت جو دائرہ کی شکل میں نمودار ہوتی ہیں اور نہ ان
کی حقیقت معلوم کرنے کی چنداں ضرورت ہے۔ پیرانِ عظام نے الہامات سے لطائف کے مقامات پر
اذکار کا ذکر کیا ہے۔ اور ہم نے تجربہ سے اذکار کے آثار کو ان مواقع میں پایا ہے۔ آگے لطائف کی حقیقت خواہ
کچھ ہو۔ ہمیں اس سے سروکار نہیں۔ اور بعض دوسرے مقامات میں تجربہ سے نیستی (فنائیت) اور بے خودی اور
استہلاک و اضمحلال اور اندرونی طور پر وسعت ہم نے پائی ہے۔ اس کی حقیقت خواہ کچھ ہو۔ اور پھر عالم مثال
میں ہر سالک مختلف طریق پر خواب دیکھتا ہے۔ چند آدمی تو قریب قریب ایک نوع (طرز و نوعیت) سے
دیکھتے ہیں اور دوسرے کسی دوسرے طریقے پر دیکھتے ہیں۔ اور حالات وجدانیہ (الہامی اور کشفی حالات) بھی یکساں
نہیں بلکہ بہت کچھ ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اور یہ خواب اور کشف سالک کے لئے بشارات ہیں۔ خواہ
دوائر کی شکل میں دیکھے یا غیبی آواز سنے کہ یہ فلاں مقام ہے اور خواہ خواب (رؤیا) میں دیکھے۔ مآل اور انجام ان سب کا

منتہی روندگاں ایں راہ ایں است کہ عبادت بمحبت و اخلاص حاصل شود و معاملہ تعبد اللہ کانک تراہ حاصل شود و حالات باستقرا متفرقہ بر بندہا مے آیند۔ ضبط آں از طاقت بشر بیروں علم ماہیات آں مشکل و نہ ضرورت علم آں۔ و بشارات کہ بندگاں در خواب یا بند کہ تو قطب ہستی تو قیوم ہستی تو رسول تی تو ملک ہستی تو ملک الاملاک ہستی اگر از دخل شیطانی محفوظ باشند محمول بر تعبیر باشند و بندگان خدا تعالیٰ اقسام اند بعض انبیاء اند و علم آنہا بوحی اگر باشد جزمی است، و بعض از بندگان اند کہ علوم آنہا بامر و نہی خلق تعلق ندارد چنانچہ خضر علیہ السلام۔

قطب، غوث، ابدال

و حقیقت غوث و قطب مرا معلوم نیست اگر چیزے موافق شرع شریف و بطریق نفی شرک عنایاتے بر بندگاں فائض شوند بعید نیست۔ و درا صطلاح خویش نام غوث و قطب و ابدال نامند

ایک ہے۔ اس راہ میں چلنے والوں کی انتہائی تمنا اور آخری خواہش یہ ہوتی ہے۔ کہ عبادت الٰہی محبت اور اخلاص سے حاصل ہو۔ اور تعبد اللہ کانک تراہ (تم خدا کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو) والا معاملہ حاصل ہو جائے۔ اور استقراء سے معلوم ہوتا ہے کہ بندوں پر مختلف حالات آتے ہیں جن کا ضبط کرنا انسان کی طاقت سے باہر ہے اور ان حالات کی حقیقت اور ماہیت کا معلوم کرنا بھی ازبس دشوار امر ہے اور نہ اس کی ضرورت ہے، اور اس قسم کی بشارتیں جو بندوں کو خواب کے ذریعہ معلوم ہوتی ہیں کہ تم قطب ہو، یا تم قیوم ہو یا تم رسول ہو، یا فرشتہ ہو یا ملک الاملاک ہو: یہ اگر شیطانی دخل سے محفوظ ہوں تو ان کو کسی نہ کسی تعبیر (صحیح) پر محمول کیا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کی بھی بہت سی مختلف قسمیں ہیں بعض انبیاء ہیں ان کا علم اگر بذریعہ وحی ہو تو پھر وہ قطعی اور جزمی ہوتا ہے۔ اور بعض بندے ایسے ہیں کہ ان کے علوم کو مخلوق کی امر و نہی سے کچھ تعلق نہیں ہوتا جیسا کہ خضر علیہ السلام کے علوم جو صرف تکوینات سے تعلق رکھتے ہیں۔

قطب، غوث ابدال وغیرہ کی تحقیق

اور غوث و قطب کی حقیقت مجھے معلوم نہیں اگر کوئی چیز شرع کے مطابق اور شرک کی نفی کی شکل میں بندوں پر کچھ اللہ تعالیٰ کی عنایات فائض ہوں تو کچھ بعید نہیں۔ اور پھر وہ اپنی اصطلاح میں ان کا نام غوث، قطب وغیرہ رکھ لیں تو۔ . . . .

و در اصطلاح مضائقہ نیست۔ حقیقت حال اصحاب آں حالات را اگر فی الواقع ہستند معلوم باشند
و بندہ مے گوید کہ بشارات قطبیت در خوابہائے دیدہ ام و در خارج ہیچ معلوم نیست و بشارات قیومیت
بارہائے دیدہ ام و بارہائے محبان در حق بندہ بشارت قیومیت دیدہ اند۔ در خارج ہیچ معلوم نیست
و بشارت ضمنیت و قطبیت از سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم در واقعات دیدہ ام در خارج
ہیچ حقیقت معلوم نیست تحقیق حال ایں است معاملات الٰہیہ کثیر اند۔ مثلاً موسیٰ علیہ السلام را علمے حاصل
شود آں علم خضر علیہ السلام را نبود۔ و علمے کہ خضر علیہ السلام را بود موسیٰ علیہ السلام را نبود۔ اگر بعض اولیاء
اللہ باشند مثل خضر علیہ السلام و آنہا را بشرع معروف ما تعلق نباشد۔ ما ایشاں را کہ بحقیقت آں
متحقق نیستیم از تحقیق و تجسس و سماع آں چہ شود۔ و بعض عباد غیبی اعنی ملک اگر بر کسے ظاہر شود ہم
ممکن است و اگر جنیات ظاہر شوند ہم ممکن است۔ تحقیق آں دریں جا ضروری نیست در قرآن شریف
و احادیث صحاح و مشہورہ و اقوال ائمہ اربعہ ذکر اغواث و اقطاب و ابدال نیست آنچہ ضروری است

اس اصطلاح میں کچھ مضائقہ نہیں اور ان کی حقیقت حال واقع میں ان ہی لوگوں کو معلوم ہوگی اور بندہ (مولانا
حسین علی) کہتا ہے کہ بہت سے خوابوں میں قطبیت کی بشارتیں میں نے اپنے حق میں دیکھی ہیں۔ خارج میں کچھ معلوم
نہیں اور اسی طرح قیومیت کی بشارتیں بارہا میں نے دیکھی ہیں اور میرے دوستوں نے بھی میرے حق میں
قیومیت کی بشارتیں دیکھی ہیں خارج میں معلوم نہیں۔ اور اسی طرح بہت سے خوابوں میں سرور کائنات صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ضمنیت (بشارت ہے کہ گویا سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی آغوش
رحمت میں ان کو لے لیا ہے) اور قطبیت کی بشارتیں دیکھی ہیں لیکن خارج میں اس کے متعلق کچھ علم نہیں کہ
اس کی حقیقت کیا ہے۔ اور حقیقت حال یہ ہے کہ معاملات الٰہیہ بہت سے ہیں۔ مثلاً حضرت موسیٰ
علیہ السلام کو ایک عالم حاصل تھا۔ وہ علم حضرت خضر علیہ السلام کو نہیں تھا۔ اور ایک علم خضر علیہ السلام
کو حاصل تھا وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نہیں تھا۔ اسی طرح اگر بعض اولیاء اللہ ایسے ہوں جیسے خضر
علیہ السلام اور ان کو ہماری معروف شریعت سے تعلق نہ ہو تو ہم جب ان کی حقیقت کو نہیں جانتے۔
تو پھر ان کے بارہ میں بحث و تجسس کرنے سے کیا فائدہ۔ اسی طرح اگر عباد غیبی یعنی فرشتے اگر کسی پر ظاہر
ہوں تو یہ بھی ممکن ہے۔ اور اگر جنات کسی پر ظاہر ہوں تو یہ بھی ممکن ہے۔ ان کی تحقیق یہاں ضروری
نہیں۔ قرآن کریم اور صحاح کی احادیث اور احادیث مشہورہ میں اور ائمہ اربعہ کے اقوال میں غوث قطب ابدال

بدل شغل گیر۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

خلاصہ طریقہ سلوک نقشبندیہ

ودر در المعارف است روز جمعہ ۲۲ ربیع الآخر ۱۲۳۱ھ در محفل فیض منزل حاضر شدم شخصے از حضرت ایشاں سوال سلوک طریقہ نقشبندیہ مجددیہ نمود۔ حضرت ایشاں سلوک تمامہ از اول تا آخر بطور اختصار بیان فرمودند مختصر تحریر مے نمایم بدانکہ انسان از لطائف عشرہ ترکیب یافتہ است کہ پنج ازاں عالم امر اند۔ قلب و روح و سر و خفی و اخفیٰ و پنج عالم خلق اند نفس و باد و خاک و آب و آتش و از تحت الثریٰ تا عرش عالم خلق است و بالائے آں عالم امر پس اول سالک را ذکر قلبی و نگہداشت خواطر و وقوف قلبی تلقین مے فرمایند چوں در دل بے خطرگی یا کم خطرگی و حضور و آگاہی حاصل مے شود جذبات و واردات مے آیند و فنائے قلبی کہ مراد از فنائے ماسوا است مے گردد و تجلی افعال متجلی مے شود کہ نسبت سالک نسبت افعال خود و ہمہ عالم وا افعال نمی کند

کا ذکر نہیں ہے جو چیز ضروری ہو اس کے ساتھ شغل اختیار کرنا چاہیئے۔

طریقہ نقشبندیہ کے سلوک کا خلاصہ

در المعارف میں ہے کہ بروز جمعہ ۲۲ ربیع الآخر ۱۲۳۱ھ حضرت مرشد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ایک شخص نے حضرت والا سے سوال کیا کہ نقشبندیہ مجددیہ کے سلوک کا کیا طریقہ ہے۔ حضرت نے اول سے آخر تک تمام طریقہ اختصار سے بیان فرمادیا جس کو ہم اختصار سے تحریر کرتے ہیں۔

جان لو کہ انسان نے لطائف عشرہ سے ترکیب پائی ہے۔ پانچ عالم امر سے تعلق رکھتے ہیں یعنی قلب روح، سر، خفی، اخفیٰ اور پانچ عالم خلق سے تعلق رکھتے ہیں، نفس، باد، خاک، آب، آتش اور تحت الثریٰ سے تا عرش یہ سب عالم خلق ہے اور اس سے بالا عالم امر ہے۔ سب سے پہلے سالک کو ذکر قلبی اور خواطر کی نگہداشت اور وقوف قلبی کی تلقین فرماتے ہیں جب دل میں بے خطرگی یا کم خطرگی اور حضور و آگاہی حاصل ہو جائے تو جذبات و واردات آتے ہیں۔ اور فنائے قلبی حاصل ہو جاتا ہے۔ جس سے مراد ماسوا کا فنا ہے اور تجلی افعال ظاہر ہوتی ہے کہ سالک اپنے افعال اور تمام عالم کے افعال کی نسبت اپنی طرف نہیں کرتا۔

ہمہ فعل را فعل فاعل حقیقی مے داند، وے گوید وہم در سیر لطیفہ قلبی ذوق وشوق وآہ ونعرہ واستغراق وبے خودی ووجد ورقص نقدِ وقتِ سالک مے گردد وتوحید وجودی منکشف مے شود ہر گاہ کہ غیریت از نظر مرتفع شود خود را عین او مے انگارد۔ ودریں لطیفۂ قلب اول مراقبۂ احدیت مے فرمایند یعنی اسم مبارک اللہ در دل مے نمایند بعد ازاں مراقبہ معیت وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ ملحوظ مے سازند وتوحید وجودی ازہمیں مراقبہ منکشف مے شود چوں سالک سیر لطیفۂ قلب تمام مے نماید در سیر لطیفۂ روح عروج مے نماید ودراں تجلی صفات ثبوتیہ الٰہیہ منکشف مے شود کہ سالک صفاتِ خود را وصفاتِ ہمہ عالم را محو ومتلاشی در صفات حق مے بینند بعد ازاں سیر در لطیفۂ خفی مے شود ودراں سیر تجلی صفات سلبیہ الٰہیہ منکشف مے گردد وبعد ازاں سیر در لطیفۂ اخفیٰ ودراں تجلی شان جامع الٰہیہ منکشف مے شود۔ بعد ازاں بہ تزکیۂ نفس مشغول مے شوند۔ ایں ہمہ کہ گفتہ شد طریقۂ تلقین حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی بود۔ لیکن حضرتین[1] راہِ دراز کوتاہ ساختہ اند

بلکہ تمام افعال کو فاعل حقیقی کی طرف سے جانتا ہے۔ اور اسی طرح لطیفہ قلبی کی سیر میں ذوق وشوق اور آہ ونعرہ اور استغراق وبے خودی اور وجد ورقص سالک کو حاصل ہوتا ہے اور توحید وجودی اس پر منکشف ہوتی ہے۔ اور جب غیریت نظر سے اٹھ جاتی ہے، تو سالک خود اپنے آپ کو اس کا عین خیال کرتا ہے۔ اور اس لطیفہ قلب میں پہلے احدیت کا مراقبہ کراتے ہیں یعنی اسم مبارک اللہ دل میں دکھاتے ہیں اور اس کے بعد معیت کا مراقبہ یعنی وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ (وہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو) ملحوظ کراتے ہیں اور توحید وجودی اسی مراقبہ سے منکشف ہوتی ہے۔ جب سالک لطیفہ قلب کی سیر پوری کر لیتا ہے تو پھر لطیفہ روح کی سیر میں عروج کرتا ہے۔ اور اس میں صفات ثبوتیہ الٰہیہ کی تجلی اس پر منکشف ہوتی ہے۔ کہ سالک اپنی صفات اور تمام عالم کی صفات کو صفات حق میں محو اور متلاشی دیکھتا ہے اس کے بعد لطیفہ خفی کی سیر ہوتی ہے۔ اس سیر میں صفات سلبیہ الٰہیہ منکشف ہوتی ہیں اور اس کے بعد لطیفہ اخفیٰ کی سیر ہوتی ہے۔ اس میں سالک پر ایک ایسی شان کی تجلی ہوتی ہے جو تمام شیون الٰہیہ کی جامع ہوتی ہے۔ اور اس کے بعد تزکیہ نفس میں مشغول ہوتے ہیں۔ یہ تمام جو کچھ کہا گیا ہے یہ طریقہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کی تلقین ہے لیکن حضرتین[1] نے اس لمبے راستے کو مختصر بنا دیا ہے۔

---

[1] حضرتین سے مراد حضرت مجددؒ کے دونوں فرزند ارجمند ہیں۔ یعنی خازن الرحمۃ خواجہ محمد سعیدؒ اور عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصومؒ

[2] حضرت مجددؒ کا فیض زیادہ تر انہی دونوں سے جاری ہوا ہے جن کے بارہ حضرت خواجہ باقی باللہؒ نے فرمایا ہے کہ "اولادِ شیخ احمد جواہر اند" [illegible]

ومعمول خود کردہ اند کہ بعد از تصفیہ لطیفۂ قلب تا بہ تزکیہ لطیفۂ نفس مے پردازند، و در ضمن قلب
ایں ہا تصفیہ لطائف اربعہ ہم فی الجملہ میسر مے شود، و دوائر قطع مے شود، دائرہ امکان و دائرہ
ولایتِ صغریٰ و حاصلِ ایں دو دوائر حصول مقاماتِ عشرہ[1] کہ عبارت از توبہ، و انابت و زہد
و ورع و توکل، و غیرہ است مے گردد، بعد ازاں بہ تہذیب لطیفۂ نفس مشغول مے شوند۔
و فنائے انا و توحید شہودی منکشف مے گردد، و مراقبۂ اقربیت یعنی لحاظِ معنیٰ نحن اقرب الیہ،
مے نماید، و دریں لطیفہ سہ و نیم دوائر قطع مے شوند کہ دوائر و لایت کبریٰ متضمن ایں دوائر است
بعد ازاں سیر عناصر ثلثہ سوائے عنصر خاک شروع مے شود و ایں را ولایت علیا مے گویند کہ ولایت
ملاء الاعلیٰ است۔ بعد ازاں دائرہ کمالات نبویہ منکشف مے شود۔ و دریں جا سیر در عنصر خاک است۔
و دائمی مے شود، پس ازاں دائرہ کمالات رسالت بعد ازاں دائرہ کمالات اولوالعزم ہویدا مے گردد

اور انہوں نے اپنا معمول بنا لیا ہے کہ لطیفۂ قلب کے تصفیہ کے بعد جب کہ تزکیہ نفس میں مشغول ہوتے ہیں
تو اس سے قبل ہی قلب کے ضمن میں لطائف اربعہ کا تصفیہ بھی فی الجملہ حاصل ہو جاتا ہے۔ اور دائرے طے ہوتے
ہیں یعنی دائرہ امکان اور دائرہ ولایتِ صغریٰ اور ان دونوں دوائر کا حاصل مقامات عشرہ کا حصول
ہے۔ جو عبارت ہیں توبہ، انابت (رجوع الی اللہ) زہد، ورع (پرہیزگاری) توکل وغیرہ سے،
اسکے بعد لطیفہ نفس کی تہذیب میں مشغول ہوتے ہیں اور انا کا فنا اور توحید شہودی منکشف ہوتی ہے۔
اور پھر مراقبہ اقربیت کا کراتے ہیں جس کا معنٰی یہ ہے کہ نحن اقرب الیہ کا معنیٰ ملحوظ کرتے ہیں اور اس
لطیفہ میں تین اور نصف (ساڑھے تین) دائرے طے ہو جاتے ہیں کہ ولایت کبریٰ کے دائرے انہی دوائر
پر مشتمل ہیں۔ اس کے بعد سیر عناصر ثلاثہ یعنی عنصر خاک کے علاوہ تین عناصر کی سیر شروع ہوتی ہے۔
اور اس کو ولایت علیا کہتے ہیں جو کہ ملاءِ اعلیٰ کی ولایت ہے۔ اسکے بعد کمالات نبوت کا دائرہ منکشف ہوتا
ہے۔ اور اس مقام پر عنصر خاک کی سیر ہوتی ہے۔ اور ہمیشہ ہوتی رہتی ہے۔ اسکے بعد کمالات رسالت کا
دائرہ اور اس کے بعد اولوالعزم انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام (نوح، موسیٰ، ابراہیم، عیسیٰ، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

[1] حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اپنی کتاب انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں بضمن مکتوب حضرت شیخ عبدالاحدؒ نقل کیا ہے کہ جب
سالک فناء قلب سے مشرف ہوگا تو اولیاء اللہ کی جماعت میں داخل ہوگا اور فنائے قلب بغیر دائرہ امکان کے طے کرنے
کے اور بغیر مقامات عشرہ کے طے کرنے کے حاصل نہیں ہوسکتا اور مقامات عشرہ سے مراد زہد، صبر، توکل، رضا، و
تسلیم، قناعت، یاس من الناس، فقر، فراغ اور ریاضت ہے ۱۲ سواتی

وبعدازاں سیر بحقائق واقع مے شود دائرہ حقیقت کعبہ و دائرہ حقیقت قرآن و دائرہ حقیقت صلوٰۃ و دائرہ حقیقت صرفہ و دائرہ حقیقت ابراہیمی و دائرہ حقیقت موسوی و دائرہ حقیقت محمدی و دائرہ حقیقت احمدی و دائرہ حب صرفہ و دائرہ لاتعین منکشف مے گردند کرا نصیب است تا ایں جا برسد "ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ" بعدازاں فرمودند کہ حضرت مجدد ہموزن ہزار سالہ اولیاء اند۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ (نوشتہ باختصار یسیر)

یہ اولوالعزم انبیاء کہلاتے ہیں) کا دائرہ کمالات ظاہر ہوتا ہے اور اس کے بعد حقائق میں سیر واقع ہوتی ہے۔ یعنی حقیقت کعبہ کا دائرہ اور حقیقت قرآن کا دائرہ اور حقیقت صلوٰۃ کا دائرہ اور حقیقت محضہ کا دائرہ حقیقت ابراہیمی اور حقیقت موسوی اور حقیقت محمدی اور حقیقت احمدی اور حب صرف اور لاتعین کے دوائر منکشف ہوتے ہیں۔ کس کا نصیب ہے جو اس مقام تک پہنچے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جس کو چاہتا ہے عنایت فرماتا ہے۔" اس کے بعد حضرت نے فرمایا۔ کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ ہزار سالہ اولیاء کرام کے ہم پلہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کاملہ نازل ہو، اس کے رسول اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی آل اور سب صحابہ پر۔ (کسی قدر اختصار سے یہ بیان تحریر کیا گیا ہے)

ہشت سلاسل

حضرات نقشبندیہ[1] مجددیہ احمدیہ، قادریہ[2]، چشتیہ[3]، وسهروردیہ[4] وکبرویہ[5] ومداریہ[6] وقلندریہ[7]، وشطاریہ[8] کہ از حضرت پیر و مرشد خویش ایں احقر را سند آں رسیدہ اند از سلسلہائے حضرت قبلہ کہ بر آں مہر حضرت حاجی دوست محمد صاحب قندہاری قدس سرہ بر ختم ہر سلسلہ ثبت بود و چند کلمات خاص دستخط حضرت قبلہ حاجی صاحب مغفور مرقوم بود، بے کم وکاست بعینہ نقل کردہ مے نگارم و در اختتام بر سلسلہ شریف حضرت حاجی دوست محمد و حضرت قبلہ برد اللہ مضجعہما نور اللہ مرقدہما مرقوم بود۔ و بر ختم ہر سلسلہائے اسم گرامی حضور پر نور حضرت قبلہ ام و حضرت والا تبار صاحبزادہ حضرت مولانا الحاج عبدالرحمٰن صاحب قدس اسرارہما ثبت نمودم۔

یہ ہشت سلاسل یعنی سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ احمدیہ اور قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، کبرویہ، مداریہ قلندریہ، شطاریہ، جو کہ حضرت پیر و مرشد سے اس احقر کو سند آپہنچے ہیں یہ پیر و مرشد کے ان سلاسل میں سے ہیں۔ جن پر حضرت حاجی دوست محمد صاحب قندہاریؒ کی مہر ہر سلسلہ کے اختتام پر ثبت ہے۔ اور چند کلمات ان کے دستخط سے تحریر کردہ تھے بے کم وکاست ان کو بعینہ نقل کر دیا ہے۔ اور ان سلاسل کے اختتام پر حضرت قبلہ (مولانا حسین علیؒ) اور صاحبزادہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن (سلمہ اللہ) کے نام تحریر کر دیئے ہیں۔

سِلسلہ نقشبندیہ مُجدّدیہ احمدیہ

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

۱ - الٰہی بحرمت شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۲ - الٰہی بحرمت خلیفہ رسول اللہ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۳ - الٰہی بحرمت صاحب رسول اللہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۴ - الٰہی بحرمت حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۵ - الٰہی بحرمت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۶ - الٰہی بحرمت سلطان العارفین حضرت شیخ بایزید بسطامیؒ

۷ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ۔

۸ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوالقاسم گرگانیؒ۔

۹ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوعلی فارمدیؒ۔

۱۰ - الٰہی بحرمت خواجہ ابویوسف ہمدانیؒ۔

۱۱ - الٰہی بحرمت خواجہ جہاں حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ۔

۱۲ - الٰہی بحرمت خواجہ عارف ریوگریؒ۔

۱۳ - الٰہی بحرمت خواجہ محمود الخیر فغنویؒ۔

۱۴ - الٰہی بحرمت خواجہ عزیزان علی رامتینیؒ۔

۱۵ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد بابا سماسی (رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۶ - الٰہی بحرمت حضرت سید امیر کلالؒ۔

۱۷ - الٰہی بحرمت حضرت امام الطریقہ خواجہ خواجگان پیر پیران سید بہاء الدین نقشبندی بخاریؒ۔

۱۸ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ علاء الدین عطارؒ۔

۱۹ - الٰہی بحرمت حضرت مولانا یعقوب چرخیؒ۔

۲۰ - الٰہی بحرمت خواجہ عبیداللہ احرارؒ۔

۲۱ - الٰہی بحرمت حضرت مولانا محمد زاہدؒ۔

۲۲ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد درویشؒ۔

۲۳ - الٰہی بحرمت حضرت مولانا خواجگی امکنگیؒ۔

۲۴ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ باقی باللہؒ
۲۵ - الٰہی بحرمت امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ۔
۲۶ - الٰہی بحرمت عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصومؒ۔
۲۷ - الٰہی بحرمت سلطان اولیاء حضرت خواجہ شیخ سیف الدینؒ۔
۲۸ - الٰہی بحرمت حضرت حافظ محمد محسنؒ۔
۲۹ - الٰہی بحرمت سید نور محمد بدایونیؒ۔
۳۰ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ شمس الدین حبیب اللہ میرزا جان جاناں مظہر شہیدؒ۔
۳۱ - الٰہی بحرمت مجدد مائۃ الثالث والعشر نائب خیر البشر خلیفہ خدا مروج شریعت مصطفےٰ حضرت مولانا عبداللہ المعروف بشاہ غلام علی دہلویؒ۔
۳۲ - الٰہی بحرمت غوث اوان قطب زمان حضرت شاہ ابوسعیدؒ۔
۳۳ - الٰہی بحرمت غوث اوان محبوب رحمان حافظ قرآن وسیلتنا الی اللہ المجید حضرت احمد سعید احمدیؒ
۳۴ - الٰہی بحرمت حاجی الحرمین الشریفین مقبول رب المشرقین والمغربین وسیلتنا الی اللہ الصمد حضرت حاجی دوست محمد صاحب قندہاریؒ۔
۳۵ - الٰہی بحرمت سید الاولیاء سند الاتقیاء امام العارفین حاجی الحرمین الشریفین مظہر فیض رحمان حضرت خواجہ محمد عثمانؒ
۳۶ - الٰہی بحرمت سید العارفین امام المتقین قامع البدعۃ ماحی الشرک غوث زمان قطب دوران مجدد وقت حضرت صوفی الصافی مولانا حسین علی قدس سرہٗ۔
۳۷ - الٰہی بحرمت حضرت مولانا الحاج صاحبزادہ مولوی عبدالرحمٰن سلمہ الرحمٰن۔

لا زالت انوار فیوضہم علی نفوس المسترشدین بحرمت سید المرسلین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ رسولہٖ محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

(۲)

سلسلہ حضرات قادریہ

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

۱۔ الٰہی بحرمت شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔

۲۔ الٰہی بحرمت امیر المومنین اسد اللہ الغالب حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ۔

۳۔ الٰہی بحرمت سبط رسول اللہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۴۔ الٰہی بحرمت شہید کربلا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۵۔ الٰہی بحرمت حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۶۔ الٰہی بحرمت حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۷۔ الٰہی بحرمت حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۸۔ الٰہی بحرمت حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۹۔ الٰہی بحرمت حضرت امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۱۰۔ الٰہی بحرمت حضرت معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۱۱۔ الٰہی بحرمت حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۱۲۔ الٰہی بحرمت حضرت سید جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۳۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابوبکر شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۱۴۔ الٰہی بحرمت شیخ عبدالواحد بن عبدالعزیز یمنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۱۵۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابوالفرح طرطوسیؒ۔

۱۶۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابوالحسن علی ہنکاریؒ۔

۱۷۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابوسعید مخزومیؒ۔

۱۸۔ الٰہی بحرمت امام الطریقہ محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ۔

۱۹۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ عبدالرزاقؒ۔

۲۰۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ شرف الدین قتالؒ۔

۲۱۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ سید عبدالوہابؒ۔

۲۲۔ الٰہی بحرمت حضرت سید بہاؤ الدینؒ۔

۲۳۔ الٰہی بحرمت سید عقیلؒ۔

۲۴ - الٰہی بحرمت حضرت شمس الدین صحرائیؒ۔

۲۵ - الٰہی بحرمت حضرت سید گدائی رحمٰن اوّلؒ

۲۶ - الٰہی بحرمت حضرت سید ابوالحسنؒ۔

۲۷ - الٰہی بحرمت سید شمس الدین عارفؒ۔

۲۸ - الٰہی بحرمت سید گدائی ثانیؒ۔

۲۹ - الٰہی بحرمت شاہ فضیلؒ۔

۳۰ - الٰہی بحرمت شاہ کمال کیتھلیؒ۔

۳۱ - الٰہی بحرمت شاہ سکندرؒ۔

۳۲ - الٰہی بحرمت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ

۳۳ - الٰہی بحرمت خازن الرحمۃ شیخ محمد سعیدؒ

۳۴ - الٰہی بحرمت شیخ عبد الاحدؒ۔

۳۵ - الٰہی بحرمت شیخ محمد سنائیؒ۔

۳۶ - الٰہی بحرمت حبیب خدا مرزا جان جاناں مظہر شہیدؒ۔

۳۷ - الٰہی بحرمت حضرت عبداللہ المعروف شاہ غلام علی دہلویؒ۔

۳۸ - الٰہی بحرمت حضرت شاہ ابو سعیدؒ۔

۳۹ - الٰہی بحرمت حضرت شاہ احمد سعیدؒ

۴۰ - الٰہی بحرمت حاجی الحرمین الشریفین حضرت دوست محمد قندھاریؒ۔

۴۱ - الٰہی بحرمت سید الاولیاء امام المتقین مظہر فیض رحمان حاجی محمد عثمانؒ۔

۴۲ - الٰہی بحرمت حضرت سید العارفین امام المتقین ماحی الشرک قامع البدعۃ غوث زمان قطب دوران مجدد وقت صوفی الصافی حضرت مولانا الحاج موسیٰ حسین علی قدس سرہ

۴۳ - الٰہی بحرمت حضرت حاجی الحرمین الشریفین والاتبار مولانا عبدالرحمٰن لازالت انوار فیوضہم علیٰ رؤس المسترشدین بحرمت سید المرسلین وصلی اللہ تعالیٰ علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

(۳)
سلسلہ چشتیہ
رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

۱ - الٰہی بحرمت شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین حبیب خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۲ - الٰہی بحرمت خلیفہ رسول اللہ امیر المومنین اسد اللہ الغالب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔

۳ - الٰہی بحرمت خیر التابعین شیخ حسن بصریؒ۔

۴ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ۔

۵ - الٰہی بحرمت خواجہ فضیل بن عیاضؒ۔

۶ - الٰہی بحرمت سلطان ابراہیم ادھمؒ۔

۷ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ حذیفہ المرعشیؒ۔

۸ - الٰہی بحرمت خواجہ امین الدین البر البصریؒ۔

۹ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابو ابراہیم اسحاق علو دینوریؒ۔

۱۰ - الٰہی بحرمت خواجہ ابو اسحاقؒ۔

۱۱ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ احمدؒ۔

۱۲ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابو محمدؒ

۱۳ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابو یوسفؒ۔

۱۴ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ مودود چشتیؒ۔

۱۵ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ حاجی شریف زندنیؒ

۱۶ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ

۱۷ - الٰہی بحرمت امام الطریقہ حضرت خواجہ معین الدین سنجری اجمیریؒ۔

۱۸ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ قطب الدین کاکیؒ

۱۹ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ فرید الدین شکر گنجؒ۔

۲۰ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ مخدوم علی صابریؒ۔

۲۱ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ شمس الدین پانی پتیؒ۔

۲۲ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ جلال الدین پانی پتیؒ۔

۲۳ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ شیخ عبدالحق ردولویؒ۔

۲۴ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ محمد عارفؒ۔

۲۵ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ محمدؒ

۲۶ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ۔

۲۷ - الٰہی بحرمت شیخ رکن الدینؒ

۲۸ - الٰہی بحرمت شیخ عبد الواحدؒ۔

۲۹ - الٰہی بحرمت حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ۔

۳۰ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ خازن الرحمۃ محمد سعیدؒ

۳۱ - الٰہی بحرمت شیخ عبد الاحدؒ

۳۲ - الٰہی بحرمت حضرت محمد عابد سنامیؒ۔

۳۳ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ حبیب اللہ مرزا جانِ جاناں مظہر شہیدؒ

۳۴ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ الشیوخ عبد اللہ المعروف بہ سید غلام علی شاہؒ

۳۵ - الٰہی بحرمت حضرت شاہ ابو سعیدؒ۔

۳۶ - الٰہی بحرمت حضرت شاہ احمد سعیدؒ۔

۳۷ - الٰہی بحرمت حضرت حاجی الحرمین الشریفین وسیلتنا الی اللہ الصمد حاجی دوست محمد قندھاریؒ

۳۸ - الٰہی بحرمت حضرت سید الاولیاء امام الاتقیاء قبلۃ السالکین مظہر فیض رحمان خواجہ محمد عثمانؒ

۳۹ - الٰہی بحرمت حضرت سید العارفین امام المتقین ماحی الشرک قامع البدعۃ غوث زمان قطب دوران مجدد مائۃ رابع عشر صوفی الصافی الحاج مولانا حسین علی صاحب قدس سرہ

۴۰ - الٰہی بحرمت حاجی الحرمین الشریفین شاہ الاتبار مولانا صاحب زادہ عبد الرحمٰن لازالت انوار فیوضہم علیٰ رؤس المسترشدین بحرمت سید المرسلینؐ صلی اللہ تعالیٰ علی رسول خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

(۴)

سلسلہ سُہروردیہ

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

۱۔ الٰہی بحرمت شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین حبیب خدا محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم۔

۲۔ الٰہی بحرمت امیر المومنین خلیفہ رسول اللہ اسد اللہ الغالب حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ۔

۳۔ الٰہی بحرمت خیر التابعین حضرت خواجہ حسن بصریؒ۔

۴۔ الٰہی بحرمت حضرت حبیب خدا حبیب عجمیؒ۔

۵۔ الٰہی بحرمت حضرت داؤد طائیؒ۔

۶۔ الٰہی بحرمت معروف کرخیؒ۔

۷۔ الٰہی بحرمت حضرت سری سقطیؒ۔

۸۔ الٰہی بحرمت سید الاولیاء حضرت جنید بغدادیؒ۔

۹۔ الٰہی بحرمت حضرت ممشاد دینوریؒ۔

۱۰۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ احمد دینوریؒ۔

۱۱۔ الٰہی بحرمت شیخ محمدؒ۔

۱۲۔ الٰہی بحرمت حضرت سید یار محمدؒ۔

۱۳۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ وجیہ الدین سہروردیؒ۔

۱۴۔ الٰہی بحرمت صاحب الطریقہ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ۔

۱۵۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ۔

۱۶۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ صدرالدین ملتانیؒ۔

۱۷۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ رکن الدینؒ۔

۱۸۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ مخدوم جہاں گشتؒ۔

۱۹۔ الٰہی بحرمت حضرت سید اجمل بہرائچیؒ۔

۲۰۔ الٰہی بحرمت سید بدھن بہرائچیؒ۔

۲۱۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ درویش محمد بن قاسم اودھیؒ۔

۲۲۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ۔

۲۳۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ رکن الدینؒ۔

۲۴ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ عبدالواحدؒ

۲۵ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ محبوب ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ

۲۶ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد سعیدؒ۔

۲۷ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ عبدالاحدؒ۔

۲۸ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ محمد عابدؒ۔

۲۹ - الٰہی بحرمت حضرت حبیب اللہ مظہر شہید مرزا جانِ جاناںؒ۔

۳۰ - الٰہی بحرمت حضرت شاہ عبداللہ المعروف بشاہ غلام علیؒ۔

۳۱ - الٰہی بحرمت حضرت شاہ ابو سعیدؒ۔

۳۲ - الٰہی بحرمت حضرت شاہ احمد سعیدؒ۔

۳۳ - الٰہی بحرمت حضرت حاجی الحرمین الشریفین وسیلتنا الی اللہ الصمد حاجی دوست محمد قندھاریؒ۔

۳۴ - الٰہی بحرمت حضرت سید الاولیاء امام الاتقیاء مظہر فیض رحمان خواجہ محمد عثمانؒ۔

۳۵ - الٰہی بحرمت سید العارفین امام المتقین رئیس المفسرین عمدۃ المحدثین حجۃ اللہ علی الارض ماحی الشرک قامع البدعۃ غوث زمان قطب دوران مجدد وقت صوفی الصافی حضرت الحاج مولانا حسین علی قدس سرہٗ۔

۳۶ - الٰہی بحرمت حضرت حاجی الحرمین الشریفین و الاتبار صاحبزادہ مولانا عبدالرحمٰن سلمہ اللہ المنان علی رؤس المسترشدین بحرمت سید المرسلین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

(۵)
سلسلۂ کبرویہ
رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

۱- الٰہی بحرمت شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین حبیب خدا محمد مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

۲- الٰہی بحرمت امیر المومنین خلیفۃ رسول اللہ اسد اللہ الغالب حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ۔

۳- الٰہی بحرمت خیر التابعین حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ۔

۴- الٰہی بحرمت حضرت شیخ حبیب عجمیؒ۔

۵- الٰہی بحرمت حضرت داؤد طائیؒ۔

۶- الٰہی بحرمت حضرت شیخ معروف کرخیؒ۔

۷- الٰہی بحرمت شیخ سری سقطیؒ۔

۸- الٰہی بحرمت حضرت جنید بغدادیؒ۔

۹- الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابو علی رودباریؒ۔

۱۰- الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابو علی کاتبؒ۔

۱۱- الٰہی بحرمت حضرت شیخ خواجہ عثمان مغربیؒ۔

۱۲- الٰہی بحرمت حضرت ابوالقاسم گرگانیؒ۔

۱۳- الٰہی بحرمت حضرت ابوبکر نساجؒ۔

۱۴- الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد غزالیؒ۔

۱۵- الٰہی بحرمت حضرت ضیاء الدین ابو نجیب سہروردیؒ۔

۱۶- الٰہی بحرمت حضرت عمار یاسرؒ۔

۱۷- الٰہی بحرمت حضرت شیخ روزبہان بقلیؒ۔

۱۸- الٰہی بحرمت حضرت صاحب الطریقہ نجم الدین کبرویؒ۔

۱۹- الٰہی بحرمت حضرت شیخ مجد الدین بغدادیؒ۔

۲۰- الٰہی بحرمت حضرت شیخ علی الاہوریؒ۔

۲۱- الٰہی بحرمت حضرت شیخ احمد جوربانیؒ۔

۲۲- الٰہی بحرمت حضرت شیخ عبداللہ سفرائیؒ۔

۲۳- الٰہی بحرمت حضرت شیخ علاؤالدین سمنانیؒ۔

۲۴ - الٰہی بحرمت حضرت محمود المزدقانیؒ
۲۵ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ امیر علی ہمدانیؒ۔
۲۶ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ خواجہ اسحاق جیلانیؒ
۲۷ - الٰہی بحرمت حضرت امیر عبداللہ بنارشس بادیؒ۔
۲۸ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ رشید الدین بیدواریؒ۔
۲۹ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ شاہ بیدواریؒ۔
۳۰ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ حاجی محمد جون شانیؒ۔
۳۱ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ کمال الدین حسین خلدیؒ۔
۳۲ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ یعقوب صرفی کشمیریؒ۔
۳۳ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ امام ربانی مجدد الف ثانی احمد فاروقی سرہندیؒ۔
۳۴ - الٰہی بحرمت حضرت محمد سعیدؒ۔
۳۵ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ عبد الاحدؒ۔
۳۶ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ محمد عابد سنامیؒ۔
۳۷ - الٰہی بحرمت حضرت حبیب اللہ مظہر شہید مرزا جان جاناںؒ۔
۳۸ - الٰہی بحرمت حضرت نائب خیر البشر مجدد مائۃ الثالث والعشر شیخ عبداللہ المعروف بشاہ غلام علی الدہلویؒ۔
۳۹ - الٰہی بحرمت حافظ القرآن المجید حضرت شاہ ابو سعیدؒ۔
۴۰ - الٰہی بحرمت حضرت حافظ القرآن المجید شاہ احمد سعیدؒ۔
۴۱ - الٰہی بحرمت حضرت حاجی الحرمین الشریفین ویبتغا الی اللہ الاحد حاجی دوست محمد قندھاریؒ۔
۴۲ - الٰہی بحرمت حضرت سید الاولیاء سند الاتقیاء مظہر فیض رحمان حاجی محمد عثمانؒ۔
۴۳ - الٰہی بحرمت حضرت زبدۃ الفقہاء ورأس العلماء شیخ المحدثین قبلۃ السالکین امام العارفین غوث زمان قطب دوران مجدد مائۃ رابع عشر حضرت مولانا حسین علی قدس سرہٗ
۴۴ - الٰہی بحرمت حضرت مولانا الحاج صاحبزادہ والاتبار مولوی عبدالرحمن سلمہ المنان علی رؤس المسترشدین بحرمت ۲

---

۲ سید المرسلین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

(۶)
سلسلہ مداریہ
رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

۱۔ الٰہی بحرمت شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین خاتم النبیین حبیبِ خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

۲۔ الٰہی بحرمت خلیفۃ رسولِ اللہ امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔

۳۔ الٰہی بحرمت عبد اللہ علمبردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

۴۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ امین الدین شامیؒ۔

۵۔ الٰہی بحرمت امام الطریقہ حضرت شیخ بدیع الدین شاہ مدارؒ

۶۔ الٰہی بحرمت حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ۔

۷۔ الٰہی بحرمت حضرت سید اجمل بڑائچیؒ۔

۸۔ الٰہی بحرمت حضرت سید بدھن بڑائچیؒ۔

۹۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ درویش محمد ابن قاسم اودھیؒ۔

۱۰۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ۔

۱۱۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ رکن الدینؒ۔

۱۲۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ مخدوم عبد الاحدؒ۔

۱۳۔ الٰہی بحرمت حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ۔

۱۴۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ محمد سعیدؒ۔

۱۵۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ عبد الاحدؒ۔

۱۶۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ محمد عابد سنامیؒ

۱۷۔ الٰہی بحرمت حضرت حبیب خدا مظہر شہید مرزا جانِ جاناںؒ۔

۱۸۔ الٰہی بحرمت حضرت نائب سید البشر مجدد مائۃ ثالث عشر عبد اللہ المعروف بشاہ غلام علی دہلویؒ۔

۱۹۔ الٰہی بحرمت حضرت شاہ ابوسعیدؒ۔

۲۰۔ الٰہی بحرمت حضرت حافظ القرآن المجید شاہ احمد سعیدؒ۔

۲۱۔ الٰہی بحرمت حاجی الحرمین الشریفین وسیلتنا الی اللہ الاحد حاجی دوست محمد قندھاریؒ۔

۲۲۔ الٰہی بحرمت حضرت سید الاولیاء برہان معرفۃ فرید العصر وحید الزمان مظہر فیض رحمان خواجہ محمد عثمانؒ

۲۳- الٰہی بحرمت حضرت امام العارفین قدوۃ السالکین، عمدۃ المحدثین، زبدۃ المفسرین، غوث زمان، قطب دوران، مجدد مائۃ رابع عشر حجۃ اللہ علی الارض ماحی الشرک دافع البدعۃ حاجی الحرمین الشریفین حضرت مولانا حسین علی قدس سرہٗ۔

۲۴- الٰہی بحرمت حضرت حاجی الحرمین الشریفین والاتبار صاحبزادہ مولوی عبدالرحمٰن سلمہ اللہ المنان علی رؤس المفسرین المسترشدین بحرمت سید المرسلین وصلے اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ و اصحابہ اجمعین۔

(۷)

سلسلہ حضراتِ قلندریہ

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

۱ - الٰہی بحرمت شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین سرورِ کائنات فخرِ موجودات حبیبِ خدا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

۲ - الٰہی بحرمت حضرت عبد العزیز مکیؒ

۳ - الٰہی بحرمت حضرت سید خضر رومیؒ۔

۴ - الٰہی بحرمت حضرت امام الطریقہ نجم الدین قلندر بن حضرت نظام غزنویؒ۔

۵ - الٰہی بحرمت حضرت شاہ قطب الدین سیناویؒ۔

۶ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ عبد السلام عرف شاہ علی جونپوریؒ۔

۷ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ۔

۸ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ رکن الدینؒ۔

۹ - الٰہی بحرمت حضرت مخدوم عبد الاحدؒ۔

۱۰ - الٰہی بحرمت حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ

۱۱ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد سعیدؒ۔

۱۲ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ عبد الاحدؒ۔

۱۳ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ محمد سنائیؒ۔

۱۴ - الٰہی بحرمت حضرت حبیب اللہ مظہر شہید مرزا جان جاناںؒ۔

۱۵ - الٰہی بحرمت حضرت نائب سید البشر مجدد مائۃ ثالث عشر شاہ عبد اللہ المعروف بشاہ غلام علی دہلویؒ۔

۱۶ - الٰہی بحرمت حضرت شاہ ابو سعیدؒ۔

۱۷ - الٰہی بحرمت حضرت حافظ القرآن المجید شاہ احمد سعیدؒ۔

۱۸ - الٰہی بحرمت حاجی الحرمین الشریفین وسیلتنا الی اللہ الاحد حاجی دوست محمد تندھاریؒ۔

۱۹ - الٰہی بحرمت حضرت سید الابرار برہان معرفت شہید زمان مظہر فیض رحمان حضرت خواجہ محمد عثمانؒ۔

۲۰ - الٰہی بحرمت حضرت امام المتقین زبدۃ العارفین عمدۃ المحدثین خاتم المفسرین عالم بے بدل ماحی الشرک قامع البدعۃ غوث زمان قطب دوران مجدد وقت حجۃ اللہ علی الارض حاجی الحرمین الشریفین حضرت مولانا حسین علی قدس سرہٗ

۲۱ - الٰہی بحرمت حضرت والا تبار حاجی الحرمین الشریفین صاحبزادہ مولانا عبد الرحمٰن سلمہ المنان علی رؤس المسترشدین[۲]

بحرمت سید المرسلین وصلے اللہ تعالیٰ علیٰ رسول خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

(٨)
سلسلہ حضرات شطاریہ
رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

۱۔ الٰہی بحرمت حضرت خاتم النبیین شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین حبیب خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

۲۔ الٰہی بحرمت حضرت امیر المومنین خلیفۃ رسول اللہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۳۔ الٰہی بحرمت صاحب رسول اللہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۴۔ الٰہی بحرمت حضرت امام قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیقؒ۔

۵۔ الٰہی بحرمت حضرت امام ہمام جعفر صادقؒ۔

۶۔ الٰہی بحرمت حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامیؒ۔

۷۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ محمد مغربیؒ۔

۸۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابویزید عشقیؒ۔

۹۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ المظفر ترک طوسیؒ۔

۱۰۔ الٰہی بحرمت شیخ ابوالحسن خرقانیؒ۔

۱۱۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ خدا قلی ماوراء النہریؒ۔

۱۲۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ محمد عاشقؒ۔

۱۳۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ محمد عارفؒ۔

۱۴۔ الٰہی بحرمت صاحب الطریقہ شیخ عبداللہ شطارؒ

۱۵۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ محمد قاضیؒ۔

۱۶۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ ہدیۃ اللہ سرمستؒ۔

۱۷۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ ظہور الٰہیؒ۔

۱۸۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ محمد غوث گوالیاریؒ۔

۱۹۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ لشکر محمد الٰہیؒ

۲۰۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ عیسیٰ سندھی برہانپوریؒ

۲۱۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ سید میر کلالؒ۔

۲۲۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ احمد الغنلیؒ

۲۳۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابوطاہرؒ

۲۴- الٰہی بحرمت حضرت شیخ شاہ ولی اللہ الدہلویؒ۔

۲۵- الٰہی بحرمت حضرت شاہ عبد العزیزؒ۔

۲۶- الٰہی بحرمت حافظ القرآن المجید حضرت شاہ ابوسعیدؒ

۲۷- الٰہی بحرمت حافظ القرآن المجید حضرت شاہ احمد سعیدؒ

۲۸- الٰہی بحرمت حضرت حاجی الحرمین الشریفین وسیلتنا الی اللہ الصمد حاجی دوست محمد قندہاریؒ۔

۲۹- الٰہی بحرمت امام المتقین برہان المعرفۃ شمس الحقیقۃ فرید العصر وحید الزمان مظہر فیض رحمان حضرت خواجہ محمد عثمانؒ۔

۳۰- الٰہی بحرمت حضرت امام المتقین زبدۃ العارفین عمدۃ المحدثین خاتم المفسرین ماحی الشرک قامع البدعۃ غوث قطب دوران مجدد مأۃ رابع عشر حجۃ اللہ علی الارض حاجی الحرمین الشریفین حضرت مولانا حسین علی قدس سرہٗ۔

۳۱- الٰہی بحرمت حاجی الحرمین الشریفین حضرت صاحبزادہ والاتبار مولانا عبد الرحمٰن لازالت انوار فیوضہم علیٰ رؤس المسترشدین بحرمت سید المرسلین و صلی اللہ تعالےٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

ایضاً ـــــــ حضرت شاہ ولی اللہؒ اجازت گرفتہ از ابوطاہر از پدر خویش (شیخ) ابراہیم کردی از شیخ احمد قشاشی از شیخ احمد شناوی از شیخ صبغۃ اللہ از شیخ وجیہ الدین الگجراتی۔ از شیخ محمد غوث گوالیاری الخ

سلسلہ شطاریہ

دیگر

۱۔ الٰہی بحرمت سید المرسلین، خاتم النبیین، شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۲۔ الٰہی بحرمت امیر المومنین خلیفۃ المسلمین اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالبؓ۔

۳۔ الٰہی بحرمت سید الشہداء سبط رسول شہید کربلا حضرت امام حسینؓ۔

۴۔ الٰہی بحرمت امام معصوم حضرت امام زین العابدینؓ۔

۵۔ الٰہی بحرمت امام محمد باقرؒ۔

۶۔ الٰہی بحرمت حضرت امام جعفر صادقؒ

۷۔ الٰہی بحرمت حضرت ابو یزید بسطامیؒ الخ۔

وفی الیانع الجنی ان ابا سعید قدس سرہٗ اجازہ الشاہ عبد العزیز اجازۃ عامۃ وھو مجاز من شاہ ولی اللہ الدھلوی علی ھذا الی الفوق۔

اصول مشرب شطار تصور عین ذات است

در مکاشفات امام ربانی مجدد الف ثانیؒ مقامیست در غیبت یک قسمے ذات از محبّت ذاتی لازم آن مقام است۔

حضرت امام اعظم کوفیؒ از جملہ رؤسائے ایں اقطاب است، و خواجہ احرار از اقطاب آں مقام نبودند اما ازاں مقام نصیب وافر واشتند از روحانیت حضرت امام ہمام امام اعظمؒ فیض خاصہ بطریق کمال مجدد الف ثانیؒ را رسیدہ است بقول حضرت استاذی و مرشدیؒ مولائی حضرت امام العارفین زبدۃ الکاملین غوث زمان قطب دوراں مجدد وقت حضرت مولانا حسین علی انی رأیت فی المنام انی کنت علی قبر الامام الاعظم فخرج من قبرہ وعانقنی والحمد للہ علی ذلک۔

اور یانع الجنی میں مذکور ہے کہ حضرت شاہ عبد العزیزؒ نے حضرت ابو سعیدؒ کو اجازت عامہ عطا فرمائی اور شاہ عبد العزیز کو حضرت شاہ ولی اللہؒ سے اجازت حاصل ہے۔ اسی طرح اوپر تک یہ سلسلہ چلتا ہے۔

مشرب شطار کا اصول عین ذات کے تصوّر پر مبنی ہے

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکاشفات میں ایک مقام ایسا ہے کہ محبت ذاتی اس مقام کے لئے لازم ہے اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کوفیؒ اس مقام کے اقطاب کے رؤسا میں سے ہیں حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ اس مقام کے اقطاب میں اگرچہ نہیں لیکن انہیں اس سے وافر حصہ نصیب ہوا ہے۔ حضرت امام اعظمؒ کی روحانیت سے خاص فیض بطریق کمال حضرت مجدد الف ثانی کو پہنچا ہے۔ (حضرت مولانا حسین علیؒ) فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں حضرت امام اعظمؒ کی قبر پر ہوں اور حضرت امام اپنی قبر سے باہر تشریف لائے اور مجھ سے معانقہ فرمایا والحمد للہ علی ذلک۔

درمکاشفات امام ربانی مجدد الف ثانیؒ سلوک صدیق اکبرؓ را آں مانند وارد کہ نقبے از خانہ جذبہ کندہ اند و باغیبت ذات رسانیدہ اند۔ و بعد از صدیق اکبرؓ ایں نسبت بہ سلمان فارسیؓ رسید از راہِ درونی و بعد ازاں بہ حضرت قاسم رسید و بعد ازاں بہ امام جعفر صادقؒ رسید بعد ازاں براہ روحانیت سلطان العارفین بایزید بسطامیؒ رسید پس از سلطان العارفین بطریقِ روحانیت شیخ خرقانیؒ رسید وازایشاں بہ ابوعلی رسید، قال الشاہ ولی اللہ الدہلویؒ فی الانتباہ "اخذ القاسم من سلمانؓ لایمکن الا ان یکون من جہۃ الباطن، وازابو علیؒ بہ ابو یوسف ہمدانیؒ وازابو یوسفؒ بہ عبدالخالق غجدوانیؒ وازروحانیت عبدالخالقؒ بہ امام الطریقہ حضرت شاہ نقشبندؒ۔ واللہ اعلم

اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے مکاشفات میں ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کے سلوک کی مثال ایسی ہے جیسا کہ ایک جذبہ کے مکان میں نقب لگا کر اس ذات تک جو پردۂ غیب میں ہے پہنچا دیا ہے (یعنی یہ روحانی فیض بلا واسطہ ظاہر ہے) اور بعد صدیق اکبرؓ کے یہ نسبت حضرت سلمان فارسیؓ تک پہنچی ہے۔ اندرونی (روحانی) طریقہ سے۔ اور اس کے بعد حضرت قاسم تک ان کے بعد حضرت امام جعفر صادقؒ تک اور ان کے بعد روحانی طریقہ پر حضرت بایزید بسطامیؒ تک اور ان کے بعد حضرت ابوالحسن خرقانی تک اور ان سے ابوعلی تک یہ سلسلہ پہنچا۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ اپنی کتاب "انتباہ فی سلاسل الاولیاء" میں فرماتے ہیں کہ "حضرت قاسم کا حضرت سلمان فارسیؓ سے اخذ کرنا اس کے سوا ممکن نہیں کہ انہوں نے بطریق باطن اخذ کیا ہو"۔ اور پھر ابوعلیؒ سے حضرت ابو یوسف ہمدانیؒ تک اور ابو یوسفؒ سے پھر خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ تک اور حضرت خواجہ عبدالخالقؒ کی روحانیت سے امام الطریقت حضرت خواجہ نقشبندؒ تک پہنچا۔

(و الحمد للہ اولاً و آخراً و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہٖ محمد و آلہٖ و اصحابہٖ و اتباعہٖ اجمعین۔)

نمازِ مسنون کلاں

تالیف

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی

دامت برکاتہم

نمازِ مسنون خورد کے بعد نمازِ مسنون کلاں ایک ایسی مفید اور نماز کے موضوع پر جامع کتاب ہے جو نماز کے تمام ضروری مسائل مع قوی دلائل از کتاب و سُنّت، احادیثِ صحیحہ، تعامل صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم، تابعین عظام رحمہم اللہ تعالےٰ اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالےٰ کے مضبوط اقوال سے مزین ہے۔ جس میں طہارت، اذان، اوقاتِ نماز، فرائض، سُنن و مستحبات، مکروہات و مفسدات کا پورا بیان ہے۔ ارکان، واجبات و سُنن کی پوری حکمت اور ضروری مباحث درج ہیں۔ جمعہ و عیدین، نماز جنازہ اور نوافل وغیرہ کے جملہ اہم مباحث اور اس کے ساتھ اذکار و دعوات اور خطبات کا ایک بہترین نصاب درج ہے۔

عام قارئین کے علاوہ علماء کرام۔ اساتذہ عظام اور خصوصاً طلباء علم دین کے لیے ایک نعمتِ غیر مترقبہ ہے۔ جس کا اندازِ بیان اور زبان نہایت سادہ اور عام فہم ہے۔

عمدہ کاغذ، بہترین کتابت وطباعت، معیاری جلد بندی، قیمت -/۱۴۰ روپے

ناشر

مکتبہ دروس القرآن

محلہ فاروق گنج، گوجرانوالہ

ملنے کے پتے

۱۔ ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

۲۔ مکتبہ دروس القرآن گوجرانوالہ